# مزدور کے حقوق و فرائض: فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین و قانون کی روشنی میں تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے

**پی۔ایچ ڈی علومِ اسلامیہ**


**مقالہ نگار**

محمد شاہد حسین المظہری

پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:PhD/IS/S14-498

**نگران مقالہ**

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی

لیکچرار، نمل اسلام آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن اسلام آباد


سیشن 2014ء

# مزدور کے حقوق و فرائض: فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین و قانون کی روشنی میں تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے

**پی۔ ایچ ڈی علوم اسلامیہ**


**مقالہ نگار**

محمد شاہد حسین المظہری

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:PhD/IS/S14-498

**نگران مقالہ**

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی

لیکچرار، نمل اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن اسلام آباد



©2014ء

بسم الله الرحمن الرحيم

# منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہے اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **مزدور کے حقوق و فرائض: فقہِ اسلامی اور پاکستانی آئین و قانون کی روشنی میں تجزیاتی و تقابلی مطالعہ**

**The rights and duties of laborers in the light of Islamic jurisprudence and Pakistani constitutional law**

(An Analytical & Comparative Study)

**Mazdor ke hoqooq-o-Faraiz fighe Islami aor Pakistani Aain-o-Qanoon ki roshni me**

نام ڈگری: پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد شاہد حسین المظہری

رجسٹریشن نمبر: PD-S14-180

**ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی**
(نگران مقالہ)
____________________
دستخط نگران مقالہ

**ڈاکٹر نور حیات خان**
(صدر شعبہ علومِ اسلامیہ)
____________________
دستخط صدر شعبہ علومِ اسلامیہ

**پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی**
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)
____________________
دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

**پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان**
(پروریکٹر اکیڈمیکس)
____________________
دستخط پروریکٹر اکیڈمیکس

**میجر جنرل (ر) محمد جعفر**
(ریکٹر نمل)
____________________
دستخط ریکٹر نمل

تاریخ: ________________

# حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں محمد شاہد حسین المظہری ولد حافظ رسول بخش

رول نمبر: 180 رجسٹریشن نمبر: PD-S14-180

طالب، پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان **مزدور کے حقوق و فرائض: فقہِ اسلامی اور پاکستانی آئین و قانون کی روشنی میں تجزیاتی و تقابلی مطالعہ**

**The rights and duties of laborers in the light of Islamic jurisprudence and Pakistani constitutional law**

(An Analytical & Comparative Study)

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: محمد شاہد حسین المظہری

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

# ABSTRACT

## The rights and duties of laborers in the light of Islamic jurisprudence and Pakistani constitutional law

(An Analytical & Comparative Study)

Employees and the laborers are the most important part of civil society who play basic role in the developing of country by working hard through enthusiasm, perseverance and attentiveness to fulfill their basic requirements of daily life as well as to uplift any organization, company or a factory and to serve the country and the nation. Islam has given prominence to the labors .The Prophet (ﷺ) instructed to pay his wages before the sweat dried.Your slaves are your brethren upon whom Allah has given you authority. So, if one has one's brethren under one's control, one should feed them with the like of what one eats and clothe them with the like of what one wears. You should not overburden them with what they cannot bear, and if you do so, help them (in their hard job)The position and status that Islam has given to the workers and laborers has not been given to any other ideology in the world. This research is an attempt in this context to find out what are the rights and duties of the workers in Islamic jurisprudence and the constitution of Pakistan. This research is also important in that there are 280 articles in the constitution of Pakistan; first 40 articles are related to the rights of the public and 4 articles out of these 40 articles are particularly related to the rights of laborers. Many labor policies have been made in different eras in the country to define the rights of the laborers. The labour policeis of 1955,1959, 1969, 1972, 2002,2010 are important. In this research work, the labour policies are discussed according to Islamic point of view and compared with the rights mentioned in Pakistani constitution. These labor policies will provide awareness and guidelines to administrative, legal advisor and legal proceedings for the promotion of social and economic justice for the welfare of labor and employees.This research consists of four chapters.The first chapter deals with the concept of labor and wages in Islam. In the second chapter, the rights and duties of the laborer in the light of in Islamic jurisprudence have explained. Chapter three is an attempt to compare these rights and duties with the Pakistani constitution and law. While the fourth chapter deals with the problems and solution of the workers.

**KeyWords: Labor,Pakistani Laws,Islamic jurisprudence,**

# فہرست عنوانات


| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 1. | فہرست عنوانات | IV |
| 2. | منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ | VIII |
| 3. | حلف نامہ فارم | IX |
| 4. | انتساب | X |
| 5. | اظہار تشکر | XI |
| 6. | ABSTRACT | XII |
| 7. | مقدمہ | XIV |
| 8. | **باب اول: اسلام کا تصور محنت واجرت** | 1 |
| 9. | **فصل اول: قرآن وسنت کی روشنی میں محنت واجرت کا تصور** | 1 |
| 10. | مبحث اول: قرآن کریم کی روشنی میں تصور محنت واجرت | 1 |
| 11. | مبحث دوم: احادیث کی روشنی میں تصور محنت واجرت | 9 |
| 12. | **فصل دوم: انبیاء کرام اور صحابہ کی زندگیوں میں محنت واجرت کا کردار** | 18 |
| 13. | مبحث اول: انبیاء کرام کی زندگی میں محنت واجرت کا کردار | 18 |
| 14. | مبحث دوم: صحابہ کرام کی زندگی میں محنت واجرت کا کردار | 27 |
| 15. | **فصل سوم: اسلامی معاشرے کی تعمیر وترقی میں مزدور کا کردار** | 39 |
| 16. | مبحث اول: صنعت وحرفت اور تعمیرات میں مزدور کا کردار | 39 |
| 17. | مبحث دوم: سماجی اور معاشرتی زندگی میں مزدور کا کردار | 48 |
| 18. | **باب دوم: فقہ اسلامی میں مزدور کے حقوق وفرائض** | 49 |

| | | |
|---|---|---|
| 19. | **فصل اول: اسلام میں حقوق و فرائض کا باہمی ربط** | 51 |
| 20. | مبحث اول: حقوق و فرائض کا لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم | 51 |
| 21. | مبحث دوم: حیات انسانی میں حقوق و فرائض کا باہمی ربط | 60 |
| 22. | **فصل دوم: مزدور کے حقوق و فرائض اور تعیین اجرت** | 71 |
| 23. | مبحث اول: فقہاء اربعہ کے نزدیک مزدور کے حقوق و فرائض | 71 |
| 24. | مبحث دوم: تعیین اجرت میں فقہاء کا مؤقف | 109 |
| 25. | **فصل سوم: خواتین اور بچوں کی مزدوری کی حیثیت** | 118 |
| 26. | مبحث اول: فقہ اسلامی میں خواتین کی مزدوری کی حیثیت | 118 |
| 27. | مبحث دوم: فقہ اسلامی میں بچوں کی مزدوری کی حیثیت | 135 |
| 28. | **باب سوم: پاکستانی آئین و قانون میں مزدور کے حقوق کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ** | 143 |
| 29 | **فصل اول: دستور 1956ء اور لیبر پالیسیز** | 144 |
| 30. | مبحث اول: دستور 1956ء اور لیبر پالیسیز (1955ء، 1959ء) | 145 |
| 31. | مبحث دوم: مذکورہ لیبر پالیسیز کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ | 152 |
| 32. | **فصل دوم: دستور 1962ء اور لیبر پالیسیز** | 167 |
| 33. | مبحث اول: دستور 1962ء اور لیبر پالیسیز (1969ء، 1972ء) | 168 |
| 34. | مبحث دوم: مذکورہ لیبر پالیسیز کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ | 175 |
| 35. | **فصل سوم: آئین پاکستان 1973ء اور لیبر پالیسیز** | 190 |

| | | |
|---|---|---|
| .36 | مبحث اول: آئین پاکستان 1973ء اور لیبر پالیسیز (2002ء، 2010ء) | 190 |
| .37 | مبحث دوم: آئین پاکستان 1973ء اور مذکورہ لیبر پالیسیز کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ | 207 |
| .38 | **باب چہارم: مزدور کے مسائل اور ان کے حل کی صورتیں** | 225 |
| 39 | **فصل اول: مزدور کے حقوق کی عدم ادائیگی** | 226 |
| 40 | مبحث اول: سہولیات کی عدم دستیابی اور صحت کے مسائل اور حل کی صورتیں | 227 |
| .41 | مبحث دوم: مزدور کی اجرت کے مسائل | 239 |
| .42 | **فصل دوم: مزدور خواتین کے مسائل** | 243 |
| .43 | مبحث اول: مزدور خواتین کی صحت و تحفظ عزت نفس کا مسئلہ - | 244 |
| .44 | مبحث دوم: خواتین کی اجرت اور بچوں کی پرورش کا مسئلہ | 248 |
| .45 | **فصل سوم: مزدور بچوں کے مسائل** | 257 |
| .46 | مبحث اول: مزدور بچوں کی تعلیم کا مسئلہ | 257 |
| .47 | مبحث دوم: مزدور بچوں کی صحت و نشوونما کا مسئلہ | 262 |
| .48 | نتائج بحث | 272 |
| 49 | تجاویز و سفارشات | 274 |
| .50 | فہرست آیات | 276 |
| .51 | فہرست احادیث | 279 |
| .52 | فہرست اعلام | 282 |
| .53 | فہرست اماکن | 283 |
| .54 | فہرست اصطلاحات | 283 |
| .55 | مصادر و مراجع | 285 |

# انتساب

اپنے

## والدین

کے نام

جن کی دعاؤں اور تربیت کی وجہ سے میں اس قابل ہوا۔

﴿رَّبِّ ٱرۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرٗا﴾

آمین

# اظہار تشکر

**الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين. أما بعد!**

کسی بھی میدان میں علمی تحقیق و جستجو محنت طلب کام ہوتا ہے، بغیر محنت و مشقت کے انسان اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکتا۔ علومِ اسلامیہ میں تحقیقی کام نہ صرف دنیاوی تفاخر کا باعث بنتا ہے بلکہ اخروی ثواب کی امید بھی رکھی جاسکتی ہے۔ یہ محض اللہ تعالی کا فضل و کرم اور اس کی بے پناہ عنایات کا صدقہ ہے کہ اس تحقیقی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور مزدور طبقہ کے لئے علومِ اسلامیہ کی روشنی میں کام کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ میں شکر گزار ہوں پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی صاحب، سابق ڈین فیکلٹی آف سوشل سٹڈیز کا جنہوں نے مجھے یونیورسٹی میں ریسرچ کا موقع مرحمت فرمایا۔ ان کے علاوہ میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں میرے نگرانِ مقالہ محترم جناب ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی صاحب جنہوں نے مسلسل راہنمائی فرما کر مقالہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور ہمیشہ باریک بینی سے جائزہ لے کر ہر مرحلے میں تحقیقی کام میں مفید مشوروں سے نوازا۔ ناسپاس گزاری ہوگی اگر میں اپنے قابل صد احترام والدین کا شکر گزار نہ ہوں جنہوں نے بچپن میں ہی میرے دل میں علم کی محبت پیدا کی اور حصولِ علم کے لئے ہر مرحلہ میں مشکلات کو آسان کیا اور اپنی دعاؤں کا حصار میرے ارد گرد باندھے رکھا۔

خصوصی شکریہ کی مستحق ہیں میری رفیقہ حیات، جنہوں نے میری تعلیم کے حصول کی خواہش کو بھرپور تعاون کر کے عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اپنا بیش قیمت وقت ایثار کر دیا۔ میں شکریہ ادا کرونگا اپنے بھائیوں اور دوستوں کا، جن کی دعائیں میرے لئے مددگار ثابت ہوئیں۔ آخر میں شکر گزار ہوں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری اسلام آباد، الندوہ ٹرسٹ لائبریری اسلام آباد، پنجاب یونیورسٹی لاہور، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی لائبریری انتظامیہ کا کہ ان کے تعاون سے یہ کام تکمیل کو پہنچا۔

اللہ تعالی ہم سب کی محنت اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

محمد شاہد حسین المظہری

(مقالہ نگار)

# مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وعترته وصحبه وأولياء أمته ومن أجاب بدعوته أجمعين أما بعد!

## موضوعِ تحقیق کا تعارف(Introduction of the Research Topic)

دین اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ معاشی نظام میں عدل وانصاف قائم کیا جائے اور تمام اداروں میں چاہے وہ سماجی ہوں یا معاشی، انصاف کے تقاضوں کو مد نظر رکھا جائے، تعلیمات نبوی کی روشنی میں معاشی نظام کا بنیادی مقصد غربت و مفلسی کا خاتمہ اور تمام لوگوں کو معاشی جدوجہد کے مساوی مواقع فراہم کرنا ہے۔ دین اسلام میں محنت ومشقت اور جدوجہد کو انسانی زندگی کا پہیہ چلانے کیلئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ محنتی اور مشقت سے کام کرنے والا طبقہ مزدوروں کا ہے، جو محنت، لگن اور شوق سے کام کرکے اپنی زندگی کے شب وروز چلانے کے ساتھ ساتھ کسی بھی ادارے، کمپنی اور فیکٹری کو عروج دلانے اور ملک وقوم کی خدمت کرنے میں اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام نے جہاں پوری انسانیت کی فلاح کا دعوی کیا ہے وہاں معاشرہ کے ایک اہم رکن مزدور کی فطری ضروریات کے مطابق مزدور کو معاشرہ میں انتہائی قابل عزت مقام دیا ہے۔ اوراسکی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ قرآن وسنت میں متعدد احکامات مزدوراوراس کی مزدوری کے حوالے سے بیان ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے مزدور کو اپنی تصانیف میں محل بحث بنایا ہے۔

مملکت خداداد پاکستان کی اساس اسلامی اصولوں پر استوار کی گئی اور اس کا آئین وقانون اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ترتیب دینے کی کوشش کی گئی۔ یہ مقالہ اس حوالے سے ایک کوشش ہے کہ فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین وقانون میں مزدور کے حقوق وفرائض کیا ہیں اوراس کی عملی صورتحال کیا ہے۔

## موضوعِ تحقیق کی ضرورت واہمیت(Significance of the study)

زیر نظر موضوع کی اہمیت ان نکات سے واضح ہوتی ہے۔

☆ مزدور طبقہ ہمارے معاشرے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہیں، اس بات کا اندازہ سی آئی اے ورلڈ فیکٹ بک (Fact book CIA World) کی 2017ء کی رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے جس کے مطابق پاکستان میں مزدوروں کی کل تعداد 61.7 ملین ہے جن میں سے 44٪ زراعت میں 22٪ صنعت میں اور باقی 34٪ زندگی کے مختلف میدانوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ اہل پاکستان کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔مزدوروں کو حقوق وفرائض آئینی طور پر دے دیے گئے ہیں لیکن یہ فقہ اسلامی سے کس قدر ہم آہنگ ہیں، اور ہم آہنگ نہیں ہیں، یہ تحقیق اس حوالے سے بھی اہمیت رکھتی ہے۔

☆ آئینی و قانونی طور پر مزدور کو دیے گئے حقوق پر عمل درآمد کر کے ان میں مزید خدمت کے جذبات پیدا کیے جاسکتے ہیں اور معاشرے کی تشکیل نو کی جاسکتی ہے۔

☆ معاشرے میں مزدور اورانکے مالکوں اور سربراہوں میں جو حد درجہ فرق اور تفاوت پایا جاتا ہے اسے ختم کر کے معاشرتی ترقی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

☆ دین اسلام نے حقوق دینے کے ساتھ ساتھ اس طبقہ کے افراد پر ذمہ داریاں بھی عائد کی ہیں اگر وہ ذمہ داریوں کا احساس کر لیتے ہیں تو معاشی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

☆ شریعت اسلامیہ میں مزدوروں کے انتخاب کیلئے چند خصائص بھی بیان کیے گئے ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو بعد میں مالک و مزدور کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

## موضوع کی وجہ انتخاب(Rationale of the study)

☆ وجہ انتخاب یہ ہے کہ پاکستان میں مزدوروں کی تعداد بہت زیادہ ہے ہر شعبہ زندگی میں مزدور کام کر رہا ہے۔اگر مزدور کا کردار معاشرے سے نکال دیا جائے تو ہر شعبہ زوال پذیر ہو سکتا ہے اور معاشرے میں ابتری پیدا ہو سکتی ہے۔لہذا ضرورت تھی کہ پاکستان میں مزدوروں کے لئے قوانین اور لیبر پالیسیز کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے اور بہتری کی تجاویز پیش کی جائیں۔

☆ دوسری وجہ انتخاب یہ ہے کہ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے اور قوانین کا دارومدار آئینی طور پر قرآن وسنت کو قرار دیا گیا ہے لہذا یہاں کے باشندوں کو یہ بات بتانا ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات یعنی فقہ اسلامی مزدور کو کیا حقوق دیتی ہے اور ہم اس پر کتنا عمل کر رہے ہیں؟

☆ تیسری وجہ انتخاب یہ ہے کہ اس بات کو اجاگر کیا جائے کہ مزدور کو آئین و قانون نے کیا حقوق دیے ہیں؟ اور وہ حقوق انہیں مل رہے ہیں یا نہیں اور جو حقوق آئین و قانون میں مزدوروں کو دیے گئے ہیں ان میں مزید کس طرح بہتری لائی جاسکتی ہے؟

## موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ(Literature Review)

اس موضوع کے حوالے سے جو کام گیا ہے اس میں کراچی یونیورسٹی کراچی میں "عصرِ حاضر میں مسلمان خواتین کی ملازمت، ایک تحقیقی جائزہ" پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا گیا ہے۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں "ملازمتوں کا نظام اور قوانین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں" میں ایم فل کا مقالہ لکھا گیا ہے۔سردار بہادر خان ویمن یونیورسٹی کوئٹہ

میں "عصر حاضر میں ملازمین کے ساتھ رویہ، اسلامی تعلیمات اور مروجہ قوانین کی روشنی میں" ایم فل کا مقالہ لکھا گیا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں "اقبال اور تصور محنت" ایم فل کا مقالہ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح اوپن یونیورسٹی میں ہی "سرکاری ملازمین کی تقرری، تربیت اور کردار کا السیاسة الشرعية کی روشنی میں مطالعہ" ایم فل کا مقالہ پیش کیا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں "اسلام کا تصور محنت" اور "بچوں سے جبری مشقت" اور پاکستان کی موجودہ لیبر پالیسی (1973ء) قرآن وسنت کی روشنی میں" ایم فل کے مقالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔ اسی طرح پنجاب یونیورسٹی لاہور میں "تعیین اجرت کے اصول، عصری مسائل اور اسلامی تعلیمات" ایم فل کا مقالہ لکھا گیا ہے، اسی طرح پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہی "کمیونزم کا زوال اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں" ایم-اے کا مقالہ لکھا گیا ہے۔ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں "اجارہ سے متعلق عصری وسائل: فقہی نقطہ ہائے نظر کا اطلاقی جائزہ" ایم اے کا مقالہ لکھا گیا ہے۔ میرا موضوع **"مزدور کے حقوق وفرائض فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین وقانون کی روشنی میں"** مندرجہ بالا کام سے ہٹ کر ہے۔

جو کتب اس موضوع سے متعلقہ ملیں ان میں سے انگریزی میں درج ذیل کتب قابل ذکر ہیں:

(1) Islam and Human Rights and Child Labour in Pakistan,Alain Lefebvre, Institute of Asian Studies Denmark, 1996

اس کتاب میں مصنف نے مزدور بچوں کے حوالے سے بات کی لیکن ان کے سامنے صرف وہ ڈیٹا تھا جو 1977ء سے لے کر 1995ء تک میسر ہوا، خاص طور پر ان رپورٹس کا جائزہ لیا جو حکومت پاکستان یا ڈنمارک گورنمنٹ کی طرف سے جاری کی گئیں۔

(2) Bonded Labor in Pakistan, Ayaz Quraishi, Ali khan, Oxford University Press Pakistan 2016.

اس کتاب میں مصنف نے صرف جبری مشقت کے حوالے سے بات کی ہے خاص طور پر وہ جبری مشقت جو غلامی کی جدید شکلوں میں ہیں جیسے بھٹے پر بیگار بنانا یا پیشی دے کر کام پر سالوں سال روک لینا۔

(3) No, Room to Bargain,Saroof Ijaz,Human Rights Watch,2019.

یہ کتاب دراصل مختلف انٹرویوز پر مشتمل ہے جو 141 لوگوں سے لیا گیا تھا جن میں سے 118 گارمنٹس فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدور تھے جن کا تعلق 25 مختلف فیکٹریوں سے تھا، ان میں وہ مزدور شامل نہیں کئے گئے جو حکومتی سطح پر یا حکومت کی نگرانی میں کام کرنے والے تھے۔

(4) Analyzing the Impact of Legislation on Child Labor in Pakistan, Tazeen Fasih, The World Bank Human Development, NewYark, 2007.

مصنف نے اس کتاب میں (Employment of Children Act 1991) کے حوالے سے بات کی ہے، اس قانون کے تحت حکومت کی طرف سے منع کیا گیا ہے کہ وہ بچہ جس کی عمر 14 سال سے کم ہے وہ مزدوری نہیں کر سکتا، سوائے زراعت یا گھریلو خدمات کے۔ مصنف نے مختلف شماریات بیان کر کے یہ چیز ثابت کی ہے کہ اس ایکٹ کے نافذ ہونے کے بعد چائلڈ لیبر میں کافی کمی واقع ہوئی ہے۔

(5) Labor Law and Practice in Pakistan, United States Department of Labor, December 1964

یہ کتاب ادارہ شماریات امریکہ کی طرف سے چھاپی گئی جس میں حکومت پاکستان کی طرف سے فارن سروس رپورٹس کے علاوہ مختلف اداروں کی جانب سے شائع کردہ مواد اور ادارے کے نمائندے کے ذاتی شواہد بھی کتاب کا حصہ ہیں جو مشاہدات پاکستان کے دورے 1963ء میں کیے تھے، اور تحقیقات کی تکمیل بھی 1963ء میں ہوئی تھی۔

اور جو کتب اس موضوع سے متعلقہ ملیں ان میں سے عربی میں درج ذیل کتب قابل ذکر ہیں:

(1) الأجيرالخاص حقوقه وواجباته، محمديعقوب محمديوسف، الجامعة الإسلامية، مدينة المنورة، 1985ء۔

مصنف نے اس میں دینی اور دنیوی عمل کے بارے میں بات کی ہے اور واضح کیا کہ دنیوی کسب بھی انسانی واجبات میں داخل ہے۔ مصنف نے عقد اجارہ کو بیان کرنے کے بعد اجارہ کی مشروعیت کے حوالے سے بات کی اور دلائل سے واضح کیا کہ اجارہ نہ صرف شریعت اسلامی میں مشروع ہے بلکہ سابق امتوں میں بھی مشروع تھا۔ اسلامی شریعت میں ثبوت کے طور پر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے دلائل لے کر آئے ہیں۔ مصنف نے دلائل سے ثابت کیا کہ سمجھدار بچہ بھی عقد اجارہ کر سکتا ہے۔ اجیر خاص اور اجیر مشترک کے درمیان فرق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح خواتین کے کسب کے حوالے سے بھی بات کی ہے۔

(2) حكم الأجيرالمشترك في الفقه الإسلامي المقارن، ابراهيم علي الله، جامعة الأنبارللعلوم الإسلامية، رمادي، عراق، 2007ء

مصنف نے اعمال اور منافع میں اجیر مشترک کا حکم بیان کیاہے ،اجیر مشترک کی اجرت کاذکر بھی کیا ہے۔اجیر مشترک کے ارکان (اجارہ، مستاجر، صیغہ اجارہ، اجرت اور منفعت)، اجیر مشترک اور مستاجر کی صفات، اور فقہاء کے درمیان اختلاف کاذکر کیاہے۔ مصنف نے اس قول کو ترجیح دی کہ اجیر مشترک چاہے اجیر منافع پر ہو یا اعمال پر ضمان دینے کے حوالے سے احکامات برابر ہوں گے۔ مصنف نے کام کی تکمیل سے پہلے اجرت، اجیر کا حق بتلایاہے اور دلیل میں یہ حدیث کہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت کی ادا کرو، پیش کی ہے۔

الإجارة الواردة علي عمل الإنسان،شرف بن علي، طبع اول، دارالشرق، سعودي عرب، 1980-

اس میں مصنف نے اجارہ کے احکام اور عقد اجارہ سے متعلقہ احکامات کو بیان کیاہے۔اس کے علاوہ مزدوراور اس کی اجرت کو بھی سرسری طور پر بیان کیاگیاہے۔

(3) نظرية الأجور في الفقه الإسلامي، ڈاکٹر احمد حسن، طبع اول، دار اقرا، دمشق،2002ء۔

اس میں مصنف نے صرف مزدور کی اجرت اوراس سے متعلقہ مسائل کوبیان کیاہے۔مزدور کے حقوق وفرائض کو تفصیل سے بیان نہیں کیاہے۔

(4) علاقات العمل في الإسلام،عبدالرحمن بكر، المؤسسة الثقافية العمالية، قاهره،مصر، 1970ءاس میں مصنف نے عمل کی اسلامی بنیاد کو محل موضوع بنایاہے اور بعض احکامات کاذکر کیاہے۔

(5) مفهوم العمل وأحكامه العامة في الإسلام، طبع اول، مكتب العمل العربي، بغداد، 1983ء

اس میں مصنف نے محنت ومشقت کامفہوم اوراس کی اہمیت کو تعلیمات اسلامی کی روشنی میں بیان کیا۔مزدور کے حقوق وفرائض میں سے صرف نظریہ اجرت کووضاحت سے بیان کیاہے۔

(6) الوجيز في شرح قانون العمل، استاد بشير هدفي،دارالريحانة للكتاب، القبة، الجزائر، 2006ء

اس کتاب کے پہلے باب میں مصنف نے محنت ومشقت کے اسباب، خصائص اور مصادر کا ذکر کیا ہے۔ دوسرے باب میں معاشرے کی تعمیر میں محنت کے اثر کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اجرت اور ضمان کا ذکر بھی کیا ہے۔ کتاب کے تیسرے باب میں آجر واجیر کے اختلافات اس کی وجوہات اور حل کے طریقے ذکر کئے ہیں۔

(7) حقوق العمال وواجباتهم في الإسلام، علي بن عبدالله العاصي، **ایم اے کا مقالہ لکھا گیا ہے۔** المعهد العالي للقضاء، محمدبن سعود اسلامي یونیورسٹی میں 1984ء عبدالعظیم شرف الدین کی سرپرستی میں۔

اور جو کتب اردو زبان میں اس موضوع سے متعلقہ ملیں ان میں سے درج ذیل کتب قابل ذکر ہیں:

(1) **اسلامی معاشیات، پروفیسر عبدالحمید ڈار، پروفیسر محمد عظمت، پروفیسر میاں محمد اکرم، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، 2014ء۔**

اس کتاب میں مصنفین نے اسلام کے معاشی نظام کے تمام پہلوؤں کو بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ اسلامی معاشیات کی نوعیت، اخلاقی اقدار، معاشیات کے میدان میں مسلمانوں کا کردار، شراکت ومضاربت کے علاوہ اسلام کے نظریہ ملکیت میں اجارہ کی بحث کی ہے جس میں مزدور کے لئے اجرتوں کے تقرر اور معیار کو بیان کیا گیا ہے۔

میرا موضوع **"مزدور کے حقوق وفرائض فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین وقانون کی روشنی میں"** مندرجہ بالا کام سے ہٹ کر ہے۔

## تحقیق میں موجود خلا (Research Gap)

سابقہ تحقیقی کام میں جتنے بھی موضوعات ذکر کیے گئے ہیں مزدور کے حقوق وفرائض کو فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین وقانون کے حوالے سے ذکر نہیں کیا گیا بلکہ کسی ایک پہلو سے جائزہ لیا گیا۔ زیر نظر موضوع میں دونوں حوالے سے جائزہ لیا جائے گا کہ فقہ اسلامی کی روشنی میں مزدوروں کے حقوق وفرائض کیا ہیں اور پاکستانی آئین، قانون میں کیا حقوق وفرائض دیے گئے ہیں اور مزید بہتری کی گنجائش کس قدر پائی جاتی ہے۔

## تحدید موضوع (Limitation and Delimitation)

ہمارا موضوع صرف پاکستانی آئین وقانون میں مزدور کے حقوق وفرائض سے متعلق ہے اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان حقوق وفرائض کا تجزیہ وتقابلی مطالعہ کرنا ہے تاہم عالمی قوانین یا یورپی یونین میں جو مزدور کو حقوق دیے گئے ہیں وہ ہماری بحث کا حصہ نہیں ہیں۔

## مقاصدِ تحقیق(Research Objectives)

موضوعِ کو منتخب کرتے ہوئے درج ذیل مقاصد واہداف کا حصول ہے۔

1) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں محنت واجرت کے اصول وضوابط سے مستنبط مسائل کو ذکر کرنا۔

2) فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین و قانون میں مزدور کے حقوق وفرائض کو دریافت کرنا۔

3) پاکستانی آئین و قانون میں مزدور کے حقوق و فرائض کا فقہ اسلامی کی روشنی میں تجزیاتی و تقابلی مطالعہ پیش کرنا۔

4) پاکستان میں مزدور کے مسائل کو ذکر کرنا اور اور ان کے حل کے لئے ممکنہ صورتیں تلاش کرنا۔

## تحقیقی سوالات(Research Questions)

☆ فقہ اسلامی میں محنت واجرت کے اصول وضوابط کیا ہیں اور اسلامی معاشرے کی تعمیر وترقی میں مزدور کا کردار کیا ہے؟

☆ فقہ اسلامی اور پاکستانی آئین و قانون میں مزدور کے حقوق وفرائض کیا ہیں؟

☆ پاکستان میں مزدور کو کیا مسائل درپیش ہیں اور ان کے حل کی ممکنہ صورتیں کیا ہیں؟

## اسلوب تحقیق(Research Method)

زیر نظر مقالہ میں تجزیاتی وتقابلی اسلوب اپنایا گیا ہے۔

مزدور کے مقام ومرتبہ اور حقوق وفرائض کو قرآن مجید، کتب احادیث، سیرت، فقہ اور دیگر بنیادی مآخذ سے بیان کیا گیا ہے اور متعلقہ مواد کے تحت اس کا تجزیہ کرتے ہوئے اہمیت وافادیت، دروس واسباق بھی بیان کئے گئے ہیں۔ پاکستان کے آئین و قانون اور وقتاً فوقتاً جاری شدہ لیبر پالیسیوں سے بھی مزدور کے حقوق وفرائض کو بیان کیا گیا ہے اور فقہ اسلامی سے ان کا تقابل بھی کیا گیا ہے۔ پاکستان میں مزدور کے مسائل (جو کہ مختلف رپورٹس سمیت انٹرویوز کے ذریعے سامنے آئے) ذکر کیے ہیں، انہیں بھی بیان کیا گیا ہے اور پھر ان کے حل کی بھی سعی کی گئی ہے۔

# باب اول

## اسلام کا تصور محنت واجرت

فصل اول:  قرآن وسنت کی روشنی میں محنت واجرت کا تصور

فصل دوم: انبیاء کرام اور صحابہ کی زندگیوں میں محنت واجرت کا کردار

فصل سوم: اسلامی معاشرے کی تعمیر وترقی میں مزدور کا کردار

## فصل اول: قرآن وسنت کی روشنی میں محنت واجرت کا تصور

### مبحث اول: قرآن کریم کی روشنی میں تصور محنت واجرت

### مبحث دوم: احادیث کی روشنی میں تصور محنت واجرت

# مبحث اول: قرآن کریم کی روشنی میں تصور محنت واجرت

دین اسلام نے اس دنیا میں رہنے کے لئے پوری زندگی کا نظام دیا ہے اور وہ ذرائع رزق کو تمام بندگان خدا کا مشترکہ سرمایہ حیات سمجھتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان معاشرے کا ہر فرد اپنی معاشی ضروریات کے سلسلے میں خود محنت کر کے اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں نہ صرف خود کفیل ہو اور دوسرے شخص پر بوجھ نہ بنے بلکہ وہ حتی المقدور معاشرے کے ان افراد کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے جو معاشی انتظام و بندوبست کسی وجہ سے نہیں کر سکتے۔

اسلام نے معاشی میدان میں محنت و لگن سے کام کرنے والے کو سراہا ہے اگر اس کی محنت و مشقت احکام خداوندی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ہدایات کے مطابق ہو۔ محنت میں سچائی، ایمان داری، احساس ذمہ داری اور لگن نہ صرف حصول مال کا بنیادی ذریعہ بلکہ معاشرہ میں عزت و تکریم کا باعث بنتا ہے۔

اسلام نے جو مقام اور مرتبہ محنت کشوں اور مزدوروں کو دیا ہے وہ دنیا میں کسی اور نظریہ نے نہیں دیا مثلاً اگر ہم صرف اشتراکیت کا ہی جائزہ لیں تو اس کی ناکامی کے اسباب میں سے بنیادی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ اس نظریہ نے انفرادی ملکیت کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ آدمی صرف روٹی، کپڑا اور مکان کا مالک ہوتا ہے جبکہ باقی تمام پیداواری ذرائع حکومت وقت کے تصرف میں ہوتے ہیں۔ جبکہ اسلام نے انفرادی ملکیت کو اہمیت دیتے ہوئے ہر ایک کو کام اور محنت کرنے کی ترغیب دی۔ اور زمین پر انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے اس کی ذمہ داری لگائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین کو آباد کرے اور اس رزق کی تلاش میں سرگرداں رہے جو اللہ تعالیٰ نے مٹی میں چھپائے ہیں۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی انبیاء اس دنیا میں تشریف لائے انہوں نے دنیاوی گزر بسر کے لئے مختلف پیشے اپنائے، اور دنیا میں رہنے کا طریقہ بتایا۔ اسلام اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے محنت کشوں اور مزدوروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مزدور کی بڑی قدر کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں محنت کر کے اس کا عملی ثبوت دیا اور صحابہ کرام کو بھی ہمیشہ محنت و مشقت کی تلقین کی۔ اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں تصور محنت واجرت کیا ہے اور اس پر کس قدر زور دیا گیا ہے؟

## قرآن مجید میں تصور محنت

قرآن مجید میں سورۃ مزمل کی آیت نمبر 20 سے ہم محنت کی افادیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے ذکر کے ساتھ رزق کے حصول کے لئے تگ و دو کرنے والوں کا ذکر کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي ٱلْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَءَاخَرُونَ يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ ٢٠﴾[1]

---

[1] المزمل: 20/73

(اور (بعض) دوسرے لوگ زمین میں سفر کریں گے تاکہ اللہ کا فضل (رزق کی تلاش) کریں۔ اور بعض وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔)

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "**ومسافرين في الأرض يبتغون من فضل الله في المكاسب والمتاجر.**"[1]

(اور زمین میں سفر کرنے والے اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں کسب اور تجارت میں۔)

اس آیت سے محنت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں جہاد کا عطف محنت پر ہے کہ جیسے جہاد میں محنت وکاوش کرنی پڑتی ہے اسی طرح تلاش رزق بھی جان جوکھوں کا کام ہے۔ دونوں بقائے نفس کے لئے ضروری ہیں اور دشمن کے سامنے رسوائی سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔ علامہ آلوسی[2] اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"**ما من حال يأتيني عليه الموت بعد الجهاد في سبيل الله أحب إلي من أن يأتيني وأنا بين شعبتي رحلي، ألتمس من فضل الله، ثم تلا هذه الآية.**"[3]

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے بعد سب سے زیادہ اچھی موت میرے نزدیک یہ ہے کہ میں کجاوہ پر سوار ہو کے اللہ کا فضل تلاش کرنے نکلا ہوا ہوں اور اس حالت میں میری وفات ہو جائے، اس کے بعد یہی آیت تلاوت کی۔)

سورۃ الجمعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٩ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَٱبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِ ٱللَّهِ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ١٠﴾[4]

(اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان ہو جائے تو تم اللہ کی یاد کی طرف دوڑو اور لین دین چھوڑ دو، اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جب نماز ختم ہو جائے تو تم پھر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا

---

([1]) ابن کثیر، اسمٰعیل بن عمر دمشقی، (متوفی:774ھ)، تفسير القرآن العظيم، (بیروت، دار طیبہ، طبع ثانی، 1420ھ) 8/258۔

([2]) آپ کا نام محمود بن عبد اللہ بن محمود حسینی آلوسی ہے، ولادت بغداد میں 10 دسمبر 1802ء کو ہوئی۔ تفسیر روح المعانی کی تصنیف کے بعد آپ مشہور ہوئے۔ ان کی وفات 1854ء میں بغداد میں ہی ہوئی۔

([3]) آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ حسینی، روح المعاني (بیروت: احیاء التراث العربی، طبع اول، 2002ء، 29/114۔

([4]) الجمعة: 62/10

ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے نمازجمعہ کی ادائیگی کے بعد اپنے فضل کی تلاش یعنی خرید وفروخت کرکے محنت ومشقت کا حکم دیاہے۔اور نمازجمعہ کی ادائیگی کے بعد تجارت کرناباعث خیر وبرکت ہے۔علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:"من باع واشترى في يوم الجمعة بعد الصلاة، بارك الله له سبعين مرة"[1]

(جس شخص نے نمازجمعہ کے بعد خرید وفروخت کی تو اللہ تعالی اس کے رزق میں ستر بار برکت عطافرمائے گا)

## دن کمائی کا ذریعہ

اللہ تعالی نے جیسے رات کو سکون حاصل کرنے کے لئے بنایا اسی طرح دن کو حصول رزق کے لئے بنایا، سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿وَجَعَلْنَآ ءَايَةَ ٱلنَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُواْ فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ﴿١٢﴾﴾[2]

(اور ہم نے دن کی نشانی کوروشن بنایاتاکہ تم اپنے رب کے فضل کو تلاش کرو۔)

اس آیت میں فضل سے مراد رزق کی تلاش میں جستجو کرناہے جیساکہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: لتبتغوا فضلا من ربكم ( يريدالتصرف في المعاش)[3]

(تاکہ تم اپنے رب کے فضل کو تلاش کرو، سے مراد روزی کی تلاش میں تگ ودو کرناہے)

اسی طرح دوسری جگہ پر ارشادہے:

﴿وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَجَعَلْنَا ٱلنَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾﴾[4]

(اوررات کوپردہ بنایااور ہم نے دن کو کمائی کرنے کے لئے بنایا۔)

اس آیت میں معاش سے مراد اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے مشقت اٹھانی ہے۔

امام بغوی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (جعلنا النهار سببًا للمعاش والتصرف في المصالح۔)[5]

(ہم نے دن کو معاش کے لئے سبب بنایااور ضروریات کو پورا کرنے کا سبب بنایا۔)

اگر ہم ان آیات میں غور کریں تو اس بات کا پتہ چلتاہے کہ یہ بھی اللہ تعالی کا فضل اور انعام ہے کہ اس نے ہر انسان

---

([1]) ابن کثیر دمشقی،تفسير القرآن العظيم،8/123۔

([2]) الاسراء:17/12

([3]) ابوعبداللہ قرطبی ،الجامع لأحكام القرآن،(ریاض:دارعالم الکتاب،،1423ھ)10/228۔

([4]) النباء: 78/11،10

(5) بغوی، حسین بن مسعود،(متوفی:510ھ)،معالم التنزيل(بیروت،دارطیبہ ،طبع چہارم،1417ھ)8/312۔

کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ دن کے وقت کام اور رات کے وقت آرام کرنا ہے۔ ورنہ انسان کے ہاتھ میں اگر اختیار چلا جاتا کہ جب مرضی کام کرے اور جب مرضی آرام کرے تو کوئی انسان اس بات کو ترجیح دیتا کہ وہ دن کو کام کرے اور رات کو آرام کرے۔ اور کوئی چاہتا کہ رات کو کام کرنے کو ترجیح دے اور دن کو سوئے تو اس صورت میں یقینا نظام زندگی درہم برہم ہو جاتا اور زندگی کا سکون ختم ہو جاتا۔ اس لئے اللہ تعالی نے انسانی طبیعت کا حصہ بنادیا کہ وہ رات کو سکون حاصل کرے اور دن کو محنت مزدوری کرے۔ اور یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ جو لوگ فطرت سے ہٹ کر چلتے ہیں رات کو دیر تک جاگ کر بازار میں وقت گزارتے ہیں اور دن کو آرام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کی زندگی میں سکون ختم ہو جاتا ہے اور مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

دوسری جگہ پر فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَمِن رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾﴾ (1)

(اور اللہ کی رحمت میں سے ہے کہ اس نے رات اور دن کو تمہارے لئے بنایا تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور اس کے فضل کو تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بندے بنو۔)

علامہ طبری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وَجَعَلَ هَذَا النَّهَارَ ضِيَاءً تُبْصِرُونَ فِيهِ ، فَتَتَصَرَّفُونَ بِأَبْصَارِكُمْ فِيهِ لِمَعَايِشِكُمْ ، وَابْتِغَاءَ رِزْقِهِ الَّذِي قَسَّمَهُ بَيْنَكُمْ بِفَضْلِهِ الَّذِي تَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ۔ (2)

(اور اللہ تعالی نے دن کو روشن بنایا جس میں تم دیکھ سکتے ہو اور گزر بسر کرنے اور اور اس کے دیے ہوئے اس رزق کو تلاش کرنے کے لئے جو اس نے اپنے فضل سے تمہارے درمیان تقسیم کیا اس پانے کے لئے تم گھومتے پھرتے ہو)

اس آیت میں رات کا ذکر دن سے پہلے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کے وقت محنت و مشقت سے کام وہی کر سکتا ہے جس نے رات کو سکون کیا ہو اگر رات کو نیند نہ کی ہو تو اس کے لئے دن کو کام کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

## قرآن مجید میں تلاش رزق کا حکم

سورۃ الملک کی آیت نمبر ۱۵ میں ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ ذَلُولًا فَٱمْشُوا۟ فِى مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا۟ مِن رِّزْقِهِۦ ۖ وَإِلَيْهِ ٱلنُّشُورُ ﴿١٥﴾﴾ (3)

(وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم و مسخر کر دیا، سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو، اور اس کے (دیئے

---

(1) القصص: 73/28

(2) طبری، محمد بن جریر، جامع البیان في تفسير القرآن، (بیروت: مکتب التحقیق، دار ہجر. طبع اول) 18/ 306۔

(3) الملك: 15/67

ہوئے) رزق سے کھاؤ، اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) اٹھ کر جانا ہے۔)

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: فسافروا حيث شئتم من أقطارها، وترددوا في أقاليمها وأرجائها في أنواع المكاسب والتجارات[1]

(پس تم جہاں چاہوں زمین کے اطراف واکناف میں کمانے اور تجارت کے لئے سفر کرو)

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے انعامات کی جھلک دکھلائی ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا اور ایک جگہ پہ ٹھہرنے والی اور سکون والی بنا دیا۔ پہاڑوں کے ساتھ اسے مضبوط کر دیا، تمہارے لئے اس میں چشمے بنائے تا کہ تم اپنے لئے، جانوروں کے لئے، کھیتوں کے لئے اور پھلوں کے لئے پانی حاصل کر سکو۔ اور زمین میں اس مالک کائنات نے تمہارے لئے مختلف راستے بنا دیے تا کہ تم اس کے اطراف واکناف میں سفر کرو اور کسب مال کے لئے بھاگ دوڑ کرو اور اور اس کے وسیع رزق سے کھاؤ پیؤ۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حصول رزق کے لئے بھاگ دوڑ کرنا توکل علی اللہ کے خلاف نہیں کیونکہ توکل کا مفہوم وہ نہیں جو بعض لوگوں کے ہاں سمجھا جاتا ہے کہ تمام اسباب ووسائل کو چھوڑ کر آدمی بیٹھ جائے اور غیب سے اسے رزق ملتا رہے۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ آدمی مال کے ساتھ دل نہ لگائے اور ضرورت سے زیادہ مال کے درپے نہ ہو اور جو کچھ ملے وہ حق تعالی کی جانب سے عطاء سمجھے اور اسباب کو نہ ہی مؤثر سمجھے اور نہ ہی ان پر اعتماد کرے اور دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا نہ ہو بلکہ خالق دنیا سے دل لگی ہو۔

## قرآن مجید میں تصور اجرت

اجرت عقد اجارہ میں ارکان اجارہ میں سے ہے، اور یہ کام کے بدلے میں اجیر کو ملتی ہے۔ اسی لئے شریعت نے آجر کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ اجیر سے کام کروانے کے بعد اجرت کی ادائیگی میں تاخیر نہ کرے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تھا جب ان کی بیٹیاں کنویں پر آئی تھیں۔ پانی پلانے کے بعد جب آپ علیہ السلام وہیں تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی آئی اور جو کہا قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا:

﴿قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ ﴿٢٥﴾﴾[2]

(بیشک میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ وہ آپ کو اس (محنت) کا معاوضہ دیں جو آپ نے ہمارے لئے (بکریوں کو) پانی پلایا ہے۔)

---

([1]) ابن کثیر دمشقی، تفسير القرآن العظيم، 8/179۔

([2]) القصص: 28/25

علامہ طبری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **يُثِيبَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا.**[1]

(تاکہ آپ کو بدلہ دیں بطور اجرت جو آپ نے ہمارے لئے پانی پلایا)

اس آیت کریمہ میں "یَدْعُوكَ " کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اجیر (مزدور) کو نہ صرف اجرت دی جائے بلکہ اجرت فوراادا کی جائے تاکہ مزدو کو خود اجرت طلب کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اجیر کو اس کے عمل کی اجرت فوراادا کر دینی چاہئے۔

قرآن مجید میں جہاں ماں کے دودھ پلانے کا ذکر آیا ہے وہاں سے ہم باقی مسائل بھی اخذ کرسکتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ﴿٢٣٣﴾﴾[2]

(اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو برس پورے، اس کے لئے جو چاہے پورا کرنا دودھ کی مدت کو۔ اور اس پر جس کا لڑکا ہے ان کا کھانا اور کپڑا ہے دستور کے مطابق۔ تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی طاقت کے مطابق نہ تکلیف دی جائے ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو جس کا لڑکا ہے اس کے بچہ کی وجہ سے۔)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ مغنی کہتے ہیں:"**وكأن الكسوة عرفا وهي كسوة الزوجات، وللإطعام عرفا وهو الإطعام في الكفارات فجاز إطلاقه**"[3]

(کسوۃ کا مفہوم معلوم ہے جس سے مراد بیویوں کو کپڑے پہنانا مراد ہے اور کھانا کھلانا بھی۔ اور اطعام سے مراد وہ کھانا کھلانا مراد ہے جو مختلف قسم کے کفاروں میں کھلایا جاتا ہے۔ تو اس کا اطلاق باقی چیزوں پر بھی کیا جاسکتا ہے۔)

اجیر کو کپڑے دینے کے معاملے میں مستاجر کو چاہئے کہ وہ اجیر کے کام کی نوعیت کو مد نظر رکھے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسے بھی مزدور ہوتے ہیں جو اہل محنت سے ہوتے نہیں اور کام کے دوران ان کے کپڑوں کے پھٹ جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ بہتر ہے مستاجر اجیر کو ایک سردی میں اور ایک گرمی میں پہننے کے لئے سوٹ فراہم کیا کرے۔

اسلامی نظریہ محنت جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ سب سے پہلے اسلام فرد کے معاشی جدوجہد میں حصہ لینے پر بھرپور زور دیتا ہے۔ پھر پیشوں کے انتخاب میں (سوائے شرعی طور پر ممنوع) کوئی پابندی نہیں لگاتا اور ہر شخص جو شرعی حدود میں رہ کر محنت کرتا ہے اس کو اس کے پیشہ کی وجہ سے ذلیل (Degrade) نہیں کرتا۔

---

([1]) طبری ،جامع البيان في تفسير القرآن،18/ 208۔

([2]) البقرۃ:2/233

([3])ابن قدامہ، احمد بن محمد، **المغنی لابن قدامہ**،(بیروت: دارالکتاب العربی، 1972ء)،6/69۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [1]

(اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۔)

اس آیت کریمہ کی رو سے انسانوں کا مقصد تخلیق اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم بڑا وسیع ہے چنانچہ معاشی میدان میں خواہ جسمانی محنت ہو یا ذہنی کاوش، اگر وہ یہ جدوجہد احکام خداوندی اور حضور اکرم ﷺ کی ہدایات کے مطابق کرتے ہیں تو یہ بھی عبادت شمار ہوگی۔ محنت میں ایمانداری، سچائی اور احساس ذمہ داری نہ صرف حصول مال کا ذریعہ اور معاشرہ میں عزت و تکریم کا باعث ہوگا بلکہ اللہ تعالی کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بھی ہوگا اور آخرت میں اجر و ثواب ملنے کی ضمانت بھی۔

اگر قرآن مجید کی تعلیمات کو دیکھیں تو ہمیں مقصد تخلیق انسانیت میں یہ چیز نظر آتی ہے کہ ہمیں خالق نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور عبادت صرف نماز روزے کا نام نہیں ہے عبادت سے مراد ہر وہ عمل ہے جو اللہ تعالی کو راضی کرنے کے لئے سچائی اور خلوص کے ساتھ سرانجام دیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم میں کام کرنے اور دنیاوی زندگی کے شب و روز گزارنے کے لئے انسان کو محنت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دنیا میں اللہ تعالی نے ہر ایک کو دنیاوی کام کی بجا آوری کیلئے دوسرے کا محتاج بنایا ہے اور ہر آدمی حصول روزگار کے لئے جب تک محنت نہیں کرے گا اس کے حصے کا رزق اسے نہیں ملے گا۔

## قرآن کریم کی روشنی میں مقررہ اجرت سے کم دینا گناہ ہے

مزدور کے ساتھ جو اجرت طے ہو جائے اس سے کم دینا گناہ ہے۔ آجر و اجیر پر لازم ہے کہ دونوں معاہدہ کے مطابق ایک دوسرے سے برتاؤ کریں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

وہ (دوسروں کا مال کھانے والے) درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ جو لقمے حلق سے نیچے اتر رہے ہیں یہ حقیقت میں آگ کے انگارے ہیں، اگرچہ دیکھنے میں وہ روپیہ پیسہ اور مال و دولت نظر آرہا ہے۔ کیونکہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرکے اور اللہ کی معصیت اور نافرمانی کرکے یہ پیسے حاصل کئے گئے ہیں۔ یہ پیسے اور یہ مال و دولت دنیا میں بھی تباہی کا سبب ہے، اور آخرت میں بھی تباہی کا ذریعہ ہے۔ اور یہ کم ناپنا اور کم تولنا صرف تجارت کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔ بلکہ کم ناپنا اور کم تولنا اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو امام المفسرین ہیں، سورۃ المطففین کی

---

[1] (الذٰریات:51/56)

ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شدة العذاب يومئذ للمطففين من الصلوة والزكاة والصيام وغير ذلك من العبادات."

(یعنی قیامت کے روز سخت عذاب ان لوگوں کو بھی ہوگا جو اپنی نماز، زکوۃ اور روزے اور دوسری عبادات میں کمی کرتے ہیں۔)

اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں کوتاہی کرنا، اس کو پورے آداب کے ساتھ ادا نہ کرنا بھی تطفیف کے اندر داخل ہے۔[1]

لہذا کسی طرح کی ڈنڈی مارنا خلاف شریعت ہے چاہے وہ تطفیف عبادات میں ہو یا معاملات میں۔ مزدور کو اس کے حق سے محروم کرنا چاہے وہ حق کی ناتلفی مکمل اجرت روک لینے کی صورت میں ہو یا جزوی طور پر اجرت سے تخفیف کرکے، دونوں صورتیں تطفیف میں آتی ہیں جو کہ شرعاً ٹھیک نہیں ہیں۔ آج جب مزدور کی اجرت کو کھا جاتا ہے وہ حقیقت میں آگ کے انگارے کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہوتا ہے۔ اگرچہ دیکھنے میں وہ مال و دولت بچا رہا ہوتا ہے لیکن وہ مال و دولت جو اللہ تعالی کے حکم کی خلاف ورزی کرکے اور اس کی معصیت اور نافرمانی کرکے کمائی گئی ہو، وہ مال و دولت دنیا میں بھی تباہی کا سبب ہے اور آخرت میں بھی تباہی کا ذریعہ ہے۔

---

([1]) عثمانی، مفتی محمد تقی، **حقوق العباد اور معاملات**، مرتب: محمد اسحاق ملتانی (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1426ھ)ص:274،273

## مبحث دوم: احادیث کی روشنی میں تصور محنت واجرت

محنت چاہے جسمانی ہو جیسے مزدور، کسان، لوہار، کارپینٹر وغیرہ کرتے ہیں، یا دماغی ہو، جیسے استاد، وکیل، ڈاکٹر، پروفیسر اور کلرک وغیرہ کرتے ہیں دونوں طرح کی محنت کی اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ وہ لوگ جو اپنا پسینہ بہا کر اپنی روزی روٹی کماتے ہیں انکو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو دوسروں کی جیبوں کو تکتے رہتے ہیں۔ اسلام نے جو مقام مزدور کو دیا آج کا جدید معاشرہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسلام نے مزدور کو وہی مقام ومرتبہ دیا ہے جو ایک سربراہ مملکت کو حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کا ثبوت اللہ تعالی کے انبیاء ہیں، جو اس دنیا میں اپنے اخلاق وکردار، عزت وشرافت اور مقام ومرتبہ میں سب سے بلند تھے۔ انہوں نے خود محنت اور مزدوری کی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کمائی تھی۔ اسی لئے حدیث شریف میں انسان کے لئے سب سے بہترین کھانا وہی قرار دیا گیا ہے جو وہ ہاتھ سے کما کر کھاتا ہے۔

اسلام میں تصور "محنت" بہت وسعت رکھتا ہے اسے صرف حصول زر کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہئے۔ اور اس لفظ کو صرف جسمانی یا ظاہری مشقت تک محدود نہیں رکھنا چاہئے اس لفظ کا اطلاق ذہنی وعقلی استعدادات کے خرچ کرنے پر بھی ہونا چاہئے۔ ایک اور چیز جس کی طرف ڈاکٹر صاحب نے اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ محنت اگرچہ ایک وکیل بھی کرتا ہے اپنے دلائل دیتے ہوئے پسینہ سے تر بھی ہو جاتا ہے لیکن اسے ہم محنتی تو کہہ سکتے ہیں لیکن مزدور نہیں۔ کیونکہ مزدور کی اصطلاح اس شخص کے لئے استعمال کی جاتی ہے جس کے گھر کا چولہا بہت مشکل سے چلتا ہو جبکہ وکیل کا چولہا تو کبھی بجھتا ہی نہیں ہے۔ اس لئے اسے ہم مزدور نہیں کہیں گے۔ کسی آدمی کو ایسا پیشہ اختیار کرنے کی بناء پر جو کہ معاشرہ میں حقیر سمجھا جاتا ہے کمتر یا حقیر انسان سمجھنا شریعت اسلامیہ کی روشنی سے باطل اور مردود ہے۔ حلال کی کمائی کے حصول کے لئے کوئی بھی پیشہ اختیار کیا جا سکتا ہے آج کل بے روزگاری کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے معاشرے میں چھوٹا موٹا کاروبار کرنا ہر کوئی اپنے لئے عیب سمجھتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوشش بسیار کے باوجود ایک اچھا الیکٹریشن، ایک ایماندار پلمبر اور مستری تک ہمیں نہیں ملتا کیونکہ لوگ ان جیسے پیشوں کو حقیر سمجھ کر قریب نہیں آتے، بے روزگار یا معاشرتی جرائم میں خود کو دھکیل دیتے ہیں لیکن حلال کی کمائی کے لئے محنت کرنا اپنے لئے گراں سمجھتے ہیں۔

نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.))[1]

(کوئی ایک ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھاتا اور بیشک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔)

---

([1]) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاري ، کتاب البیوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، (بیروت: دار الطوق النجاۃ، 1422ھ، طبع اول) رقم الحدیث: 2072۔

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ہے: ((خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الْعَامِلِ إِذَا نَصَحَ.))[1]

(بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے جبکہ وہ خیر خواہی اور خلوص سے کام کرے۔)

## طلب حلال کو فرض اور بہترین عمل قرار دینا

حدیث شریف میں ہے: ((طَلَبُ كَسْبِ الْحَلالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ.))[2]

(حلال کی کمائی طلب کرنا بھی فرض ہے فرض کے بعد۔)

اس حدیث کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ حلال کمانا عین عبادت اور فرائض کی تکمیل کا باعث ہے۔ اگر حلال کا لقمہ پیٹ میں نہ گیا تو دوسری عبادات بھی قبول نہیں ہو نگی۔ کیونکہ عبادت کا معنی اسلام میں فرضی عبادات تک محصور نہیں ہے جیسے روزہ اور نماز، بلکہ عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے اور وہ آدمی کے تمام اعمال پر مشتمل ہے۔ اگر انسان کا کام معبود کی طلب کے مطابق ہے تو وہ کام طاعت میں یا عمل صالح میں شمار کیا جائے گا اور اگر اس کا عمل معبود کی طلب کے مخالف ہے تو وہ کام معصیت یا عمل غیر صالح شمار کیا جائے گا۔

اسی طرح حضرت سعید بن عمیر رضی اللہ عنہ مرسلا روایت کرتے ہیں کہ:

((أَنَّه سُئِلَ أَيُّ كَسْبِ الرَّجُلِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ.))[3]

(نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آدمی کی سب سے پاکیزہ کمائی کون سی ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کمانا۔)

حدیث شریف میں ہاتھ سے کمانے کو بہترین روزی قرار دیا گیا ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب اپنے والد سے سنا ہوا ایک واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہاتھ سے کمانا اللہ تعالی کو کتنا پسند ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی بڑے اونچے درجے کے ولی اللہ، فقیہ اور محدث اور صوفی تھے۔ ان کو اللہ تعالی نے بڑے بڑے درجات عطا فرمائے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب میں حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے بڑا اکرم

---

([1])صحيح بخاري، رقم الحديث: 8412۔

([2])بیہقی، احمد بن حسین بن علی، شعب الإيمان، (ریاض: مكتبة الرشد للنشروالتوزيع، طبع اول، 2003ء 11/ 175، رقم الحدیث: 8367، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ عباد بن کثیر رملی مجتہدین کے نزدیک ثقہ راوی نہیں ہے۔ صحيح وضعيف الجامع الصغير، 17/ 206۔

([3])احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمدبن حنبل، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ، حدیث نمبر 17304، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے صحيح وضعيف الجامع الصغير ج5، ص453

فرمایا اور بہت کچھ نوازشیں فرمائیں۔ لیکن میرے گھر کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا، اس لوہار کو اللہ تعالی نے جو مقام بخشا وہ ہمیں نصیب نہ ہو سکا۔ جب اس شخص کی آنکھ کھلی تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ پتا کرنا چاہئے کہ وہ کون لوہار تھا اور وہ کیا عمل کرتا تھا کہ اس کا درجہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے بھی آگے بڑھ گیا۔ چنانچہ وہ شخص حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی کے محلے میں گیا اور معلومات کیں تو پتہ چلا کہ واقعۃ ان کے گھر کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا اور اس کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ اس کے گھر جا کر اس کی بیوی سے پوچھا کہ تمہارا شوہر کیا کام کرتا تھا؟ اس نے بتایا کہ وہ تو لوہار تھا اور سارا دن لوہا کوٹتا رہتا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ اس کا کوئی خاص عمل اور خاص نیکی بتاؤ جو وہ کیا کرتا تھا۔ اس لئے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی فرمارہے ہیں کہ اس کا مقام ہم سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ وہ سارا دن تو لوہا کوٹتا رہتا تھا، لیکن اس کے دل میں حسرت تھی کہ وہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی طرح رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھے لیکن سارا دن کام کرنے کی وجہ سے تھکاوٹ سے سو جاتا اور تہجد پڑھنے کی نوبت نہ آتی۔[1]

مندرجہ بالا واقعہ سے دو چیزیں بطور سبق ملتی ہیں ایک یہ کہ ہاتھ سے حلال کی کمائی کی وقعت و مرتبہ عند اللہ بہت زیادہ ہے۔ اگرچہ اس لوہار کے پاس عمل صالح کی کثرت نہ تھی لیکن اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت کو اپنا کر لوہا کوٹنے کا کام کرتا تھا جو اللہ تعالی کو بہت پسند آیا اور وقت کے ولی سے بھی اسے اعلی رتبہ ملا۔ دوسرا سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ عمل صالح کرنے کی خواہش انسان میں زندہ رہنی چاہئے۔ اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی نیک کام نہیں کر سکتا تو اللہ تعالی اس کی اچھی نیت کا ثواب اسے عطا فرما دیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عملی طور پر بھی ان لوگوں کو عزت دی جو محنت کرتے تھے۔ حضرت انس روایت کرتے ہیں:

((إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيْ الْقَصْعَةِ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.))[2]

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک درزی نے نبی اکرم ﷺ کو کھانے کی دعوت کی اور میں بھی ساتھ تھا، جو کی روٹی اور سالن آپ کے سامنے لایا گیا جس میں خشک گوشت کی بوٹیاں اور کدو کے ٹکڑے شامل تھے اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرمارہے تھے۔ اس لئے میں اس دن سے کدو کو ہمیشہ محبوب رکھتا ہوں۔)

---

([1]) عثمانی، مفتی تقی، **اصلاحی خطبات**، (کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، 1999ء)، 10/204، 203

([2]) محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاري، رقم الحدیث: 2092۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے جسے حضرت کعب بن عجرہ روایت کرتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلا مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ،فَرَأَى أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَلَدِهِ وَنَشَاطِهِ مَاأَعْجَبَهُمْ،فَقَالُوا:يَارَسُولَ اللَّهِ،"لَوْ كَانَ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ،فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ يَسْعَى عَلَى وَلَدِهِ صِغَارًا فَهُوَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهِ لِيَعِفَّهَا فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَهْلِهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى تَفَاخُرًا فَفِي سَبِيلِ الشَّيطَانِ.))[1]

(ایک شخص کا گزر نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ہوا تو صحابہ کرام کو اس کی جسمانی حالت (مٹی میں الٹ پلٹ ہونے کی وجہ سے) دیکھ کر تعجب ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول کیا ہی اچھا ہو تا اگر اس کی یہ حالت اللہ کے راستے میں ہوتی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر یہ گھر سے نکلا ہے کہ محنت کر کے اپنے چھوٹے بچوں کا پیٹ پالے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ اسی طرح اگر بوڑھے والدین کے نکلا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے۔ اور اگر اپنا پیٹ پالنے کے لئے نکلا ہے تب بھی اللہ کی راہ میں ہے۔ اور اگر دکھلاوے اور فخر کرنے کے لئے نکلا ہے تو پھر شیطانی راہ پہ ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محنت کر کے گھر والوں کے لئے حلال کمانا بھی ایک جہاد ہے۔

احادیث میں جہاں محنت اور مزدوری کا تذکرہ ملتا ہے، وہیں یہ حکم بھی ہے کہ اگر آپ کسی سے مزدوری لیتے ہیں تو نہ صرف اس کی پوری مزدوری ادا کریں بلکہ مقرر کردہ اجرت مزدور کو جلدی دیں۔

جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ.))[2]

(مزدور کو اس کی مزدوری دو اسکا پسینہ خشک ہونے سے پہلے۔)

اس حدیث میں ایک باریک نقطہ پایا جاتا ہے کہ "أعطوا الأجير أجره" فرمایا نہ کہ أعطوا الأجيرأجرا، اس سے معلوم ہوا کہ مزدور کو صرف اجرت نہیں بلکہ اس کے کام اور محنت کے مطابق پورا پورا حق اور معاوضہ دیا جائے۔ اور اجرت بھی اتنی ہونی چاہیے کہ اس کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ کیونکہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ مزدور اس ڈر سے خاموش رہتا ہے اور کم اجرت لینے پر اکتفاء کرلیتا ہے کہ اگر میں بولا تو جو اجرت مجھے مل رہی ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ اسی لیے آجر کو ہی بذات خود اس چیز کا خیال رکھنا پڑے گا کہ کہیں میں کم مزدوری دے کر اجیر کے ساتھ زیادتی تو نہیں کر رہا۔

---

([1]) طبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الأوسط**، دارالحرمین، قاہرہ، 1415ھ رقم الحدیث: 2835۔

([2]) قزويني، **محمد بن يزيد** ، سنن ابن ماجه، (بيروت: مكتبة أبي المعاطي) رقم الحدیث: 2443، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ، 5/443۔

علامہ یوسف قرضاوی کے نزدیک مزدور کو اجرت دینے میں کسی قسم کی تاخیر نہیں کرنی چاہئے، جیسے ہی مزدور مقررہ کام سے فارغ ہو تو بغیر کسی تعطل کے اسے مقررہ اجرت دینی چاہئے، چاہے اس کا پسینہ بہے یا نہ بہے یا بہہ کر خشک ہو چکا ہو۔ اسی طرح مزدور پر بھی واجب ہے کہ جو کام ذمہ لگایا گیا ہو اس میں کسی قسم کی ٹڈی نہ مارے اور نیک نیتی سے کام کرے۔ شیخ قرضاوی صاحب لکھتے ہیں:

((وقال ﷺ: أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه، وهو كناية عن وجوب المبادرة بالأجرة عقب فراغ العمل إذا طلب، وإن لم يعرق بالفعل، أو عرق وجف قال العلماء في تعليل ذلك: لأن أجره عمالة جسده، وقد عجل منفعته، فإذا عجلها استحق التعجيل للأجر وإنما يستحق العامل أجره إذا أداه على الوجه المطلوب والمتفق عليه بينه وبين من استأجره، فالمسلمون عند شروطهم، إلا شرطا حرم حلالاً، أو أحل حراما. فأما إذا تخلف عن العمل بلا عذر، أو أداه على غير وجهه عامدا، فينبغي أن يحسب ذلك عليه، إذ كل حق يقابله واجب، وما دام له حق الأجرة مستوفاة فعليه واجب العمل مستوفي كذلك.))[1]

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مزدور کو اس کی اجرت دو اس سے پہلے کہ اس کا پسینہ خشک ہو جائے۔ یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ کام کرنے کے بعد اجرت جلدی ادا کی جائے اگرچہ بالفعل پسینہ نہ بہے یا بہہ کر خشک ہو جائے۔ علماء نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ مزدور کی اجرت اس کی جسمانی طاقت کی وجہ سے ہے تو جب اس نے اپنی طاقت صرف کر دی تو اب وہ اجرت کا مستحق قرار پائے گا۔ جتنی اجرت کا آجر و اجیر کے درمیان معاہدہ ہوا اور تمام مسلمانوں پر مقررہ شرائط پر عمل کرنا لازم ہے سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔ اور جب مزدور مکمل کام نہیں کرتا کسی مجبوری کی بناء پر یا جان بوجھ کر کوئی کمی چھوڑ دیتا ہے تو اس حساب سے اس کو اجرت بھی کم ملے گی۔ کیونکہ مزدور پر بھی مکمل کام کرنا واجب تھا اور مکمل اجرت لینا اس کا حق تھا۔ لہذا وہ اپنے فرض کی ادائیگی کی مقدار کے مطابق اپنے حق اجرت کا مستحق ہو گا۔)

علامہ قرضاوی کی اس عبارت سے دو چیزیں واضح ہوئیں، ایک یہ کہ حق اجرت جلد از جلد ادا کیا جائے۔ اور دوسری بات یہ کہ مزدور پر بھی کچھ فرائض ہیں جن کی ادائیگی اس پر لازم ہے، جیسے کام مکمل کرنا اور بیچ میں بدنیتی نہ لانا۔

اجرت کا تعین عادلانہ ہونا چاہئے یعنی اتنی اجرت کم از کم دی جائے کہ وہ باعزت زندگی گذار سکے۔ ہمارے معاشرے میں عام مزدوروں کا بالعموم اور گھریلو ملازمین کا بالخصوص یہ حق تلف کر دیا جاتا ہے انہیں اتنی اجرت نہیں ملتی کہ وہ باوقار طریقے سے زندگی گذار سکیں۔ اس پسماندہ طبقہ سے تعلق رکھنے والوں سے بعض اوقات ایسا برتاؤ کیا جاتا ہے کہ اجرت تو دور کی بات، ان سے جانوروں والا سلوک کیا جاتا ہے۔ ہم آئے روز اخبارات و ٹی وی کے ذریعے ایسی خبروں سے آگاہ ہوتے رہتے ہیں جن میں مزدوروں پر تشدد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مزدور کے حق اجرت کے بارے اسلام کی تاکید اس قدر سخت ہے کہ مزدور کو حق اجرت نہ صرف ادا کیا جائے بلکہ اسے مالک یا آجر خود ادا کرے اور مزدور کو اجرت طلب ہی نہ کرنا پڑے جیسے

---

([1]) قرضاوی، ڈاکٹر یوسف، دورالقیم، (دمشق: دارالقلم، طبع دوم، 1993ء) ص: 373۔

حضرت موسی علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام نے حق اجرت عطا کرنے کے لئے خود طلب کیا تھا۔ مزدور سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کے علاوہ بقدر استطاعت کام لیا جائے، اوران کی چھوٹی موٹی غلطی سے چشم پوشی کی جائے۔

## محنت ومزدوری بخشش کا ذریعہ

محنت اور مزدوری کرکے کما کر کھانے والا اگرچہ بظاہر دنیاوی کام کاج میں مشغول نظر آتا ہے لیکن اللہ تعالی کے ہاں اس کی طلب حلال کی جستجو کو اتنی پذیرائی ملتی ہے کہ جب وہ شام کو لوٹتا ہے تو بخشش کا پروانہ تھام کے رات کو سوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

((مَنْ أَمْسَى كَالًّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ أَمْسَى مَغْفُورًا لَهُ .))[1]

(جس نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ مزدوری کرتے ہوئے تھک کر شام کی تو اس نے شام بخشش کے ساتھ کی۔)

## مزدور کے حقوق کی جواب دہی

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : قَالَ اللَّهُ ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ.))[2]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے مخاصمت کروں گا، ایک وہ آدمی جس نے میری قسم کھا کر کوئی عہد کیا پھر اس عہد کو توڑ دیا۔ دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ آدمی جس نے مزدور کو اجرت پر طلب کیا اس سے کام پورا لیا اور اس کو اجرت نہیں دی۔)

شریعت میں اجرت مکمل دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ مناسب اجرت دی جائے اجیر کی مجبوری سے سے فائدہ اٹھا کر کم اجرت مقرر کرنا شریعت میں ممنوع ہے۔

حکومت یا اس کے متعلقہ اداروں کے لئے صرف اتنا کافی نہیں کہ وہ مزدور کی اجرت طے کرکے بیٹھ جائیں اور باقی چیزوں کو کنٹرول نہ کریں ۔ یہ ضروری ہے کہ اشیاء خوردونوش کے علاوہ باقی اشیاء پر بھی حکومتی کنٹرول ہو۔ کیونکہ طلب ورسد میں اگر کم فرق بھی ہو تو برداشت کیا جاسکتا ہے لیکن زیادہ اضافہ نہ صرف حکومت کو تباہ کر دیتا ہے بلکہ اس کے معاشی اثرات بہت حد تک خطرناک نکلتے ہیں۔ مہنگائی کا ایسا طوفان آجاتا ہے کہ مزدور کم سے کم اجرت پر بھی مزدوری کرنے کو تیار ہو

---

([1]) طبرانی، المعجم الأوسط، رقم الحديث: 7520، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ سند میں ابراہیم بن سلم سماع میں اکیلا ہے، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة، 2626، ج6، ص132

([2])صحيح بخاري، حدیث نمبر: 2227

جاتاہے کیونکہ اسے خدشہ ہوتاہے کہ اگر مزدوری نہ ملی تو گھر کا چولہا ٹھنڈا ہو جائے گا اس لئے وہ چاروناچار مجبوری کی وجہ سے کام کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کارخانے دار مزدوروں کی طلب زیادہ ہونے کی وجہ سے اجرتیں کم دیتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہوتاہے کہ اگر ایک مزدور بھاگ گیا تو دوسرا آجائے گا۔ بلکہ بعض اوقات تو مزدور خود جاکر کہتاہے کہ آپ فلاں کو اتنے دے رہے ہیں میں اس سے کم اجرت پر کام کرنے کو تیار ہوں۔ اس معاملہ کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مزدوری کرنے والے بہت ملتے ہیں، رسد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اجرت بہت کم ملتی ہے۔ ہمارے ملک میں چونکہ مزدور بہت زیادہ ملتے ہیں تو کم اجرت پر ہم ہائیر کر لیتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر ملک میں ہمارے ہاں جیسی صورتحال ہو جیسے برطانیہ کا جائزہ لیں تو وہاں مزدوروں کی اجرتیں زیادہ ہیں کیونکہ رسد زیادہ نہیں ہے بہت مشکل سے مزدور ملتے ہیں اور اجرتیں اتنی زیادہ ہیں کہ لوگ نوکر رکھنے سے پہلے ہزار بار سوچتے ہیں۔ ہم اپنے ملک کے مزدوروں کی کثرت صبح کے بعد کسی بھی بڑے شہر کے کسی چوک میں جاکر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تو وہ مزدور ہوتے ہیں جو صرف عمارت کی تعمیر و مرمت کے میدان میں کام کرتے ہیں۔ اگر آپ کو ایک مزدور کی ضرورت ہو تو دو چار مزدور مالک کی مرضی کی اجرت پر آنے کو تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ممکن ہے آج دیہاڑی کہیں اور نہ ملے یہاں کچھ نہ کچھ تو مل جائے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ صرف اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ اس دین نے جتنا مقام و مرتبہ اور عزت مزدور اور محنت کش کو دی ہے دنیا کی تاریخ میں کسی اور مذہب اور تحریک نے نہیں دی۔ مزدور کو آجر کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے بھائی کا خیال رکھتا ہے اس پر کسی قسم کی مشقت نہیں ڈالتا اسی طرح آجر کو چاہیئے کہ مزدور کے حقوق کا لحاظ رکھے۔ اسلامی نقطہ نظر سے مزدور یا مالک ہونا صرف فرق مراتب کے لحاظ سے ہے۔ یہ تو اللہ تعالی کی مرضی ہے جس کو چاہے سرمایہ والا اور جسے چاہے مزدور بنا دے لیکن اس سے ان کے رشتہ انسانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب آجر کسی کو مزدور رکھتا ہے تو وہ ایک طرح کا حصول خدمت کا معاہدہ ہوتا ہے وہ اس مزدور کی خدمات خرید تا ہے نہ کہ مزدور ہی کو خرید لیتا ہے۔ اس لئے آجر معاہدہ کے مطابق اس سے کام لے گا اور مزدور معاہدہ کے مطابق اپنا حق اجرت طلب کرے گا۔

جس طرح احادیث میں محنت کرنے والے کی حوصلہ افزائی کی گئی اسی طرح اس شخص کی حوصلہ شکنی کی گئی جو محنت سے نہیں کماتا بلکہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر سوال کرکے کھاتا ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ہے:

((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ ، أَوْ مَنَعُوهُ.))[1]

(اگر تم میں سے کوئی ایک رسی سے بندھا ہوا لکڑی کا گٹھا اپنی پشت پر اٹھا کے لاتا ہے اور اسے بیچ کر اپنی ذات کو ذلت سے بچا لیتا ہے تو اس کے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے، وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔)

(1)صحيح بخاري، رقم الحديث:1470

اسی طرح آپ ﷺ نے بھیک مانگنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے فرمایا:

((مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.))[1]

(تم میں سے وہ آدمی (جو بلاضرورت مانگنے والا ہے) ہمیشہ مانگتا رہے گا حتی کہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہو گا۔)

## اولاد کی کمائی میں والدین کے حقوق

آدمی جب تک خود کمانے کے قابل ہے اسے چاہیے کہ خود محنت کر کے کمائے اور اپنا پیٹ پالے اور اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے یا کسی جسمانی نقص کی وجہ سے کمانے کے قابل نہیں رہتا، تب بھی شریعت یہ کہتی ہے کہ وہ کسی اور کی جیب تکنے کی بجائے اپنی بیٹے کی کمائی سے کھائے۔ اور اولاد کو بھی پابند بنایا گیا ہے کہ والدین کا ساری زندگی بالعموم اور بڑھاپے کی حالت میں بالخصوص خیال رکھیں اور ان کی ضروریات پوری کریں۔ حدیث شریف میں ہے جسے حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ –صلى الله عليه وسلم– فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِى مَالاً وَوَلَدًا وَإِنَّ وَالِدِى يَجْتَاحُ مَالِى. قَالَ « أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ إِنَّ أَوْلاَدَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلاَدِكُمْ.))[2]

(ایک اعرابی حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کی کہ میرا مال ہے اور والد بھی (بقید حیات) ہے اور میرا والد چاہتا ہے کہ میرے مال میں کمی کر دے (اپنے دوسروں بچوں پر خرچ کر کے)، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے والد کا ہے، بیشک تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی میں سے ہے، تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھا سکتے ہو۔)

اس حدیث میں واضح طور پر حکم ہے کہ والدین اپنی اولاد کی کمائی سے کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کے نطفہ کا حصہ ہے، جس نطفہ کی نشوونما غذا سے ہوئی، پیدائش کے بعد دودھ، پھر کھانے سے اس کی پرورش ہوتی رہی تو سب کچھ والدین کا ہے۔ جیسے ایک شخص بیج بوتا ہے پھر اس کی دیکھ بھال کرتا ہے پھر اس سے درخت بنتا ہے، پھر درخت پر پھل لگتا ہے تو وہ بیج بھی اور اس کا پھل بھی اس درخت کا ہوتا ہے، اسی طرح اولاد اور اس کی دولت کے حقدار اس کے ماں باپ ہیں۔

اولاد کو کمائی کا حصہ قرار دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ باپ نے اس کی ماں کے شکم میں نطفہ ڈالا، پھر وہ اس ماں کی کھانے پینے اور دیگر چیزوں سے پرورش کرتا رہتا ہے، پھر وہ غذا خون کی شکل میں تبدیل ہوتی ہے، پھر وہ خون نطفہ کے ساتھ مخلوط ہوتا ہے پھر وہ نطفہ کچھ عرصہ تک نشوونما پاتا ہے، پھر وہ علقہ (بستہ خون) بن جاتا ہے، پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) اور پھر

---

[1] صحیح بخاري، رقم الحدیث: 1474۔

[2] ابو داود سلیمان بن اشعث، سنن أبي داؤد، تحقیق: شعَیب الارنؤوط، (بیروت: دار الرسالة العالمية، طبع اول، 1430ھ حدیث نمبر 3532، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے صحيح وضعيف سنن أبي داؤد، 8 / 30

عظام (ہڈیاں) اور پھر گوشت بن جاتا ہے، پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے، پیدا ہونے تک وہ بچہ اس زائد خوراک سے غذائیت حاصل کرتا رہتا ہے۔ بچہ کی اصل یہ ہے کہ ایک نطفہ تھا، پھر باپ کے مال سے اس کی نشوونما ہوئی، اسی طرح پیدائش سے لیکر دودھ چھڑانے تک اس کی پرورش دودھ اور معمولی کھانے سے ہوتی ہے اس دوران اس کا گوشت اور ہڈیاں بڑھتی رہتی ہیں، چنانچہ اس طرح وہ باپ کی کمائی کا حصہ بن جاتا ہے۔ ان اسباب کی وجہ سے وہ (بچہ) ماں کی کمائی کا بھی حصہ ہے کہ وہ اسے نوماہ تک اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے اس کا خوب خیال رکھتی ہے، پھر گود میں لے کر دوسال تک اسے دودھ پلاتی ہے، غرضیکہ بہت مشقت جھیلتی ہے۔ [1]

---

([1]) مولانا خالد محمود، **والدین کا مقام ومرتبہ** (لاہور: دار القلم، 2007ء) ص:65۔

## فصل دوم: انبیاء کرام علیهم السلام اور صحابہ کی زندگیوں میں محنت واجرت کا کردار

### مبحث اول: انبیاء کرام علیهم السلام کی زندگی میں محنت واجرت کا کردار

### مبحث دوم: صحابہ کرام رضوان الله عليهم أجمعين کی زندگی میں محنت واجرت کا کردار

## مبحث اول: انبیاء کرام علیھم السلام کی زندگی میں محنت واجرت کا کردار

اسلامی تعلیمات ہر اعتبار سے مکمل اور جامع ہیں۔ عبادات، معاملات، اقتصادیات کے علاوہ زندگی کے نجی امور سے متعلقہ نازک سے نازک معاملات کی تشریح بھی شریعت میں مل جاتی ہے۔ دین اسلام میں جہاں عقیدتوں اور محبتوں کے مرکز و محور اور ایمانِ جان، فخر دوعالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس کی زندگی کے ہر پل کو صحابہ کرام کی عظیم ہستیوں نے لوگوں کے سامنے اجلی تصویر کی طرح پیش کیا وہیں اللہ کے ان پاک پیغمبروں کا تذکرہ بھی صحابہ کرام کی مقدس ہستیوں نے جناب رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر اپنے ذہن کے گوشوں میں محفوظ کر لیا اور آگے امت محمدیہ تک پہنچایا۔ جس کی وجہ سے اللہ کے انبیاء کرام کے دعوتی پہلو کیساتھ ساتھ ان کی زندگی کے نجی معاملات اور رہن سہن کے طور طریقوں سے شناسائی ہمیں حاصل ہوئی۔ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم جان سکتے ہیں کہ وہ بزرگ ہستیاں جنہیں اللہ تبارک وتعالی نے دعوت دین کے مقدس مشن کیساتھ اس دنیا میں بھیجا انہوں نے دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا، اور وہ کون سے ظاہری اسباب تھے جن کو انہوں نے رونق بخشی اور اپنی معاشی زندگی گزارنے کا وسیلہ بنایا۔ یا وہ کونسے پیشے تھے جن کو اختیار کر کے ان منتخب ہستیوں نے محنت و مزدوری کی اور رہتی دنیا تک یہ پیغام چھوڑ گئے کہ اگر اللہ کے انبیاء کو اس دنیاوی زندگی گزارنے کیلئے محنت و مزدوری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، تو کوئی بغیر محنت و مزدوری کیے حصول روزگار کی تمنا لیے کیسے بیٹھا رہ سکتا ہے۔ ایک اور چیز بھی ہمارے سامنے آتی ہے کہ انسان کی بنیادی ضروریات کی اہم صنعتیں اللہ تعالی نے بذریعہ وحی اپنے انبیاء کے ذریعہ سکھائی ہیں پھر وقت کی ضرورت کے مطابق ان میں انقلاب آتا رہا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ابنیاء کرام نے اس دنیا میں دعوت دین کیساتھ ساتھ دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے کون سے پیشے اختیار کیے اور کونسی ایجادات ان کے وجود مسعود سے ظہور پذیر ہوئیں۔

### حضرت آدم علیہ السلام اور پہیہ گاڑی کی ایجاد

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے پہیہ پر چلنے والی گاڑی ایجاد کی۔

مولانا مفتی محمد شفیع تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں:

سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف جو وحی آئی اس کا بیشتر حصہ زمیں کی آبادکاری اور مختلف صنعتوں سے متعلق ہے۔[1] بوجھ اٹھانے کیلئے پہیوں کے ذریعہ چلنے والی گاڑی کی ایجاد بھی اسی سلسلہ کی ایجادات میں سے ہے۔[2]

---

([1]) سیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الدرالمنثورفي التفسیربالماثور (بیروت: دار ہجر، طبع اول، 1422ھ) 1 / 304۔

([2]) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، 1392ھ) 5 / 621-620

معلوم ہوا کہ بوجھ اٹھانے کیلئے پہیوں کے ذریعے چلنے والی گاڑی کی ایجاد وحی الٰہی کے ذریعے حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر پذیر ہوئی اور وقت کیساتھ ساتھ اسمیں تبدیلیاں آتی رہیں یہاں تک کہ سیدھا حرکت کرنے والے پہیہ کو گھومنے والے پہیہ کیساتھ تبدیل کر دیا گیا۔

## حضرت ادریس علیہ السلام اور فن کتابت

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد فن کتابت کی ابتداء ان سے ہوئی، اور عربی کتابت کے موجد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم کو استعمال کیا۔ علمِ فلکیات کی ابتداء کی، ان کو اللہ تعالی نے افلاک اور ان کی ترکیب، ستاروں کے اجتماع وافتراق کے نقاط، اور ان کے درمیان کشش کے رموزواسرار کی تعلیم دی۔ اور ان کو علمِ عدد وحساب کا عالم بنایا تھا، اور طوفانِ نوح سے پہلے دنیا میں جس قدر علوم وفنون شائع ہوئے ان سب کے معلم اول حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں، ایک اور روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام درزی تھے [1]

اور حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ پیشہ کے لحاظ سے بڑھئی تھے جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے: "كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا." [2]

(حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔)

اس کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

اس سے صنعتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے، اور بڑھئی ہونا شان وشوکت کے خلاف نہیں بلکہ زکریا علیہ السلام کی وجہ سے اس کام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ [3]

اس سے معلوم ہوا کہ بڑھئی ہونا کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ اس کام کی عظمت وبلندی پر دلالت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صنعت وتجارت اور محنت ومزدوری کرنا منصب کے خلاف نہیں بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ صنعت وحرفت میں مشغولیت فضیلت ومرتبہ میں کمی کا سبب نہیں بلکہ اضافے کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ وہ جائز کام جسے عوام الناس اپنی شان وشوکت کے خلاف سمجھتی ہو وہ کام کرنے سے تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے اور عاجزی اللہ تعالی کو بہت پسند ہے۔

---

(1) سیوطی، الدرالمنثورفي التفسيربالماثور، 10 / 83۔

(2) سنن ابن ماجه، رقم الحدیث: 2150، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح وضعیف سنن ابن ماجة 5/150

(3) نووی، یحیی بن شرف بن مری، شرح النووي علی صحیح مسلم (بیروت: داراحیاء التراث العربی، طبع ثانی، 1392ھ) 15 / 135۔

## حضرت نوح علیہ السلام اور جہاز سازی

جب اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا تاکہ وہ خود کو اور ان لوگوں کو طوفان سے بچا سکیں جو ان پر ایمان لائے تھے تو اس وقت تک حضرت نوح علیہ السلام نہ کشتی جانتے تھے اور نہ ہی کشتی بنانے کا طریقہ۔ تب اللہ تعالی نے انہیں بذریعہ وحی سفینہ سازی اور اس کی متعلقہ ضروریات کا علم عطا کیا۔[1]

قرآن مجید میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا: ﴿وَٱصۡنَعِ ٱلۡفُلۡكَ بِأَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا ﴿٣٧﴾﴾[2]

(آپ ایک کشتی تیار کریں، ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق۔)

اس کشتی کی لمبائی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ 300 گز لمبی، 50 گز چوڑی 30 گز اونچی اور تین منزلہ تھی، گویا کہ وہ ایک کشتی نہیں بلکہ بحری جہاز نما کشتی تھی اور اس کی بنیاد حضرت نوح علیہ السلام نے وحی الہی کی بنیاد پر رکھی پھر اس میں مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی ہوتی رہی۔[3]

## حضرت داؤد علیہ السلام اور زِرہ سازی

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالی نے نبوت کے ساتھ دنیا کی بادشاہت اور حکومت بھی عطا کی تھی، ان کا سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ وہ لوہے کو جب ہاتھ میں پکڑ کر مروڑتے تو وہ پگھل جاتا، اور موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا نہ انکو آگ کی ضرورت پڑتی تھی نہ ہی کسی ہتھوڑے کی۔ قدیم زمانہ میں جنگوں میں لوہے کی زرہ پہنی جاتی تھی تاکہ نیزوں، تیروں، تلواروں اور آتشیں اسلحہ سے بچا جاسکے۔ اس کی ایجاد حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَعَلَّمۡنَٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوسٖ لَّكُمۡ لِتُحۡصِنَكُم مِّنۢ بَأۡسِكُمۡۖ فَهَلۡ أَنتُمۡ شَٰكِرُونَ ﴿٨٠﴾﴾[4]

(اور ہم نے ان کو (داؤد علیہ السلام کو) ایک جنگی لباس (زرہ) بنانے کی صنعت سکھائی، تاکہ وہ تمہیں لڑائی میں تمہیں تکلیف سے محفوظ رکھے، تو کیا تم (اس بات پہ) اللہ کا شکر ادا کرتے ہو۔)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زرہ سازی کی صنعت حضرت داؤد علیہ السلام سے شروع ہوئی اور اللہ تعالی نے اس کو اپنا انعام قرار دیتے ہوئے اس پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ ایک ایسی ضرورت تھی جس سے صرف اہل ایمان نے ہی نہیں غیروں نے بھی فائدہ اٹھایا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی ایجاد کرنی چاہیے جس سے لوگوں

---

([1]) طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، 12/392

([2]) هود: 11/37

([3]) قرطبی، محمد بن احمد، تفسير القرطبي، (قاہرہ، دار الكتب المصرية، طبع ثانی، 1384ھ) 9/ 43۔

([4]) الأنبياء: 21/80

کو فائدہ پہنچتا ہو چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب یا ملک سے ہو۔

جس صنعت کے ذریعے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں اس کا سیکھنا سکھانا سنتِ انبیاء اور باعثِ اجر وثواب ہے، بشرطیکہ نیت خدمتِ خلق کی ہو۔ جو صنعتکار اپنی صنعت میں نیک نیت یعنی (حلال کمانے اور) خدمتِ خلق کی رکھے اس کی مثال موسی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی سی ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے بچے کو دودھ پلایا اور معاوضہ فرعون کی طرف سے مفت میں ملا۔ اسی طرح خدمتِ خلق کی نیت سے صنعت کاری کرنے والوں کو اپنا مقصد (خدمت خلق اور حلال کمانے کا ثواب) تو حاصل ہو گا ہی، صنعت کا دنیاوی فائدہ مزید ان کو ملے گا۔[1]

## حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانا

قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام اور موسی علیہ السلام کے درمیان ہونے والی گفتگو اور معاہدہ کا تذکرہ ملتا ہے کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے اپنے والد سے عرض کی کہ آپ کو گھر کے کاموں کے لئے ایک مزدور کی ضرورت ہے تو آپ ان (موسی علیہ السلام) کو بطور ملازم رکھ لیجئے کیونکہ یہ قوت وصلاحیت کے مالک ہیں اور امین بھی ہیں۔

یہ واقعہ چونکہ ایسا ہے جس سے تمام فقہاء، محدثین اور معیشت دان اجارہ، مزدوری اور ملازمت کا جواز قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں تو بہتر ہو گا اگر اس پورے واقعہ کو تفصیل سے بیان کر دیا جائے۔

## حضرت موسی علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر اور حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات

حضرت موسی علیہ السلام جب مدین[2] کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ایک کنویں پر پہنچے، وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی تھیں جو اپنی بکریوں کو کنویں کی جانب جانے سے روک رہی تھیں۔ حضرت موسی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم اپنی بکریوں کو کنویں کی طرف جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ لوگوں کے اتنے ہجوم میں وہ اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے والد بوڑھے اور کمزور ہیں اگر وہ طاقتور ہوتے تو خود آکر جانوروں کو پانی پلاتے، اس لئے جب تمام چرواہے پانی پلا لیں گے تب ہم اپنی بکریوں کو پانی پلائیں گی۔ تب حضرت موسی علیہ السلام نے کنویں سے پانی نکال کر ان کی بکریوں کو پلایا اور درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔[3]

---

([1]) سیوطی، الدرالمنثور في التفسير بالماثور، 11 / 435۔

([2]) فلسطین کے جنوب میں واقع ایک شہر کا نام ہے جسے مدین یعقوب بھی کہا جاتا ہے۔ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا جن سے منسوب یہ شہر آباد ہوا اور وہاں کے باسی اہل مدین کہلائے۔

([3]) ابن عساکر، علی بن حسن، **تاریخ دمشق کبیر** (بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1421ھ) 64/26-25۔

حضرت موسی علیہ السلام نے ان لڑکیوں کے ساتھ جو احسان کیا تھا انہوں نے جاکر اس کا ذکر اپنے باپ (حضرت شعیب علیہ السلام) سے کیا تو انہوں نے احسان کا بدلہ چکانے کی خاطر ان کو اپنے گھر بلالیا جیسا کہ پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے محنت واجرت کی بحث میں۔

علامہ قرطبی[1] لکھتے ہیں: جب حضرت موسی ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے کھانا پیش کیا لیکن حضرت موسی علیہ السلام نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ کام میں نے فقط اللہ تعالی کی رضا کیلئے کیا ہے اور اگر تمام روئے زمین کو سونا بنادیا جائے تو بھی میں اپنے اس کام کو فروخت نہیں کروں گا جو اللہ کی رضا کیلئے کیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے پانی پلانے کا معاوضہ نہیں ہے لیکن مسافروں کو کھانا کھلانا ہمارے آباء واجداد کا طریقہ ہے تب حضرت موسی علیہ السلام نے کھانا کھایا۔

ایک بیٹی نے کہا ابا جان آپ ان کو اجرت پر رکھ لیں بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں گے ان میں بہترین وہی ہے جو طاقتور اور ایمان دار ہو، حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ ہے کہ یہ طاقتور اور ایماندار ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا جس کنویں سے انہوں نے پانی پلایا تھا اس پر بھاری پتھر رکھا ہوتا ہے کہ دس آدمی مل کر اسے اٹھاتے ہیں لیکن انہوں نے اکیلے ہی سا سے اٹھایا، یہ ان کے طاقتور ہونے کی دلیل ہے۔ اوران کی ایمانداری کی دلیل یہ ہے کہ راستہ بتانے کے لئے میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی تو ہوا سے بار بار میری چادر اڑ جاتی تھی تو انہوں نے کہا کہ تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے آگے چلتا ہوں تاکہ میری نظر تمہارے جسم کے کسی حصے پر نہ پڑے اور راستہ کی نشاندہی کے لئے پیچھے سے کوئی پتھر یا کنکری مار دیا کرنا۔[2]

پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح حضرت موسی علیہ السلام کیساتھ اس شرط پر کر دیا کہ وہ آٹھ سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کا کام کرتے رہیں گے اور اگر دس سال پورے کر دیئے تو وہ احسان شمار کیا جائے گا، حضرت موسی علیہ السلام نے قبول کر لیا، اورآپ حضرت شعیب کے ہاں دس سال تک بکریاں چرا کے مزدوری کرتے رہے۔

## حضور اکرم ﷺ کا بچپن میں بکریاں چرانا

((عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلاَّ رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ أَصْحَابُهُ وَأَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لأَهْلِ مَكَّةَ.))[3]

---

[1] علامہ شمس الدین قرطبی اندلس کے شہر قرطبہ میں 1214ء کو پیدا ہوئے۔ آپ مفسر قرآن، فقیہ اور عربی زبان کے ماہر تھے۔ پہلے سکندریہ بعد میں مصر سکونت اختیار کرلی۔ آپ کی وفات 29 اپریل 1273ء میں ہوئی۔

[2] رازی، محمد بن عمر فخر الدین، مفاتیح الغیب، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع سوم 1420ھ) 24/ 590۔

[3] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث: 2262۔

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے کوئی ایسا نبی (دنیا میں) نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ نے پوچھا کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ تو فرمایا کہ ہاں میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدوری کے طور پر دوسروں کی بکریاں اگر کوئی چراتا ہے تو وہ بھی حلال پیشہ اختیار کرتا ہے اور انبیاء کی سنت اپناتا ہے۔

اور انبیاء کے بکریاں چرانے میں حکمت یہ پائی جاتی ہے کہ انبیاء چونکہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے اور وہ اگرچہ بلاواسطہ اللہ تعالی کے تربیت یافتہ تھے لیکن ظاہری طور پر مزید رحمت وشفقت کا عنصر پیدا کرنے کے لئے انہوں نے بکریاں چرائیں تاکہ بکریوں پر رحمت وشفقت کرنے کی ابتدائے عمر ہی سے عادت ہو اور آہستہ آہستہ بنی نوع انسان کی قیادت کرنے کے متعارف ہو جائیں۔ اور جب نبوت کے منصب پر فائز ہو جائیں تو بنی آدم کو راہ راست پر لا سکیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء آئے سب میں رحمت وشفقت کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ اور آپ ﷺ نے تو ابتدائے بچپن سے ہی بکریاں چرائیں، جبکہ آپ کی عمر صرف چھ سال تھی اور اجرت بھی معمولی تھی کیونکہ قیراط کا وزن 5 جو کے برابر ہوتا ہے۔ قراریط کے معنی میں اگرچہ محدثین کا اختلاف ہے۔ بعض نے قراریط ایک پہاڑی کا نام بتایا ہے اور بعض نے سکہ کا نام بتایا ہے غالبا یہ اختلاف آپ ﷺ کی عظمت اور اجرت کو ذہن میں رکھ کر کہا گیا ہے۔ دراصل آپ ﷺ تمام انسانوں جن میں بکریوں کے چرواہے بھی شامل ہیں کے نبی ہیں۔ آپ کا اسوہ حسنہ بکریاں چرا کر روزی کمانے والوں کے لئے بھی ہے لہذا بکریاں چرا کر حلال کما کر کھانے اور محتاجوں کو کھلانے میں عار کیا ہے۔[1]

نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا اولین پہلو یہی ہے کہ آپ ﷺ اپنی محنت کر کے اللہ کریم کے خزانوں سے رزق کماتے، خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے۔ آپ ﷺ نے باقاعدہ نبوت ملنے سے قبل اہل مکہ مکرمہ کی بکریاں قراریط (سکے کا نام) پر چرائیں۔ تجارت کو وسیلہ رزق بنایا اور پھر نبوت ملنے کے بعد بھی ابتدائی سالوں میں حضرت خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا کی دولت (جو کہ اب آپ ﷺ کی ہو چکی تھی) کے ساتھ تجارتی کاروبار کرتے تھے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ وہ طبقہ جن کا شمار داعیین اور مبلغین اسلام میں سے ہے انہیں چاہئے کہ وہ محنت ومشقت کو اوڑھنا بچھونا بنائیں کیونکہ فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ ایسا نظام تمدن موجود ہو جس میں سب افراد جماعت حصہ لیں سوائے معذور لوگوں کے اور کوئی شخص بھی تمدن کے کاروبار میں شریک ہونے سے خالی نہ رہے۔ قدرت نے جتنی چیزیں کائنات میں بنائی ہیں تمام انسان فائدہ حاصل کرنے کے لئے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ لہذا وہ

---

([1]) سیہاروی حفظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، شیخ الھند اکیڈمی، کراچی، 1997ء ص: 135

لوگ جو دین و مذہب سے تعلق رکھتے ہیں وہ زیادہ حق دار ہیں کہ ان خزائن سے فائدہ اٹھاکر لوگوں کو بھی فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں کیونکہ مزدور جب دیہاڑی لیکر بازار میں خرید وفروخت کے لئے جاتا ہے تو ناجائز منافع خور اس مزدور کی مشکلات میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔جب مارکیٹ دین و مذہب سے تعلق رکھنے والوں کے ہاتھ میں ہو گی تو ناجائز منافع خوری کا بھی خاتمہ ہو گا اور لوگوں کو بھی فائدہ حاصل ہو گا۔

## ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے لئے تجارتی سفر

حضوراکرم ﷺ جب پچیس سال کی عمر کے تھے تب ملک شام کی طرف ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہاکے لئے تجارتی سفر کیا تھا۔ابن کثیر لکھتے ہیں:

" وَكَانَتْ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ امْرَأَةً تَاجِرَةً ذَاتُ شَرَفٍ وَمَالٍ تَسْتَأْجِرُ الرِّجَالَ فِي مَالِهَا ، وَتُضَارِبُهُمْ إِيَّاهُ بِشَيْءٍ تَجْعَلُهُ لَهُمْ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ قَوْمًا تُجَّارًا ، فَلَمَّا بَلَغَهَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – مَا بَلَغَهَا ، مِنْ صِدْقِ حَدِيثِهِ وَعِظَمِ أَمَانَتِهِ وَكَرَمِ أَخْلَاقِهِ بَعَثَتْ إِلَيْهِ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ أَنْ يَخْرُجَ فِي مَالٍ لَهَا إِلَى الشَّامِ تَاجِرًا ، وَتُعْطِيهِ أَفْضَلَ مَا كَانَتْ تُعْطِي غَيْرَهُ مِنَ التُّجَّارِ مَعَ غُلَامٍ لَهَا يُقَالُ لَهُ مَيْسَرَةُ فَقَبِلَهُ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – مِنْهَا ، وَخَرَجَ فِي مَالِهَا ذَلِكَ وَخَرَجَ مَعَهُ غُلَامُهَا مَيْسَرَةُ حَتَّى قَدِمَ الشَّامَ. "[1]

(حضرت ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد ایک تجارت کرنے والی،معزز خاتون تھیں جو اپنامال بیچنے کے لئے مردوں سے اجارہ اور کسی شئ کے مقابلہ میں اجارہ کرتی تھیں۔اور قریش ایک ایسی قوم تھی جو تجارت کرنے والی تھی۔جب حضرت خدیجہ کو حضور ﷺ کی سچائی،امانت اور حسنِ اخلاق کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ان کا مال شام کی طرف تجارت کے لئے لے جائیں اور وہ اس کے بدلے انہیں دوسروں کی نسبت زیادہ معاوضہ دیں گی،حضوراکرم ﷺ نے قبول فرمالیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ ان کا مال تجارت لے کر شام چلے گئے۔)

## حضوراکرم ﷺ کا گھر کا کام کاج کرنا

حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ:

((هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْصِفُ نَعْلَهُ ، وَيُخِيطُ ثَوْبَهُ ، وَيَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ كَمَا يَعْمَلُ أَحَدُكُمْ فِي بَيْتِهِ.))[2]

---

([1])ابن کثیر،السيرة النبوية،(بيروت:دار المعرفة للطباعة والنشر،1396ھ)1/262۔

([2]) مسند الإمام أحمد بن حنبل،ارقم الحدیث:25380۔

(کیا رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کوئی کام کیا کرتے تھے ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے جوتے خود گانٹھتے تھے، اور اپنے کپڑے خود سیتے تھے، اور گھر میں اتنا ہی کام کرتے جس قدر تم میں سے کوئی ایک اپنے گھر میں کرتا ہے۔)

## حضور اکرم ﷺ کا غیر مسلم سے مزدوری کرانا

فتح خیبر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو کاشتکاری کے کام پر قائم رکھا کیونکہ اس وقت ایسے مسلمان کاشتکاروں کی کمی تھی جو خیبر کو آباد رکھتے اور یہودیوں کو اگر فورا نکال دیتے تو ممکن تھا کہ خیبر ویران ہو جائے مگر یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف اندرونی سازشیں کر کے خلافت اسلامی کو پریشان کر رکھا تھا جس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ناپاک سازشوں کو ہمیشہ ختم کرنے کے لئے خیبر سے جلا وطن کر دیا۔[1]

اسی طرح ہجرت کے موقع پر ایک ایسے شخص (عبد اللہ بن اریقط) کو بطور راہبر مزدور قبول فرمالیا تھا جو کفار قریش کے دین پر تھا۔[2]

اس سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان اگر چاہے تو غیر مسلم سے حسب ضرورت اپنی نوکری کرا سکتے ہیں۔

## عہد رسالت میں منجنیق کی ایجاد

حضرت عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ (رضی اللہ عنہما) نے اہم جنگی سازوسامان کی صنعت سیکھنے کے لئے جُرَش کا سفر کیا اور وہاں جاکر دبابہ، منجنیق اور ضُبُور بنانے کی تربیت حاصل کی۔ اسی زمانے میں غزوہ حنین ہوا اسی لئے وہ غزوہ حنین اور طائف کے محاصرے میں شریک نہ ہوسکے۔

دَبابة ایک قسم کی جنگی گاڑی تھی، جس سے وہی کام لیا جاتا تھا جو آج کل ٹینک سے لیا جاتا ہے، چنانچہ آج کل بھی ٹینک کو عربی میں **دبابة** ہی کہا جاتا ہے۔ منجنیق سے وہ کام لیا جاتا تھا جو آج کل توپ سے لیا جاتا ہے، اور **ضبور** لکڑی کا ایک آلہ تھا جس پر چمڑا چڑھا دیا جاتا تھا، پھر اس کی آڑ میں دشمن کے قلعے کے پاس پہنچ کر حملہ کرتے تھے، اس کا استعمال بھی دبابہ کے مشابہ تھا۔[3]

---

[1] ابن جوزی، محمد بن ابی بکر، **زاد المعاد في هدي خير العباد**، (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۵ھ، طبع ستائیس) 118/3

[2] اندلسی، سلیمان بن موسی کلاعی، **الاکتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله والثلاثة الخلفاء**، (بیروت: عالم الکتب، 1417ھ، طبع اول) 261/1۔

[3] طبری، محمد بن جریر، **تاريخ الأمم والملوك** (بیروت: دارالکتب العلمية، 1407ھ، طبع اول) 171/2۔

## حضرت خضر علیہ السلام کا معماری کرنا

حضرت موسی علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات کا واقعہ قرآن مجید میں تفصیلا بیان ہوا ہے، جسمیں ایک دیوار کا واقعہ بھی بیان ہوا ہے کہ ایک دیوار گرنے والی تھی جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے درست کر دیا۔[1] اس واقعہ سے اس قسم کی مزدوری کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت موسی علیہ السلام کا خیال تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اس خدمت پر گاؤں والوں سے اجرت ضرور لینی چاہیے تھی کیونکہ گاؤں والوں نے بے مروتی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا، مگر حضرت خضر علیہ السلام نے اس بات کی پرواہ نہیں کی اور فرمایا کہ یہ دیوار یتیم بچوں کی ہے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن ہے اس لئے اسے سیدھا کرنا ضروری گردانا کہ کہیں یہ دیوار گر نہ جائے اور لوگ خزانہ لوٹ نہ لیں۔

---

([1]) محمد بن عمر فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، 21/ 488۔

## مبحث دوم: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں محنت واجرت کا کردار

کرہ ارض پر اللہ تعالی کی پسندیدہ اور محبوب ہستیاں حضراتِ انبیاء کرام کی ہیں جن کی بدولت انسان کو اپنے خالق کی شناسائی ہوئی۔ انبیاء کرام کے بعد دنیا میں جن لوگوں کو مقام ومرتبہ ملا وہ صحابہ کرام کی عظیم ہستیاں ہیں جن کو یہ عظیم ترین سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے اپنی زندگی کے عظیم لمحات محبوبِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں غلامی کی سعادتیں حاصل کرتے ہوئے گزارے۔ یہ صحابہ کرام کی محنت وجذبہ تھا کہ انہوں نے بعدازوصالِ نبوی ﷺ اپنی زندگی سیرت کے مطابق گزاری اور اسلامی تعلیمات کو اگلی نسلوں تک پہنچایا۔ جیسے حضراتِ انبیاء کرام نے اپنی معاشی زندگی گزارنے کے لئے محنت ومشقت کی اور ذریعہ معاش بنایا اسی طرح صحابہ کرام نے بھی مختلف پیشے اختیار کرکے اپنی گزربسر کی۔

انبیاء کرام کا ذکر خیر ہم کرچکے ہیں۔ اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ کرتے ہیں اور جائزہ لیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے معاش کے لئے کیا کیا جتن کیے، اور کس طرح زندگی گزاری۔ صحابہ کرام میں خلفاء راشدین کو چونکہ امتیازی حیثیت حاصل ہے اس لئے سب سے پہلے خلفاءِ راشدین کا تذکرہ کیا جاتاہے اس کے بعد مزید چند مشہور صحابہ کرام کا ذکر بطور نمونہ پیش کیا جائے گا۔

### حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا توانہوں نے کہا:

**"لقد علم قومي أن حرفتي لم تكن تعجز عن مؤونة أهلي، وشغلت بأمر المسلمين، فسيأكل آل أبوبكر من هذا المال، وأحترف للمسلمين فيه."**[1]

(یقینامیری قوم جانتی ہے کہ میری محنت ومشقت میرے گھر والوں کی ضروریات پوراکردیتی تھیں اوراب تومیں مسلمانوں کے امور میں مشغول ہوگیاہوں، اب میرے گھر والے اتناہی کھائیں گے جتنامیں مسلمانوں کے لئے ذمہ داری پوری کروں گا۔)

اس حدیث سے معلوم ہواکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کامشغلہ خلافت سے پہلے تجارت تھا۔ جیساکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہاروایت کرتی ہیں کہ: **"لقد خرج أبوبكر على عهد رسول الله ﷺ تاجرا**

(1) بیہقی، احمد بن حسین، **السنن الکبری**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2003ء، 6/576۔

إلى بصرى."[1]

(تحقیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بصری کی طرف تجارت کی غرض سے نکلے۔)

آپ نہ صرف تاجر تھے بلکہ آپ کا شمار قریش کے ان لوگوں میں سے ہوتا تھا جو تجارت میں شہرت رکھتے تھے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

"كان أبوبكر رضي الله عنه أتجر قريش حتي دخل في الإمارة."[2]

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے تاجر تھے یہاں تک کہ امارت (خلافت) میں آ گئے۔)

جب آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے تب بھی آپ کی رغبت تجارت کی طرف تھی لیکن حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے منع کرنے پر اور بیت المال سے وظیفہ مقرر ہونے پر آپ نے تجارت ترک کر دی۔ جیسے ابن سعد طبقات کبری میں روایت کرتے ہیں:

"لما استخلف أبو بكر أصبح غاديا إلى السوق وعلى رقبته أثواب يتجر بها فلقيه عمر بن الخطاب وأبو عبيدة بن الجراح فقالا له: أين تريد يا خليفة رسول الله؟ قال: السوق، قالا: تصنع ماذا وقد وليت أمر المسلمين؟ قال: فمن أين أطعم عيالي؟ قالا له: انطلق حتى نفرض لك شيئا، فانطلق معهما ففرضوا له كل يوم شطر شاة."[3]

(جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو اگلے دن اپنے کندھے پر چادریں ڈال کے بازار کی طرف جا رہے تھے، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح ملے تو پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے اے اللہ کے رسول کے خلیفہ؟ تو انہوں نے جواب دیا بازار کا، تو دونوں بولے آپ یہ کام کیسے کریں گے آپ تو اب مسلمانوں کے امیر مقرر کر دیے گئے ہیں، تو حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: تو پھر میرے گھر والے کہاں سے کھائیں گے؟ تو انہوں نے کہا چلیئے ہم آپ کے لئے کچھ مقرر کر دیتے ہیں تو آپ ان دونوں کے ساتھ چل پڑے اور انہوں نے (صحابہ کرام کے متفقہ فیصلے کے مطابق) آپ کے لئے یومیہ ایک بکری کی قیمت کا نصف حصہ مقرر کر دیا۔)

---

([1]) برہان فوری، کنز العمال، (حلب: مکتبہ التراث الاسلامی، طبع اول، 1970ء) 4/131۔

([2]) ابو بکر خلال، كتاب الحث على التجارة والصناعة والعمل (ریاض: دار العاصمہ، 1407ھ) ص: 91۔

([3]) زہری، محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری (بیروت: دار صادر، طبع اول، 1968ء) 3/184۔

## حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

خلفاء راشدین میں سے دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مختلف اقوال ذکر کئے گئے ہیں جنمیں آپ نے لوگوں کو کام کرنے کا حکم دیا اور رزق کی طلب کرنے پر برانگیختہ کیا جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ما من حال يأتيني عليه الموت بعد الجهاد في سبيل الله أحب إلي من أن يأتيني وأنا بين شعبتي رحلي،ألتمس من فضل الله."[1]

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے بعد سب سے زیادہ اچھی موت میرے نزدیک یہ ہے کہ میں کجاوہ پر سوار ہو کے اللہ کا فضل تلاش کرنے نکلا ہوا ہوں اور اس حالت میں میری وفات ہو جائے۔)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تلاشِ رزق کی حالت میں موت کی خواہش کرنا

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب تلبیسِ ابلیس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"قد قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لأن أموت من سعي على رجلي أطلب كفاف وجهي أحب إلي من أن أموت غازيا في سبيل الله."[2]

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رزق کی تلاش میں سرگردانی کی حالت میں مجھے موت کا آنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مر جاؤں۔)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور توکل کا مفہوم

((عن معاوية بن قرة، قال: "لقي عمر بن الخطاب ناسا من أهل اليمن فقال: من أنتم؟ فقالوا: متوكلون؟ فقال: كذبتم ما أنتم متوكلون، إنما المتوكل رجل ألقى حبه في الأرض وتوكل على الله".))[3]

(حضرت معاویہ بن قرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب یمن کے لوگوں سے ملے اور کہا کہ آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم توکل کرنے والے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم جھوٹ بول رہے ہو آپ لوگ توکل کرنے والے نہیں ہو، توکل کرنے والا آدمی وہ ہوتا ہے جو زمین میں بیج ڈال کر اللہ پر توکل کرتا ہے (اس کے اگنے کا)

---

(1) آلوسی،روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،ا/114۔

(2) ابن جوزی،عبد الرحمن،كشف المشكل من حديث الصحيحين(ریاض:دار الوطن،1418ھ)1/172۔

(3) حلبی،ابراہیم بن ابی الیمن محمد،لسان الحكام في معرفة الأحكام،(قاہرہ،1973ء)1/448۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں جبکہ ان کے اعضاء ٹھیک ہیں اور کام کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو ان سے وجہ پوچھی کہ اس حالت تک انہیں کس چیز نے پہنچایا تو جواب میں انہوں نے کہا کہ وہ اللہ پر توکل کرنے والے ہیں تو آپ نے انہیں اپنا درہ مارا اور یہ مشہور عبارت کہی جو گزری ہے، اور ان پر آپ نے لازم قرار دیا کہ وہ کام کریں اور اس طریقے سے رک جائیں جو انہوں نے اپنایا ہوا ہے۔[1]

## حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو زمین آباد کرنے کا حکم

حضرت بلال بن حارث مزنی کے بارے آتا ہے:

**"إن رسول الله ﷺ أقطعه العقيق أجمع، فلما كان زمان عمر رضي الله عنه قال لبلال: إن رسول الله ﷺ لم يقطعك لتحجره علي الناس، إنما أقطعك لتعمل، فخذمنها ماقدرت علي عمارته ورد الباقي."**[2]

(حضرت بلال بن حارث مزنی کو نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے غیر آباد زمین دی تا کہ وہ اسے آباد کریں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وقت آیا تو آپ نے حضرت بلال کو کہا کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے تجھے اس لئے زمین نہیں دی کہ لوگوں سے بچی رہے انہوں نے اس لئے دی تا کہ آپ اس پر کوئی کام کریں، تو آپ اپنے پاس اتنی ہی زمین رکھیں جتنی آباد کر سکتے ہیں اور باقی لوٹا دیں۔)

## امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب کی دوراندیشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست اور دوراندیشی کی قدر و قیمت کا اندازہ آج کے حالات کا جائزہ لیکر ہم لگا سکتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں نے شرعی طریقے سے تجارت کو اپنائے رکھا تو خوشحالی کا دور دورہ تھا اور جب سے غیروں نے اس پیشہ کو اختیار کر لیا تو امتِ مسلمہ ان کی محتاج ہوگئی اور ورلڈ بینک، آئی ایم ایف جیسے اداروں نے غریب ممالک اور خاص طور پر اسلامی ممالک کی معیشت کو تباہ کر دیا ہے۔

خلفاء راشدین کے دور میں مسلمانوں نے محنت کی نقل پذیری بہت کی۔ خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ایک نہایت اعلی قائدانہ صلاحیتوں کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ماہرِ معاشیات بھی تھے، انہوں نے ایک آبادکاری پالیسی اپنائی جس کے تحت بصرہ، کوفہ جیسے بڑے بڑے شہر آباد کئے تا کہ مسلمان بہتر ذرائع معاش کی جستجو

---

([1]) عصیمی، فہد حمود، خطة الاسلام في ضمان الحاجات الأساسية لكل فرد، (ریاض: دار النشر الدولی للنشر والتوزیع، طبع اول، 1994ء) ص:84۔

([2]) قرشی، یحیی بن آدم، کتاب الخراج، (قاہرہ: دار الشروق، طبع اول، 1987ء) ص:124۔

میں جزیرہ عرب کی پتھریلی اور بے آب و گیاہ زمین کو چھوڑ کر زرخیز علاقوں کی طرف ہجرت کر جائیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ پالیسی انتہائی کارگر ثابت ہوئی مسلمانوں کی ہجرت سے انہیں خوشحالی اور بہتر مواقع رزق میسر ہوئے تو دوسری طرف مقامی لوگوں کو دین اسلام کی تعلیمات سیکھنے کا سنہری موقع حاصل ہوا۔[1]

ایک جلیل القدر صحابی حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ جو بجلیہ کے سردار بھی تھے اپنے قبیلے کو شام کی طرف لے جانا چاہتے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ اگر انہیں نقل پذیری کرنا ہی ہے تو پھر عراق جائیں۔ کیونکہ وہاں کی زمین زیادہ زرخیز ہے آپ نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا: وہاں شام میں تمہاری ضرورت نہیں، عراق جاؤ اس ملک کو چھوڑ دو جسکی شان و شوکت اللہ کریم نے کم کر دی ہے۔ اس قوم کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے بڑھو جس نے معاش کے تمام ذرائع و وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے، اللہ کریم کی ذاتِ کریم سے امید ہے کہ وہ تمہیں بھی اس (معیشت) میں سے حصہ دے گا اور تم بھی دیگر لوگوں کی طرح معاش کے ان وسائل سے فائدہ اٹھاؤ گے۔[2]

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فقراء کو حکم

حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنہ نے فرمایا:

**"یا معشر الفقراء إرفعو رؤسکم فقد وضح الطریق فاستبقوا الخیرات ولا تکونوا عیالاً علي المسلمین."**[3]

(اے فقراء کی قوم تم اپنا سر اٹھا کے چلو کیونکہ راستے کا تعین ہو چکا ہے تو تم بھلائی کی طرف بڑھو اور لوگوں پر بوجھ نہ بنو۔)

عمرو بن میمون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو فلاں فلاں چیزوں کی وصیت کی اور کہا کہ میں اسے عرب کے دیہاتی باشندوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ یہ لوگ عرب کی پونجی اور اسلام کا بنیادی عنصر ہیں۔ ان کے اغنیاء سے جو کچھ لیا جائے وہ انہی کے فقراء میں لوٹا دیا جائے۔)[4]

پاکستان کا اہم جائزہ لیں تو ورلڈ بینک کی 2015ء کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 46 فیصد افراد سطح غربت سے نیچے

---

[1] ابو بکر بن ابی الدنیا، اصلاح المال، تحقیق: مصطفی مفلح القضاۃ (مصر، منصورہ، دار الوفاء للطباعة والنشر، طبع اول، 1990ء) ص: 248۔

[2] ابن جوزی، المنتظم في تاریخ الملوك والأمم (بیروت: دار صادر، طبع اول، 1358ھ) 5/245۔

[3] ابن جوزی، تلبیس ابلیس، 1/252

[4] ایضاً۔

زندگی گزار رہے ہیں [1] اور غربت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن غربت میں اضافہ ہونے کے باوجود کسی کو مزدور کی فکر لاحق نہیں ہوتی ہر ایک کو اپنی پڑی ہوتی ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ جذبہ احسان پر عمل کرتے ہوئے مزدور پر خیر خواہی کریں۔

ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب انہوں نے شام کا سفر کیا تھا۔ اس وقت حضرت عمر کے پاس لشکروں کے امراء بھی موجود تھے۔ تو حضرت بلال پکارنے لگے اے عمر، اے عمر، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ہے عمر، (جو بات کرنی ہے کر لو) تب حضرت بلال نے کہا: آپ اس عوام اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں جب کہ آپ کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آپ اپنے دائیں بائیں جانب نگاہ ڈال کے مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ لوگ (خدمتگار، مزدور) جو آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں صرف پرندوں کا گوشت کھا کر جی رہے ہیں۔ حضرت عمر نے جواب دیا اے بلال تم سچ کہتے ہو میں اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ یہ امراء میری طرف سے اس بات کی ضمانت نہیں دے دیتے کہ وہ ہر مہینہ (کم از کم) دو مد (ایک پیمانہ) گندم اور اس کے مطابق سرکہ اور تیل نہیں دیں گے۔ تو امیر لوگوں نے کہا ہم آپ کی طرف سے ضمانت لیتے ہیں کہ انہیں اتنا خرچہ ملتا رہے گا یہ ہم پر فرض ہو گا کیونکہ اللہ تعالی نے مال و دولت میں فراوانی و کشادگی کر دی ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب بات بنی ہے۔ [2]

معلوم ہوا کہ حکومت وقت اس چیز کی پابند ہوتی ہے کہ غریب طبقہ مزدور کی مالی مشکلات حل کی جائیں۔ انہیں بہتر روزگار مہیا کیا جائے۔ مزدور طبقہ کے لئے ایسی پالیسیاں بنائی جائیں جن سے ان کی مشکلات کا مداوا ہو سکے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جریب آٹا گوندھنے کا حکم دیا پھر اس کی روٹیاں پکوائیں اور ان روٹیوں کو زیتون کے تیل میں ملا کر ثرید بنوایا پھر اس کھانے پر تیس آدمیوں کو بلایا اور دوپہر کا کھانا کھلایا اور واپس بھیج دیا۔ پھر شام کو بھی اسی طرح کیا اور فرمایا: ایک آدمی کو دو جریب (ایک پیمانہ) ہر مہینہ کافی ہیں۔ تو انہوں نے پھر ماہانہ وظیفہ ہر مرد و عورت اور غلام کے لئے دو جریب مقرر کر دیا۔ [3]

حضرت عمر اور دوسرے خلفاء کے عمل کی سرکاری سرپرستی میں کڑی نگرانی کی جاتی تھی اور مدد کے خواستگار وہی لوگ ہوتے تھے جو مالی طور پر مضبوط نہیں تھے کیونکہ معاشی طور پر مضبوط افراد کسی صورت بھی جرأت نہیں کرسکتے کہ وہ حضرت عمر جیسے عادل اور انصاف پسند شخص سے مالی امداد کا مطالبہ کرسکیں۔

---

([1]) https://databank.worldbank.org/data/download/poverty/33EF03BB-9722-4AE2-ABC7-AA2972D68AFE/Global_POVEQ_PAK.pdf

([2]) بغدادی، علامہ قاسم بن سلاّم بن عبد اللہ ہروی، كتاب الأموال، تحقیق: خلیل محمد ہراس، دار الفکر، بیروت، 1/313۔

([3]) ایضاً۔

علاوہ ازیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شام کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ محنت کشوں اور مزدوروں کی طرف دلانا بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ لوگ جن کے بارے حضرت بلال نے کہا پرندوں کی طرح غذا کھاتے ہیں، وہ محنت وکسب کرنے والے افراد تھے۔

## حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بطور تاجر مشہور شخصیت تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں مال ودولت سے خوب نوازا تھا، ان کی تجارت میں ایسی برکت اور مالداری عطافرمائی تھی کہ ان کے نام کے ساتھ غنی استعمال ہونے لگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنامال ودولت اسلام کی خدمت کے لئے وقف کرر کھاتھا جب بھی مسلمانوں کو یا اسلامی حکومت کو کوئی مشکل درپیش آتی تو اس کو رفع کرنے کی کوشش میں پیش پیش رہتے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر جب حضور اکرم ﷺ نے چندہ جمع کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ پورے سازوسامان کے ساتھ پیش کئے۔ جیسے ترمذی شریف کی ایک روایت ہے:

((عَن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- وَهُوَ يَحُثُّ عَلَى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيرٍ بِأَحْلاَسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِى سَبِيلِ اللَّهِ. ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيرٍ بِأَحْلاَسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِى سَبِيلِ اللَّهِ. ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِلَّهِ عَلَيَّ ثَلاَثُمِائَةِ بَعِيرٍ بِأَحْلاَسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِى سَبِيلِ اللَّهِ. فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ « مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ".))[1]

(حضرت عبدالرحمن بن حباب سلمی سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا اور آپ ﷺ لشکر کی مدد کے لئے اپیل کررہے تھے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے ذمہ ایک سو اونٹ بمع سازوسامان اللہ کے راستے میں قربان ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ رغبت دلائی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے ذمہ دو سو اونٹ بمع سازوسامان اللہ کی راہ میں حاضر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک بار پھر رغبت دلائی تو حضرت عثمان بن عفان کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے ذمہ تین سو اونٹ بمع سازوسامان اللہ کی راہ میں حاضر ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول منبر سے اترتے ہوئے فرما رہے تھے: آج کے بعد عثمان

---

([1])ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذي، باب في مناقب عثمان(، بیروت: داراحیاء التراث العربی) رقم الحدیث: 3700 علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے، صحيح وضعيف سنن الترمذي، ج8، ص200۔

(رضی اللہ عنہ) کو کوئی چیز نقصان نہیں دے گی جو مرضی وہ کریں، آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کو کوئی چیز نقصان نہیں دے گی جو مرضی وہ کریں۔)

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایک ہزار دینار (اشرفیوں) کا عطیہ بھی پیش کیا تھا۔ جیسے روایت میں آتا ہے:

((جَاءَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفِ دِينَارٍ فِي ثَوْبِهِ، حِينَ جَهَّزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، قَالَ: فَصَبَّهَا فِي حِجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُقَلِّبُهَا بِيَدِهِ وَيَقُولُ: مَا ضَرَّ ابْنُ عَفَّانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ يُرَدِّدُهَا مِرَارًا.))[1]

(حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک ہزار دینار کپڑے میں لے کے آئے جب حضور اکرم ﷺ لشکر کی تیاری میں مصروف تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آکے وہ دینار حضور پاک کی جھولی میں ڈال دیے، تو حضور اکرم ﷺ نے ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے ہوئے فرمایا" آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔")

ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر سب سے بڑھ کر لشکر اسلام کی مدد کی تھی۔ جیسے روایت میں آتا ہے:

حضرت علامہ ابن قیم غزوہ تبوک کی طرف نبی اکرم ﷺ کے جانے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خود بھی تیاری کی اور لوگوں کو بھی تیار ہونے کا حکم دیا اور اہل ثروت کو اس بات پر ابھارا کہ اللہ تعالی کی راہ میں خرچ اور سواریوں کا بندوبست کریں۔ تو اس طرح لوگ آتے گئے اور مدد کرتے گئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اتنا خرچ کا سامان دیا کہ آپ سے پہلے اتنا کسی اور نے نہیں دیا اور وہ خرچ تین سو اونٹ بمع سازوسامان اور ایک ہزار دینار نقدی کی صورت میں تھا۔[2]

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنا مال مضاربت پر دینا

طبقات کبری میں ایک روایت ہے:

(ہمیں خبر دی محمد بن عمر نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی عمرو بن عثمان بن ھانی نے انہوں نے عبد اللہ بن دارہ سے روایت کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں بزنس مین تھے اور قرض پر مال

---

([1])سنن ترمذي، حدیث نمبر 3701، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے، صحيح وضعيف سنن الترمذي، ج8، ص201

([2])ناصر بن علی عائض حسن شیخ، عقيدة أهل السنة والجماعة في الصحابة الكرام رضي الله عنهم(ریاض، مکتبۃ الرشد، طبع ثالث، 2000ء) 1/267۔

دیا کرتے تھے، اور دوسری روایت کے مطابق جس کو روایت کرتے ہیں محمد بن عمر اور شبل بن علاء اور وہ علاء بن عبد الرحمن سے اور وہ اپنے والد سے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا مال بطور مضاربت آدھی منفعت پر دیا۔[1]

ایک اور روایت جس میں یہی چیز بیان کی گئی ہے:

**((عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه عن جده : أن عثمان بن عفان رضي الله عنه أعطاه مالاً قراضاً يعمل فيه على أن الربح بينهما.))**[2]

(حضرت علاء بن عبد الرحمن نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کو مضاربت پر مال دیا تاکہ وہ اس میں کام کریں اور اس میں نفع برابر برابر ہو۔)

ان مختلف روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی نے مال و دولت سے بہت نوازا تھا اور انہوں نے اس دولت کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں خوب خرچ کر کے رضاء الہی اور رضائے مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام کو ہمیشہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔

یہ تو تھیں اس وقت کی باتیں جب آپ مسلمانوں کے خلیفہ نہیں بنے تھے، جب خلیفہ بنے تو اس طبقہ کا خاص خیال رکھا جو محنت و کسب سے کام لیتے تھے۔ محمد بن ہلال مدینی کہتے ہیں کہ مجھے اپنے باپ نے میری دادی کے متعلق بتایا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی! ایک دن حضرت عثمان نے انہیں نہ دیکھا تو اپنے گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج فلاں خاتون مجھے نظر نہیں آئیں، کیا وجہ ہے؟ اس پر ان کی بیگم نے انہیں بتایا: امیر المؤمنین، آج رات اس کے ہاں بچہ ہوا ہے۔ وہ خاتون کہتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے پچاس درہم اور ایک چادر بھیجی اور فرمایا یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ اور یہ اس کی پوشاک ہے جب بچہ ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اس کا وظیفہ بڑھا کر سو درہم کر دیں گے۔)[3]

ابو اسحاق اپنے دادا خیار کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عثمان نے ان سے پوچھا: جناب آپ کے ساتھ کتنے بال بچے ہیں انہوں نے کہا: میرے ساتھ (کنبہ) ہے۔ اس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے تمہارے لئے اتنا اتنا وظیفہ مقرر کر دیا ہے راوی کو یہ مقدار یاد نہ رہی اور تمہارے بال بچوں میں سے ہر ایک کیلئے سو سو درہم۔)[4]

---

([1]) محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الكبرى، 3/60۔

([2]) مالک بن انس، الموطأ، تحقیق: محمد مصطفی اعظمی (ابو ظبی: مؤسسہ زاید بن سلطان آل نہیان، طبع اول، 2004ء) 4/994۔

([3]) علامہ قاسم بن سلاّم بن عبد اللہ ہروی بغدادی, كتاب الأموال، 1/303۔

([4]) ایضاً۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود کسب و محنت سے کماتے تھے اور جب صاحب اقتدار بنے تو کسب و محنت کرنے والوں کا خیال بھی رکھتے تھے۔

## حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ کے چوتھے جانشین اور آپ ﷺ کے گھر پرورش پانے والے حضرت علی بن ابی طالب کی زندگی بھی فقر و فاقہ میں اور محنت و مزدوری کرتے ہوئے گزری۔ ان کی زندگی کس طرح جدوجہد کرتے رہنے کا عملی نمونہ تھی، اس کا اندازہ ہم مسند احمد بن حنبل کی اس روایت سے لگا سکتے ہیں چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز فاقے سے تھے، کام تلاش کر کے پیٹ بھرنے کی خاطر وہ شہر مدینہ میں نکلے، راستے میں انہیں ایک بڑھیا نظر آئی جو مکان بنانے کے لئے ڈھیروں گارا اکٹھا کر رہی تھی، اسے اس کام کے لئے پانی کی ضرورت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تعمیر کے مقام تک پانی پہچانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا، پانی لانے کا معاوضہ ایک کھجور فی بالٹی طے ہوا، حضرت علی نے پوری ۱۶ بالٹیاں پانی ڈھو کر لانے تک اس مشقت کو برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے وہ کھجوریں لیکر بارگاہ مصطفی ﷺ میں لائے تو انہوں نے مل کر کھجوریں کھائیں۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ مزدوری کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی یہ بھی ہوا کہ آپ کو غیر مسلم کے پاس بھی مزدوری کرنا پڑی جیسے امام سرخسی اپنی کتاب "مبسوط" میں نقل کرتے ہیں:

**"وعلي رضي الله عنه كان يكسب على ما روى أنه أجر نفسه غير مرة، حتى أجر نفسه من يهودي."**[2]

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کمایا کرتے تھے، جیسے روایت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کئی بار مزدوری کی یہاں تک کہ انہوں نے ایک یہودی کے پاس مزدوری کی۔)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے لئے کوئی شرعی حرج نہیں ہے اگر وہ مجبوری کے وقت کسی غیر مسلم کے ہاں ملازمت اختیار کرتا ہے یا مزدوری کرتا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجبوری کے وقت ایک یہودی کے ہاں مزدوری کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ جب خلیفہ بنے تب بھی آپ اپنا کام خود کرتے تھے اور محنت و مشقت سے کام لیتے تھے یہاں تک کہ اپنا بوجھ کسی اور کو اٹھوانے کی بجائے خود اٹھاتے تھے جیسے علامہ ابن

---

([1]) مسندالإمام احمد بن حنبل، رقم الحدیث:1135۔

([2]) سرخسی، ابو بکر محمد بن ابی سہل، المبسوط، تحقیق: خلیل محی الدین المیس (بیروت:1421ھ، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع، طبع اول، 2000) 30/443۔

کثیر روایت کرتے ہیں:

"وروى صالح بياع الأكيسة عن جدته قالت: رأيت عليا اشتري تمرا بدرهم فحمله في ملحفته فقال رجل يا أميرالمؤمنين، ألانحمله عنك؟ فقال: أبوالعيال أحق بحمله."[1]

(صالح بیاع اکیسہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور اپنے کندھے پر اٹھالیا، تو ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین کیا ہم نہ اٹھالیں؟ تو آپ نے فرمایا: گھر کا سربراہ زیادہ حقدار ہے کہ وہ اس کو اٹھائے۔)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جیسے یہ آتا ہے کہ آپ محنت ومزدوری کرتے تھے اسی طرح یہ روایات بھی آتی ہیں کہ آپ بازار میں خرید وفروخت بھی کیا کرتے تھے جیسے روایت ہے:

((عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن علي رضي الله عنه قال أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أبيع غلامين أخوين فبعتهما وفرقت بينهما فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال أدركها فارتجعهما ولا تبعهما إلا جميعا.))[2]

(عبد الرحمن بن ابی لیلی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ میں دو بھائی غلاموں کو بیچوں، تو میں نے انکو علیحدہ علیحدہ بیچ دیا اور اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے انکو واپس لے لینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا انکو جب بھی بیچو اکٹھے ہی بیچنا۔)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ میں الفت ومحبت اور شفقت ورحمت انتہاء درجہ کی پائی جاتی تھی کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان دونوں بھائیوں کو علیحدہ علیحدہ بیچنے کی بجائے اکٹھا ہی فروخت کرنا تاکہ دونوں بھائیوں میں جدائی نہ آئے۔

## حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ قبول اسلام سے پہلے بھی آپ کا شمار عرب کے معزز افراد میں ہوتا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں آئے تو عزت اور بھی بڑھ گئی۔ آپ نے بہت فراخی کے دن دیکھے لیکن سچائی قبول کرنے کی پاداش میں سختیاں بھی دیکھنی پڑیں۔ لیکن اس عسر کے بعد اللہ تعالی نے جلد ہی دوبارہ آپ کو آسائش اور فراخی کی زندگی عطا کر دی۔ اللہ تعالی نے جتنا مال ودولت سے آپ کو نوازا، اتنی دنیاوی دولت کسی اور نے نہیں

---

(1) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، البدایۃ والنہایۃ، تحقیق: احمد ابوالملحم، (بیروت: دارالریان للتراث، طبع اول، 1988ھ) 4/6۔

(2) نیشاپوری، عبد اللہ بن علی بن جارود، المنتقى من السنن المسندة، تحقیق: عبد اللہ عمر بارودی، (بیروت: مؤسسة الكتاب الثقافية، طبع اول، 1988ء) 1/147۔

کمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فضل خداوندی اور دعاء مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام تھی۔ جیسے روایت میں آتا ہے:

**((عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه: (بارك الله لك!) رواه ابن سعد والبيهقي من وجه آخر، وزاد قال عبد الرحمن: فلقد رأيتني ولو رفعت حجرا لرجوت أن أصيب تحته ذهبا أو فضة.))**[1]

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو فرمایا: اللہ پاک تمہیں برکتیں عطافرمائے۔ ابن سعد اور بیہقی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے لگتاہے کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاؤ تو اس کے نیچے سے سونایاچاندی نکلے گا۔)

درج بالا روایت سے معلوم ہوا حضرت عبدالرحمن بن عوف کواللہ تعالی نے مال ودولت میں خوب نوازاتھا۔ ان کی دولت لوگوں کے لئے حیران کن تھی کیونکہ جب ان کا انتقال ہوا تو نقدی کی صورت میں جو ترکہ چھوڑاوہ جب تقسیم کیاگیاتوہر بیوی کواسی ہزار دینار نقدی کی صورت میں ملے۔ جیسے روایت ہے:

**"وأخذت كل زوجة ثمانين ألفاً، وكن أربعا، وقيل: مائة ألف."**[2]

(اور ان کی ہر بیوی نے اسی ہزار دینار لئے جبکہ وہ چار تھیں۔ اور بعض کے نزدیک ایک لاکھ تک لی۔

---

([1])برنی، احمد بن محمد بن عیسی، مسندعبدالرحمن بن عوف(بیروت: دارابن حزم، طبع اول،1414ھ) 1/42۔

([2])نویری، شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب، نهاية الأرب في فنون الأدب(بیروت، دارالکتب العلمیہ، طبع اول،1424ھ) 18/219۔

# فصل سوم: اسلامی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مزدور کا کردار

## مبحث اول: صنعت و حرفت اور تعمیرات میں مزدور کا کردار

## مبحث دوم: سماجی اور معاشرتی زندگی میں مزدور کا کردار

## مبحث اول: صنعت و حرفت اور تعمیرات میں مزدور کا کردار

ہم جانتے ہیں کہ وقت کا پہیہ ہمیشہ چلتا رہتا ہے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ چیزیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ بیسویں صدی صنعتی میدان کے لئے انقلاقی ثابت ہوئی اورانسانی سوچ اورانسانی محنت کی ترقی میں ایک نیاموڑسامنے آیاجس میں دیکھنے کوملا کہ صنعتوں میں مزدوروں کی تعداد کم ہونے لگی اورانسانوں کی جگہ مشینوں نے سنبھال لی۔ اورایسی مشینیں وجود میں آئیں جہاں جدید مشینری اور سرمائے کوہی بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ کسی بھی ملک کی معیشت میں صنعتیں کلیدی کردارادا کرتی ہیں۔ ملک میں صنعتی پیداوار ملکی زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں۔ ملک میں بنی ہوئی اشیاء جب برآمد کی جاتی ہیں تو ملک کی کرنسی کی قیمت میں اضافہ ہوجاتاہے کیونکہ جب کسی چیز کی مانگ میں اضافہ ہوتواس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور جب ملکی مصنوعات بیرون ملک کم فروخت ہوتی ہیں تو ملک کی کرنسی کی قیمت کم سمجھی جاتی ہے۔

### قیام پاکستان کے وقت صنعتی شعبے کی صورتحال

قیام پاکستان کے وقت نوزائیدہ مملکت کو اپنے حصہ میں بہت کم فیکٹریاں ملیں اورزیادہ تر فیکٹریاں بھارت کے حصہ میں چلی گئیں۔ پاکستان کو برصغیر میں آزادی کے وقت اہم صنعتوں میں صرف 3.6 فیصد فیکٹریاں اور 2.6 فیصد فیکٹری کارکنان ملے، اور 7.3 فیصد بھارت اور پاکستان کے کل صنعتی ملازمین حصہ میں آئے۔ 1950ء میں سرکاری ذرائع کے مطابق صنعتی توسیع کے بعد کل ملازمین کا اندازہ 512000 سے لگایا گیا جس میں فیکٹری، کان، ڈاک اور ٹرانسپورٹ میں کام کرنے والے شامل ہیں۔[1]

لیکن پاکستان نے اپنے صنعتی سفر کو جاری رکھا اور مختلف مشکلات کا سامنا کیا اورآہستہ آہستہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ اب اگر ہم پاکستان میں صنعت و حرفت کا شعبہ دیکھیں تو بلاشبہ یہ شعبہ پاکستان کے اقتصادی نظام کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتاہے کیونکہ ملک کی زیادہ تر برآمدات انہیں دو شعبوں سے وابستہ ہیں۔ اور جتنا زیادہ کسی ملک کی برآمدات ہوں اتنا زیادہ اس ملک کی ترقی کی طرف گامزن ہونے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ ماہنامہ لیبر ایجوکیشن کی رپورٹ کے مطابق پاکستان ایشیا سے ایکسپورٹ کرنے والا آٹھواں بڑا ملک ہے۔ اور یہ بات انتہائی اہم ہے کہ پاکستان کی کل افرادی قوت کا 45 فیصد محنت و مزدوری کرنے والا طبقہ ٹیکسٹائل صنعت سے وابستہ ہے۔ 38 فیصد مختلف فیکٹریوں سے وابستہ ہیں جبکہ باقی کپاس کی پیداوار سے منسلک ہیں۔

---

(1) The Association for Asian Studies, Labor problems of Pakistan, Dr, Nikki R. Keddie, 4th Ed. August, 1957AD, Vol. 16, Pg:575-576

## پاکستان کی کل آبادی

ہمارے ملک کی آبادی 7-2006ء میں 162.91 ملین تھی جو 15-2014ء میں بڑھ کر 189.19 ہو گئی جن میں سے دیہات میں رہنے والوں کی تعداد 7-2006 میں 108.22 ملین تھی جو بڑھ کر 15-2014ء میں 123.36 ملین ہو گئی۔ شہر میں رہنے والوں کی تعداد 7-2006ء میں 54.69 ملین تھی جبکہ 15-2014ء میں 65.83 ہو گئی۔ اگر ہم مزدوروں کا جائزہ لیں تو ان کی تعداد 7-2006ء میں 52.41 ملین تھی جس میں سے دیہات میں رہنے والے مزدور 36.62 ملین جبکہ شہر میں 15.79 ملین تعداد تھی۔ اگر سات سال بعد مزدوروں کے حوالے سے جائزہ لیں تو مزدوروں کی تعداد 15-2014ء میں 61.40 ملین تھی جن میں سے دیہات میں رہنے والے مزدوروں کی تعداد 41.95 ملین جبکہ شہر میں یہ تعداد 19.09 ملین تک پہنچ گئی۔

## مختلف صوبوں میں صنعت و حرفت میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد

پاکستان میں مزدور صنعت و حرفت کے میدان میں محنت و مزدوری کر کے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کچھ سال پہلے رجسٹرڈ تربیت یافتہ ورکر تعداد میں کم تھے 2011ء میں انتہائی تربیت یافتہ ورکر 6974 تھے جن کی تعداد 2015ء میں بڑھ کر 17484 ہو گئی۔ اسی طرح اپنے متعلقہ کام میں مہارت رکھنے والے ورکر 2011ء میں 3018 تھے جبکہ 2015ء میں ان کی تعداد 7853 ہو گئی۔ اسی طرح تربیت پانے والے ورکرز کی تعداد 2011ء میں 171672 تھی جو 2015ء میں بڑھ کر 397371 تک جا پہنچی۔ اگر ہم غیر تربیت یافتہ کام کرنے والوں کا جائزہ لیں تو ان کی تعداد میں بھی ہوشربا اضافہ کو دیکھنے کو ملتا ہے۔ غیر تربیت یافتہ کام کرنے والے 2011ء میں 201982 تھے جن کی تعداد 2015ء میں 372281 تک جا پہنچی۔ ان اعداد سے معلوم ہوا کہ پاکستان میں جہاں مزدوروں کی تعداد بڑھی ہے وہیں غیر تربیت یافتہ مزدوروں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے جو کہ قابل ستائش نہیں ہے۔[1]

ذیل میں پاکستان میں صنعت و حرفت میں کام کرنے والے مزدوروں کا مکمل ریکارڈ پیش کیا گیا ہے کہ کتنی لیبر فورس اس میدان میں کام کرتی ہے۔ اس میں دیہاتی اور شہری علاقوں کو علیحدہ دکھانے کے ساتھ ساتھ مرد اور عورت ورکر اور ان کی مجموعی فیصد کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور ہر صوبے کے ورکرز کی تعداد علیحدہ بیان کی گئی ہے۔ پاکستان کی کل آبادی (18 کروڑ) میں سے 50.69 فیصد حصہ مردوں پر مشتمل ہے اور سول لیبر فورس کل آبادی کا 45.22 فیصد پر مشتمل ہے جس میں مردوں کی تعداد 34.36 فیصد اور عورتوں کی تعداد 10.86 فیصد پر مشتمل ہے۔ پاکستان کی کل آبادی کا 42.54 فیصد افراد پر مشتمل طبقہ ملازمت پیشہ ہے جن میں سے 32.65 فیصد مرد اور 9.89 فیصد طبقہ خواتین پر مشتمل ہے۔ اور بے روزگار افراد کی تعداد کل آبادی کا 2.69 فیصد تھی جبکہ ان میں مردوں کی تعداد 1.7 فیصد تھی اور عورتوں کی تعداد 0.97 فیصد تھی۔ ہم نمونہ

---

(1) Pakistan Economic Survey 2٠15-16, Page:216

کے طور پر پنجاب کی مزدور آبادی کا جائزہ لیں تو درج ذیل ٹیبل کے مطابق پنجاب کی آبادی پاکستان کی کل آبادی کا 49.66 فیصد مردوں پر مشتمل ہے اور خواتین کی تعداد 50.34 فیصد ہے۔ لیبر فورس میں کام کرنے والے مرد 34.54 فیصد ہیں اور خواتین کی تعداد 14.8 فیصد پائی جاتی ہے۔ ملازمت پیشہ افراد کے لحاظ سے پنجاب میں 32.60 فیصد مرد حضرات ملازمت کرتے ہیں جبکہ 12.99 فیصد خواتین ملازمت کرتی ہیں۔ بے روزگاری کے حوالے سے پنجاب میں 3.03 فیصد مرد بے روزگار ہیں اور خواتین کی تعداد بے روزگاری میں 1.95 فیصد ہے۔ پنجاب کا اگر دوسرے صوبوں سے تقابلی جائزہ لیں تو دوسرے صوبوں کی نسبت یہاں ملازمت کی طرف لوگوں کا رجحان زیادہ ہے جبکہ سندھ میں اس سے کم ہے، خیبر پختونخواہ میں اس سے بھی کم ہے اور بلوچستان میں سب سے کم ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ پنجاب میں آبادی زیادہ ہے دوسرے صوبوں میں کم ہے اور پنجاب میں لوگوں کا تعلیم کی طرف رجحان زیادہ ہے اور تعلیم حاصل کرنے کے مواقع باقی صوبوں سے زیادہ ہیں جبکہ دوسرے صوبوں میں تعلیمی مسائل پائے جاتے ہیں اور تعلیم کے ذریعے ہی شعور و آگاہی انسان کو حاصل ہوتی ہے۔

## مزدور کی تعداد کے حساب سے ٹیبل

| | Population | | | Civilian Labour force | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | Total Civilian Labour Force | | | Employed | | | Unemployed | | |
| | Total | Male | Female | Total | Male | Femal | Total | Male | Female | Total | Male | Female |
| PAKISTAN | 100 | 50.69 | 49.31 | 45.22 | 34.36 | 10.86 | 42.54 | 32.65 | 9.89 | 2.69 | 1.71 | 0.97 |
| Rural | 100 | 50.30 | 49.70 | 49.01 | 34.70 | 14.31 | 46.55 | 33.20 | 13.35 | 2.46 | 1.49 | 0.96 |
| Urban | 100 | 51.38 | 48.62 | 38.66 | 33.78 | 4.88 | 35.57 | 31.69 | 3.88 | 3.08 | 2.09 | 1.00 |
| Punjab | 100 | 49.66 | 50.34 | 48.62 | 34.54 | 14.08 | 45.59 | 32.60 | 12.99 | 3.03 | 1.95 | 1.09 |
| Rural | 100 | 49.14 | 50.86 | 53.03 | 34.86 | 18.16 | 50.16 | 33.09 | 17.07 | 2.87 | 1.77 | 1.09 |
| Urban | 100 | 50.65 | 49.35 | 40.27 | 33.94 | 6.33 | 36.92 | 31.66 | 5.26 | 3.35 | 2.28 | 1.07 |
| Sindh | 100 | 52.89 | 47.11 | 42.96 | 36.59 | 6.36 | 40.96 | 35.29 | 5.67 | 2.00 | 1.31 | 0.69 |
| Rural | 100 | 53.63 | 46.37 | 48.90 | 38.85 | 10.05 | 47.70 | 38.18 | 9.52 | 1.20 | 0.67 | 0.53 |
| Urban | 100 | 52.20 | 47.80 | 37.46 | 34.51 | 2.96 | 34.73 | 32.62 | 2.11 | 2.74 | 1.89 | 0.85 |
| Khyber Pakhtunkhwa | 100 | 49.23 | 50.77 | 36.34 | 29.22 | 7.12 | 33.53 | 27.54 | 5.99 | 2.80 | 1.68 | 1.12 |
| Rural | 100 | 48.98 | 51.02 | 36.86 | 29.03 | 7.83 | 34.18 | 27.45 | 6.74 | 2.68 | 1.58 | 1.09 |
| Urban | 100 | 50.32 | 49.68 | 34.16 | 30.01 | 4.15 | 30.83 | 27.93 | 2.90 | 3.33 | 2.08 | 1.25 |
| Balochistan | 100 | 54.31 | 45.69 | 43.15 | 35.00 | 8.15 | 41.10 | 33.70 | 7.40 | 2.05 | 1.29 | 0.75 |
| Rural | 100 | 54.21 | 45.79 | 46.09 | 36.13 | 9.96 | 44.20 | 34.96 | 9.24 | 1.89 | 1.17 | 0.71 |
| Urban | 100 | 54.51 | 45.49 | 36.73 | 32.51 | 4.21 | 34.33 | 30.96 | 3.36 | 2.40 | 1.55 | 0.85 ([1]) |

## صنعت و حرفت کے ورکرز کا ملکی ترقی میں حصہ

پاکستان صنعتی اعتبار سے دنیا میں ترقی کرنے والا ملک سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان ایک صنعت پذیر ملک ہے اور جب سے چائنہ نے اپنا پروجیکٹ پاکستان چائنہ اقتصادی راہداری (CPEC) شروع کیا ہے تب سے پاکستان کی اہمیت دنیا میں اور بڑھ گئی

([1]) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:146

ہے۔ایک یورپین جرنل اپنی رپورٹ میں پاکستان کی صنعتی معیشت کے متعلق لکھتا ہے:

پاکستان کی اقتصادی معیشت دنیا بھر میں 47ویں نمبر پر ہے،اور قوت خرید کے حساب سے 25ویں نمبر پر ہے۔ پاکستان کی معیشت تین شعبوں میں تقسیم شدہ ہے، زرعی شعبے کا مجموعی طور پر 21فیصد، صنعتی 19فیصد، اور سول سروس کا جی ڈی پی میں 53فیصد حصہ ہے۔ پاکستان ایک ترقی پذیر صنعتی معیشت ہے۔ 1947ء میں پاکستان کے وجود میں آنے کے وقت صنعتی شعبہ انتہائی محدود تھا لیکن صنعتی شعبے نے بہت ترقی کرلی ہے آج کی دنیا میں پاکستان 41ویں نمبر پر ہے اور فیکٹری کی دنیا میں 55ویں نمبر پر ہے۔ جی ڈی پی میں اب صنعتی شعبے کا حصہ 26فیصد پر آگیا ہے۔ زراعت اور سول سروس کے شعبہ جات میں سرکاری ریکارڈ کے مطابق کچھ کمی واقع ہوئی ہے۔[1]

پاکستان کی آبادی 2001ء میں 142.86ملین تھی جس میں سے 28.97 ملین لوگ تیل کی صنعت ( Crude Activity) سے وابستہ ہیں۔ پاکستان کی کل آبادی میں سے 41.38 ملین لوگ محنت ومزدوری کرتے تھے۔ زراعت سے وابستہ افراد کی تعداد 18.47 ملین تھی، جبکہ مینوفیکچرنگ (صنعتکاری، مشینوں کے ذریعے بنائی جانے والی چیزیں) میں کام کرنے والوں کی تعداد 4.40ملین تھی،اور شعبہ تعمیرات میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد 2.21ملین تھی۔ گیس اور بجلی کے شعبہ میں کام کرنے والوں کی تعداد 0.26 ملین تھی۔ ذرائع آمدورفت میں کام کرنے والوں کی تعداد 1.92 ملین تھی جبکہ شعبہ تجارت اور کاروبار سے وابستہ افراد کی تعداد 5.15ملین تھی اور سول سروسز اور دوسرے شعبہ جات میں کام کرنے والوں کی تعداد 5.73 ملین تھی۔

## مختلف پیشوں کے لحاظ سے مزدوروں کی تعداد

درج ذیل ٹیبل میں مزدوروں کی تعداد بلحاظ عمر ذکر کی گئی ہے کہ مختلف عمر کے ورکرز بچوں سے لیکر ساٹھ سال کے بوڑھوں تک مرد ہوں یا عورت، لاکھوں افراد محنت ومزدوری کرکے ملک وقوم کی خدمت میں مصروف ہیں۔ نیچے ذکر کردہ ٹیبل سے دو باتیں قابل غور نظر آتی ہیں۔ ایک یہ کہ کم عمر بچے بھی ہماری لیبر فورس کا حصہ ہیں جن کی عمر 10سے 14 سال کی ہے لیکن ساتھ حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ ان کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے۔ 2004ء میں ان کی تعداد 18.45 تھی جو کہ 2015ء میں کم ہو کر 11.22 ہو گئی، جو کہ ایک اچھی اور قابل ستائش بات ہے۔ لیکن تشویش ناک بات یہ کہ اس پیریڈ میں کام کرنے والی بچیوں کی تعداد بڑھی ہے جن کی تعداد 2004ء میں 6.69 تھی جو بڑھ کر 2015ء میں 7.71 تک پہنچ گئی۔ دوسری بات جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ ہماری لیبر فورس میں نوجوان طبقہ بہت بڑی تعداد میں موجود ہے جن کی عمریں 20 سے 34 سال کے درمیان ہے اور یہ پاکستان کے لئے بڑی خوشی کی بات ہے کہ نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ لیبر فورس میں ہے کیونکہ نوجوانوں میں کام کرنے کی بڑی صلاحیت ہوتی ہے۔ نوجوان کام کرنے کی صلاحیت زیادہ رکھتا ہے۔ آزاد

---

([1]) European Journal of Contemporary Economics and Management May 2014 Edition Vol.1 No.1, Page: 107

ہوتا ہے گھر کے بوڑھے آدمی کی طرح معاشی فکر میں کم مبتلا ہوتا ہے۔ نوجوان میں بوجھ اٹھانے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے بنسبت بوڑھے مزدور کے۔

## پیشوں کے لحاظ سے ٹیبل

(In Million)[1]

| Years | Population | Crue Activity Rate (%) | Labour Force | UnempLoyed Labour Force | Employed Labour Force | AgriculTure | Mining & ManuFacturig | ConstRuction | Electricity & Gas DistriBution | Transport Storage & CommuCatin | WholeSale & Retail Trade | Others |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 2000-01 | 142.86 | 28.97 | 41.38 | 3.24 | 38.14 | 18.47 | 4.40 | 2.21 | 0.26 | 1.92 | 5.15 | 5.73 |
| 2001-02 | 145.96 | 28.97 | 43.21 | 3.57 | 39.64 | 16.68 | 5.51 | 2.40 | 0.32 | 2.34 | 5.89 | 6.50 |
| 2002-03 | 149.03 | 28.97 | 44.12 | 3.65 | 40.47 | 17.03 | 5.63 | 2.45 | 0.33 | 2.39 | 6.01 | 6.63 |
| 2003-04 | 150.47 | 30.41 | 45.76 | 3.52 | 42.24 | 18.18 | 5.83 | 2.46 | 0.28 | 2.42 | 6.25 | 6.82 |
| 2004-05 | 153.96 | 30.41 | 46.82 | 3.60 | 43.22 | 18.60 | 5.96 | 2.52 | 0.29 | 2.48 | 6.39 | 6.98 |
| 2005-06 | 156.77 | 32.22 | 50.50 | 3.13 | 47.37 | 20.54 | 6.60 | 2.91 | 0.31 | 2.72 | 6.95 | 7.34 |
| 2006-07 | 161.98 | 31.82 | 51.55 | 2.75 | 48.80 | 21.29 | 6.66 | 3.21 | 0.37 | 2.63 | 7.03 | 7.61 |
| 2007-08 | 165.45 | 32.17 | 53.22 | 2.77 | 50.45 | 22.52 | 6.61 | 3.18 | 0.36 | 2.75 | 7.38 | 7.65 |
| 2008-09 | 168.99 | 32.81 | 55.91 | 3.05 | 52.86 | 23.63 | 6.89 | 3.46 | 0.36 | 2.74 | 8.63 | 7.15 |
| 2009-10 | 172.57 | 32.98 | 56.92 | 3.16 | 53.76 | 24.18 | 7.17 | 3.62 | 0.43 | 2.82 | 8.75 | 6.79 |
| 2010-11 | 176.20 | 32.83 | 57.84 | 3.44 | 54.40 | 24.51 | 7.51 | 3.78 | 0.26 | 2.78 | 8.78 | 6.78 |
| 2011-12* | 180.71 | 32.83 | 59.33 | 5.95 | 55.80 | 25.14 | 7.70 | 3.88 | 0.27 | 2.85 | 8.28 | 7.68 |
| 2012-13 | 183.57 | 32.88 | 60.34 | 3.76 | 56.58 | 24.73 | 8.03 | 4.21 | 0.30 | 2.82 | 8.14 | 8.35 |
| 2013-14 | 186.19 | 32.28 | 60.09 | 3.58 | 56.52 | 24.57 | 8.00 | 4.15 | 0.27 | 3.07 | 8.24 | 8.21 |
| 2014-15 | 189.19 | 32.30 | 61.04 | 3.62 | 57.42 | 24.27 | 8.89 | 4.20 | 0.45 | 3.11 | 8.41 | 8.09 |

## شعبہ زراعت میں وابستگی میں کمی

تازہ ترین مردم شماری 2017ء کے مطابق پاکستان کی آبادی 22 کروڑ سے بھی زائد ہے جس میں سے 40 فیصد شہروں جبکہ 60 فیصد دیہاتی علاقوں میں رہتی ہے۔ دیہاتی علاقوں میں لوگوں کی معیشت کا دارومدار زراعت پر ہوتا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قومی معیشت میں اس کا کردار کم ہوتا جا رہا ہے۔ اور مالی سال 2015-16ء کے حکومتی اعداد و شمار کے مطابق زرعی شعبہ جی ڈی پی کا بمشکل 20 فیصد بن رہا ہے اور ان اعداد و شمار میں زرعی شعبے کے ساتھ ساتھ لائیو سٹاک، جنگلات

(1) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:148

اور ماہی گیری بھی شامل ہیں۔ زرعی شعبے میں تیزی پانی کی کمی اور جدید مشینری کے بڑھتے ہوئے استعمال کے سبب اس شعبے سے منسلک افراد میں بھی کمی واقع ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی پاکستان کی تقریباً6 کروڑ26 لاکھ کی لیبر فورس میں سے 42 فیصد کا روزگار زرعی شعبے سے وابستہ ہے، اور70 فیصد ورک فورس غیر منظم شعبے سے وابستہ ہے اوران کی ایک بڑی تعداد گھر مزدوروں کی ہے۔ ایک کروڑ80 لاکھ گھر مزدوروں میں خواتین محنت کشوں کی تعداد 1 کروڑ50 لاکھ ہے لیکن پیداواری عمل میں حصہ لینے والے یہ گھر مزدور قانونی طور پر ورکر تسلیم نہ کیے جانے کی وجہ سے اپنے قانونی حقوق سے محروم ہیں۔ (1)

## عمر کے لحاظ سے مزدوروں کی تعداد

پاکستان کی اکنامک سروے رپورٹ 16-2015ء میں ہے:.

لیبر فورس میں مرد وعورت کی شمولیت عمر کے حساب سے بہت اہم اور مددگار ہے۔ یہ بات انتہائی اہم ہے کہ وہ بچے بھی لیبر مارکیٹ کا حصہ ہیں جن کی عمر10 سال سے14 سال کے درمیان ہے۔ لیکن یہ حصہ جو2012ء میں 11.4 فیصد تھا کم ہو کر 2014ء میں9.6 فیصد ہو گیا۔ لیبر فورس میں وہ نوجوان جن کی عمر15 سال سے19 سال تھی 2012ء میں ان کی تعداد35.8 سے کم ہو کر2014ء میں33.5 فیصد ہو گئی۔ لیبر فورس میں وہ جوان کارکن جن کی عمر20 سے24 سال تھی ان کی تعداد2012ء میں 53.1 فیصد سے کم ہو کر52.6 فیصد ہو گئی۔ ابتدائی عمر کے نوجوان ورکرز کی تعداد میں کمی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تعلیم کے مواقع بڑھ رہے ہیں جبکہ وہ مزدور جن کی عمریں55 سال سے 59 سال ہیں ان کی تعداد 62.5 سے بڑھ کر2014ء تک63.4 پہنچ گئی۔ (2)

## عمر کے لحاظ سے مزدوروں کی تعداد کا ٹیبل

| Age Group | 2004-05 | 2005-06 | 2006-07 | 2007-08 | 2008-09 | 2009-10 | 2010-11 | 2012-13 | 2013-14 | 2014-15 |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 10 years & over | | | | | | | | | | |
| Both Sexes | 43.74 | 46.01 | 45.18 | 45.17 | 45.66 | 45.89 | 45.69 | 45.70 | 45.45 | 45.22 |
| Male | 70.61 | 71.97 | 70.14 | 69.54 | 69.31 | 68.83 | 68.70 | 68.89 | 68.07 | 67.78 |
| Female | 15.93 | 18.93 | 19.10 | 19.59 | 20.66 | 21.51 | 21.67 | 21.50 | 22.17 | 22.02 |
| 10-14 | | | | | | | | | | |
| Male | 18.45 | 20.68 | 16.92 | 17.09 | 16.20 | 15.42 | 14.27 | 14.46 | 12.62 | 11.22 |
| Female | 6.69 | 9.21 | 9.18 | 9.69 | 9.48 | 9.24 | 8.83 | 7.98 | 8.37 | 7.71 |
| 15-19 | | | | | | | | | | |
| Male | 59.00 | 60.87 | 56.29 | 53.94 | 52.74 | 52.68 | 51.59 | 51.16 | 49.68 | 47.55 |
| Female | 14.51 | 16.91 | 16.60 | 17.61 | 18.90 | 19.17 | 19.58 | 18.19 | 19.32 | 18.01 |
| 20-24 | | | | | | | | | | |
| Male | 85.70 | 87.63 | 86.76 | 85.12 | 85.39 | 84.54 | 84.27 | 82.38 | 81.71 | 82.32 |
| Female | 18.03 | 20.67 | 20.66 | 20.98 | 22.76 | 23.88 | 24.20 | 24.41 | 25.14 | 25.74 |
| 25-34 | | | | | | | | | | |
| Male | 96.27 | 97.03 | 97.16 | 96.90 | 97.19 | 96.89 | 97.42 | 96.73 | 96.91 | 97.33 |
| Female | 18.31 | 21.62 | 21.66 | 21.87 | 23.63 | 25.48 | 25.44 | 26.01 | 26.57 | 27.15 |
| 35-44 | | | | | | | | | | |
| Male | 97.36 | 97.57 | 98.01 | 97.87 | 98.37 | 97.53 | 98.34 | 98.45 | 98.06 | 98.33 |
| Female | 21.64 | 25.07 | 25.93 | 26.75 | 27.67 | 27.88 | 29.46 | 28.72 | 30.00 | 29.43 |
| 45-54 | | | | | | | | | | |

(1) مشتاق علی خان، روزنامہ ایکسپریس لاہور، یکم مئی2018ء۔

(2) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:206

| | | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Male | 95.63 | 96.37 | 96.62 | 96.65 | 96.69 | 96.96 | 97.29 | 97.02 | 97.13 | 97.24 |
| Female | 20.95 | 24.78 | 25.01 | 24.42 | 25.86 | 29.41 | 28.35 | 29.11 | 29.37 | 30.75 |
| 55-59 | | | | | | | | | | |
| Male | 89.68 | 90.62 | 92.20 | 92.54 | 93.71 | 93.26 | 92.24 | 92.61 | 92.78 | 93.80 |
| Female | 18.57 | 22.84 | 22.45 | 25.53 | 26.37 | 27.98 | 26.27 | 26.60 | 27.48 | 27.29 |
| 60+ | | | | | | | | | | |
| Male | 58.37 | 59.38 | 58.52 | 59.46 | 56.38 | 55.49 | 54.95 | 52.42 | 53.33 | 55.16 |
| Female | 12.90 | 14.69 | 15.70 | 15.50 | 15.22 | 13.54 | 14.62 | 13.58 | 12.77 | 11.95([1]) |

## دیہی اور شہری لحاظ سے مزدوروں کی تعداد

اسی طرح پاکستان اکنامک سروے رپورٹ میں ہے:

دیہی غیر رسمی شعبے میں ملازمت کا تناسب2012-13ء میں77.4فیصد کمی کے ساتھ2014-15ء میں 76.4فیصد کے ساتھ مزید کم ہو گیاہے۔ تاہم اسی مدت میں مرد مزدوروں کا تناسب22.6فیصد سے بڑھ کر 24.3 فیصد ہو گیا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں رسمی شعبہ جات میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ دیہات میں عورتوں کی بڑھتی ہوئی شرکت دیہاتی علاقوں میں خواتین کی اعلی شراکت کا اشارہ ہے۔ تاہم شہری ملازمت کے غیر رسمی شعبے میں خواتین ملازمت میں مردوں کے مقابلے میں نسبتا کم ہیں۔ شہری علاقوں میں رسمی شعبے میں مردوں کا تناسب 2012-13ء میں 30.1 تھا جو کہ بڑھ کر2014-15ء میں 30.8 فیصد تک بڑھ گیا۔[2]

اب ذیل میں ٹیبل کے ذریعے مزدورں کی تعداد دیہات اور شہر کے لحاظ سے بیان کی جاتی ہے کیونکہ ہماری آبادی کا زیادہ حصہ دیہات میں رہائش پذیر ہے۔

### دیہات اور شہر میں رہنے والے مزدوروں کی تعداد کا ٹیبل

| Mid Year | 2006-07 | 2007-08 | 2008-09 | 2009-10 | 2010-11 | 2011-12* | 2012-13 | 2013-14 | 2014-15 |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Population | 162.91 | 165.45 | 168.99 | 172.57 | 176.20 | 180.71 | 183.57 | 186.19 | 189.19 |
| Rural | 108.22 | 103.08 | 104.38 | 105.70 | 107.00 | 120.10 | 121.66 | 121.56 | 123.36 |
| Urban | 54.69 | 62.37 | 64.61 | 66.87 | 69.20 | 60.61 | 61.91 | 64.63 | 65.83 |
| Working Age Population | 116.01 | 117.83 | 121.42 | 124.06 | 126.60 | 129.84 | 132.07 | 132.24 | 134.99 |
| | | | | | | | | | |
| Rural | 74.86 | 76.28 | 78.28 | 80.08 | 81.77 | 83.87 | 84.96 | 83.62 | 85.60 |
| Urban | 41.15 | 41.55 | 43.14 | 43.98 | 44.83 | 45.97 | 47.11 | 48.62 | 49.39 |
| Labour Force | 52.41 | 53.22 | 55.91 | 56.92 | 57.84 | 59.33 | 59.74 | 60.10 | 61.04 |
| Rural | 36.62 | 37.19 | 38.82 | 39.56 | 40.12 | 41.15 | 41.23 | 41.14 | 41.95 |
| Urban | 15.79 | 16.03 | 17.09 | 17.36 | 17.72 | 18.18 | 18.51 | 18.96 | 19.09 |
| Employed Labour Force | 49.68 | 50.45 | 52.86 | 53.76 | 54.40 | 55.80 | 56.01 | 56.52 | 57.42 |
| Rural | 34.90 | 35.44 | 36.99 | 37.66 | 38.24 | 39.22 | 39.14 | 39.07 | 39.85 |
| Urban | 14.79 | 15.01 | 15.87 | 16.10 | 16.16 | 16.58 | 16.87 | 17.45 | 17.57 |
| Unemployed Labour | 2.73 | 2.77 | 3.05 | 3.16 | 3.44 | 3.53 | 3.73 | 3.58 | 3.62 |

([1])Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:151

([2]) Pakistan Economic Survey 2015-16, page No: 208

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| Force | | | | | | | | | |
| Rural | 1.72 | 1.75 | 1.83 | 1.90 | 1.88 | 1.93 | 2.09 | 2.06 | 2.10 |
| Urban | 1.00 | 1.02 | 1.22 | 1.26 | 1.56 | 1.60 | 1.64 | 1.52 | 1.52 |
| Unemployment Rate (%) | 5.20 | 5.20 | 5.46 | 5.55 | 5.95 | 5.95 | 6.24 | 6.00 | 5.90 |
| Rural | 4.71 | 4.71 | 4.73 | 4.82 | 4.68 | 4.68 | 5.10 | 5.00 | 5.00 |
| Urban | 6.34 | 6.34 | 7.11 | 7.21 | 8.84 | 8.84 | 8.80 | 8.00 | 8.00 |

اس سے معلوم ہوا کہ شہر کی نسبت دیہات میں مزدور طبقہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ حکومت ہر دیہات میں کم از کم ایک ہسپتال، ڈاکخانہ، رقم منتقلی کے لئے بینک یا ایزی پیسہ دکان کے علاوہ بنیادی ضروریات مہیا کرنے والی دکانوں کا موجود ہونا یقینی بنائے، تاکہ اتنی کثیر تعداد میں دیہات میں رہنے والے لوگ سہولیات کی عدم دستیابی کی بناپر شہروں کا رخ نہ کریں۔

## شعبہ تعمیرات میں تعداد اور کردار

تعمیراتی صنعت ملک کی سماجی واقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعمیری صنعت بنیادی طور پر سماجی اور معاشی ترقی کے لئے ایک پناہ گاہ اور روزگار فراہم کرنے کے لئے ایک بنیادی ڈھانچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ تعمیری صنعت میں گاؤں کے لوگوں کے لئے ہسپتال، دفاتر، گھر اور دیگر عمارات شامل ہیں جبکہ شہروں میں پانی کی فراہمی، سیورتج، ہائی ویز، سڑکیں، بندرگاہیں، ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈے، ٹیلی مواصلات وغیرہ اضافی تعمیرات ہوتی ہیں جو اقتصادی سرگرمیوں کو پروان چڑھاتی ہیں۔ تعمیراتی صنعت کافی ملازمتیں پیدا کرتی ہے اور لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ تعمیرات کے شعبے میں مزدور کے لئے حفاظتی اقدامات کا اٹھانا عالمی قوانین کا تقاضا ہے جیسا کہ آئی ایل او میں اس قانون کو درج ذیل الفاظ میں واضح کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

کنونشن نمبر 167 اس بات کی یقین دہانی کراتا ہے کہ تعمیراتی شعبے میں حفاظت اور صحت کو فروغ دینے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ اور اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ تعاون کو پختہ کرنے کے لئے قوانین بنائے جائیں یا قواعد وضوابط میں وضاحت کردی جائے. سفارش نمبر 175 اضافی رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ اس طرح کے اقدامات کیے جائیں جس سے کارکنوں کی حفاظت کی جاسکے۔ اور آجر کی ذمہ داری ہے کہ وہ نمائندگان اور ورکرز کو تربیت فراہم کرنے کے لئے اور افراد کو تحفظ فراہم کرنے اور صحت کو فروغ دینے کے لئے اقدامات اٹھائے۔[1]

## تعمیراتی شعبے کی تعریف

تعمیراتی شعبے میں ہسپتال، سکول، گاؤں، دفاتر اور دیگر عمارات شامل ہیں۔ اسی طرح دفاتر، شہری عماراتی ڈھانچہ، سیورتج، پانی سپلائی، ہائی ویز، روڈ، ائرپورٹ، ریلوے، بندرگاہیں، بجلی کا نظام، مواصلات وغیرہ بھی شعبہ تعمیرات میں داخل

(1) The Association for Asian Studies, Labor problems of Pakistan, val. 16, No.4 (August,1957), Dr, Nikki R. Keddie, page:575-576

ہیں۔ اس کے علاوہ نظام آبپاشی اور زراعت کا نظام، نئی عمارتوں کا قیام اور مرمت وہ شعبہ جات ہیں جو اقتصادی ترقی اور ملکی ترقی کی تعمیر و بنیاد میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ رضا علی خان [1] اپنے آرٹیکل میں لکھتے ہیں:

تعمیراتی شعبہ مشتمل ہے ہسپتال، سکول، گاؤں، دفاتر اور دوسری عمارات پر۔ شہر کا بنیادی ڈھانچہ (جیسے پانی کی فراہمی، سیوریج، نکاسی وغیرہ) ہائی ویز، سڑک، ہوائی اڈے، ریلوے، بندرگاہیں، بجلی کا نظام، آبپاشی اور زراعت کا نظام شعبہ تعمیرات سے متعلقہ ہیں۔ اسی طرح عمارتوں کی شکل میں تخلیق، بحالی، مرمت یا توسیع کے لئے ہدایت کی گئی تمام اقتصادی سرگرمیاں اسی شعبہ سے تعلق رکھتی ہیں، تعمیرات اور انجینئرنگ کا شعبہ ملکی معیشت اور ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ [2]

## تعمیراتی شعبہ میں مزدور کا کردار

تعمیراتی شعبہ میں مزدور کا کردار اس بات سے عیاں ہے کہ کم اجرت پر بھی برضا و رغبت کام کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور ان مزدوروں کو بڑے شہروں کے ہر چوک پر صبح نماز کے بعد دیر تک کام کی تلاش میں بیٹھے ہوئے دیکھ سکتے ہیں، اور بہت کم مزدوری پر بھی کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم صرف اسلام آباد کا جائزہ لیں تو ریکارڈ کے مطابق 2005ء میں (Mason) مستری کی دیہاڑی 400 روپے تھی جبکہ دس سال بعد 2015ء میں 1200 روپے تھی۔ کراچی میں 2005ء میں اوسطا دیہاڑی 370 روپے تھی جبکہ 2015ء میں اوسطا ۸۶۱ روپے تھی۔ کراچی کے مقابلے اسلام آباد میں مزدور کی دیہاڑی میں اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے جبکہ کراچی میں مزدور کی اجرت میں اتنا اضافہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ [3]

---

(1) Raza Ali Khan Associate Professor, Department of Civil Engineering, NED University of Engineering & Technology, Karachi, Pakistan

(2) First International Conference on Construction In Developing Countries (ICCIDC–I) “Advancing and Integrating Construction Education, Research & Practice” August 4-5, 2008, Karachi,, Pakistan، Page:279-280

(3) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:152

## مبحث دوم: سماجی اور معاشرتی زندگی میں مزدور کا کردار

### قناعت پسندی

مزدوروں میں قناعت پسندی بہت پائی جاتی ہے جو بھی روکھی سوکھی مل جاتی ہے اسے کھالیتے ہیں۔ کھانے پہ تنقید نہیں کرتے، اگر جلدی کھانا مل جائے تو شکر کر کے کھالیتے ہیں، دیر سے ملے تو بھی صبر کر لیتے ہیں۔ حرص ولالچ مزدوروں میں نہیں پایا جاتا اور مالک کی طرف سے اگر مزدوری کم ملے تو شور شرابہ نہیں کرتے خاموشی سے لے لیتے ہیں۔ فیکٹری اور بھٹہ میں کام کرنے والے مزدوروں کی حالت تو اور زیادہ مشکل ہوتی ہے کئی کئی مہینے تنگدستی میں گزر جاتے ہیں اور مقررہ اجرت نہیں ملتی، جو کچھ ملتا ہے اسے خوشی سے قبول کر کے قناعت کر لیتے ہیں۔

### تحمل وبرداشت

مزدور آدمی میں تحمل وبرداشت بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔مالک غصہ میں آکر مزدور کو کیا کچھ کہہ جاتا ہے لیکن مزدور آدمی خاموشی سے سب کچھ برداشت کر لیتا ہے اور کوئی بھڈا نہیں ڈالتا۔ فیکٹری کا مالک دن سے رات والی شفٹ میں منتقل کر دے تب بھی مزدور کام چھوڑ کر نہیں جاتا بلکہ تحمل سے ہر تکلیف کو برداشت کر لیتا ہے۔ مالک اگر ایک مزدور کو کہے بھاری کام چھوڑ کر ہلکا کام کرو تو وہ بھاری کام چھوڑ کر ہلکا شروع کر دیتا ہے دوسرے مزدور کو فیکٹری مالک یا ٹھیکیدار کئی کئی ہفتے مزدور کو چھٹی نہیں دیتا تب بھی مزدور برداشت اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو کام میں مصروف رکھتا ہے۔

### تعاون کا جذبہ

مزدوروں میں تعاون کا جذبہ دوسروں کی نسبت زیادہ پایا جاتا ہے کسی دوسرے کی مدد کرنا اور کام آنا مزدور کی فطرت میں شامل ہوتا ہے، لازمی نہیں کہ مزدور ہر کام کی اجرت لے وہ بہت سے ایسے کام کرتا ہے جس کی اجرت بھی طلب نہیں کرتا جیسے گلی محلے میں رہنے والوں کا سامان منتقل کرانا ہو تو مزدور سب سے آگے نظر آئے گا، آندھی کی وجہ سے تار نیچے گر پڑے تو کھمبے پر مزدور ہی چڑھ کر لگائے گا۔ خوشی وغمی کے موقع پر کرسیاں ٹینٹ لگانے میں مزدور ہی جذبہ دکھائے گا اور اجرت مانگنا تو دور کی بات اصرار کرنے کے باوجود نہیں لے گا کیونکہ تعاون کرنے اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ اس کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔

# باب دوم

# فقہ اسلامی میں مزدور کے حقوق و فرائض

## فصل اول: اسلام میں حقوق و فرائض کا باہمی ربط

## فصل دوم: مزدور کے حقوق و فرائض اور تعینِ اجرت

## فصل سوم: خواتین اور بچوں کی مزدوری کی حیثیت

## فصل اول: اسلام میں حقوق و فرائض کا باہمی ربط

### مبحث اول: حقوق و فرائض کا لغوی واصطلاحی معنی و مفہوم

### مبحث دوم: حیاتی انسانی میں حقوق و فرائض کا باہمی ربط

# مبحث اول: لفظ حقوق و فرائض کا لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم

## حق کا لغوی معنی و مفہوم

الحق لغة من الفعل الثلاثي حقق وهو ضد الباطل، ويطلق أيضا علي الشيئ الثالث بيقين، وحق الشيئ أي وجبو وحقوق الأخرين: أي مايجب علينا نحوهم، وحقوق الدار مرافقه.[1]

(لغوی طور پر حق کا لفظ فعل ثلاثی حقق سے بنا ہے جو کہ باطل کے مقابل آتا ہے اور حق کا اطلاق ایسی چیز پر بھی ہوتا ہے جس نے یقینی طور پر ہونا ہوتا ہے۔ اسی طرح حق کا مطلب واجب پر بھی ہوتا ہے، اور حقوق الآخرین سے مراد ہے ایسی چیز جو ہمارے اوپر دوسروں کی طرف سے لازم ہیں، اور حقوق الدار سے مراد گھر کی متعلقہ چیزیں ہیں۔)

امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب "مفردات القرآن" میں لفظ حق کی خوب تحقیق کی ہے، ان کے نزدیک حق کا اصل معنی ہے موافقت اور مطابقت رکھنا اور اس کا استعمال تین اقسام پر ہوتا ہے۔

1. کسی شئ کو حکمت کے تقاضے کے مطابق کرنے والے کو حق کہتے ہیں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ رُدُّوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ مَوۡلَىٰهُمُ ٱلۡحَقِّۚ ﴿٦٢﴾﴾[2] (پھر اللہ تعالی کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے۔)
2. اگر کسی کو حکمت کے مطابق پیدا کیا جائے اس چیز کو بھی حق کہتے ہیں۔
3. اسی طرح حق کا استعمال واجب اور لازم کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔[3]

لفظ "حق" سچائی کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالی کی ذات کے لئے حق کا لفظ بولا جاتا ہے کیونکہ وجود باری تعالی ایسی حقیقت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمُ ٱلۡحَقُّۖ ﴿٣٢﴾﴾[4]

(یہی اللہ تمہارا سچا رب ہے)

---

(1) محمد بن ابی بکر بن عبد القادر رازی، مختار الصحاح (بیروت: مکتبہ لبنان) ص:129۔

(2) الانعام:6/62

(3) اصفہانی، حسین بن محمد راغب، مفردات القرآن (پشاور: منظور عامہ پریس، 1964ء) 1/250۔

(4) یونس:10/32

اسی طرح ایک اور جگہ پر ہے:

﴿فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ ٱلۡمَلِكُ ٱلۡحَقُّۖ ۝١١٦﴾[1]

(سو اللہ بہت ہی عالیشان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہو ارشاد باری تعالی ہے: ﴿أَنَّ ٱلرَّسُولَ حَقٌّ ۝٨٦﴾[2]

(بے شک یہ رسول سچے ہیں)

اس میں بھی "حق" سچائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔[3]

حدیث شریف میں ہے: "من رآني في المنام فقد رآني حقا[4]

ابن اثیر[5] اسکی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں أي رؤيا صادقة ليست من اضغاث الأحلام."[6]

(جس نے مجھے دیکھا اس نے سچ میں مجھے ہی دیکھا وہ پریشان کن خوابوں سے خواب نہیں ہوگا)

ابن درید کہتے ہیں: "يحق حقا إذا وضح فلم يكن فيه شك،"[7]

(جب کوئی چیز بغیر شک کے واضح ہو جائے تو کہا جاتا ہے يحق حقا یعنی حق واضح ہے)

علامہ شریف جرجانی[8] اپنی مشہور کتاب "التعریفات" میں فرماتے ہیں: "الحق اسم من أسمائه تعالي أو من صفاته والشيئ الحق أي الثابت حقيقة ويستعمل في الصدق والصواب أيضا، يقال: قول حق وصواب، والحق في اللغة: هو الثابت الذي لايسوغ انكاره."[9]

(حق اللہ تعالی کے ناموں میں سے ایک ہے یا اس کے صفاتی ناموں میں سے ہے اور الشیئ

---

([1]) المؤمنون:23/116

([2])آل عمران:3/86

([3]) سید قاسم محمود، **اسلامی انسائیکلوپیڈیا**، (ملتان:شاہکار بک فاؤنڈیشن، حاجی بلڈنگ من علی آفندی روڈ، ص:806۔

([4]) **صحیح بخاری**، رقم الحدیث:110

([5]) مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم شیبانی جزری ایک مشہور محدث، لغوی، اور اصولی گزرے ہیں۔ الجزائر میں ولادت ہوئی۔ بہت سی کتب کے مصنف ہیں۔ موصل میں 606ھ میں وفات ہوئی۔ الأعلام، 5/272۔

([6]) ابن جزری، النهاية في غريب الحديث والأثر، (بیروت: كلمة حقو ق نشرالمكتب الإسلامي) 3/141۔

([7])ابن درید، ابو بکر محمد بن الحسن (متوفی:321ھ) جمهرة اللغة، تحقیق: رمزی منیر بعلبکی (بیروت: دارالعلم للملایین، 1987ء، طبع اول) 1/100۔

([8]) علی بن محمد بن علی معروف بشریف جرجانی استر آباد کے قریب تاکو میں سن ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور شیراز میں تعلیم حاصل کی اور شیراز میں ہی سن 816 ھ میں وفات پائی۔ شریف جرجانی ایک مشہور فلسفی اور عربی زبان کے بڑے عالموں میں سے گزرے ہیں اور آپ نے بہت سی کتابیں تحریر کیں۔ الاعلام لزركلي، 5/95۔

([9])جرجانی، سید شریف علی بن محمد، **التعریفات** (ایران: طہران، انتشارات ناصر خسرو) ص:50۔

الحق سے مراد ہے جو چیز حقیقتاً ثابت ہو اور لفظ حق کا استعمال سچ اور ثابت کے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے قول حق وصواب، اور حق لغت میں ایسی بات کے لئے بولا جاتا ہے جو ثابت ہو اور اس کا انکار ممکن نہ ہو۔)

ابن منظور افریقی کہتے ہیں: "الحق مصدرحق،يحق ويحق بكسرالمهملة وضمها من بابي ضرب وقتل،والأمر المقضي والعدل والإسلام والمال والموجود والثابت والصدق والموت والحزم وجمع الحق حقوق وحقاق، قال الله تعالي" ليحق الحق ويبطل الباطل ولوكره المجرمون."[1]

(حق مصدر ہے اس سے مضارع یَحِقُّ اور یَحُقُّ آتا ہے باب ضرب اور قتل سے اور حق کا لفظ بولا جاتا ہے امر واقع کے لئے، اسلام، مال، موجود، ثابت، سچ، موت اور غم کے لئے۔ حق کی جمع حقوق اور حقاق آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حق واضح ہو کر رہے گا اور باطل مٹ جائے گا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔)

القاموس المحیط میں ہے: "أن مما يطلق عليه الحق: المال والملك والموجود والثابت."[2]

(حق کا اطلاق مال، بادشاہ، موجود اور ثابت چیز پر ہوتا ہے۔)

اسی طرح حق کا اطلاق اس شئ پر بھی ہوتا ہے جو حقیقةً موجود ہو جیسے حدیث میں ہے: ((الجنة حق والنارحق.))[3]

(جنت حقیقت میں موجود ہے اور جہنم بھی فی الحقیقت موجود ہے۔)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:(( العينُ حقٌ.))[4]

(نظر لگ جانا حق ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی[5] فرماتے ہیں: "أي الإصابة بالعين شيء ثابت موجود."[6]

(نظر لگ جانا موجود اور ثابت ہے۔)

حق لغوی طور پر جن معانی میں استعمال ہوتا ہے وہ یہ ہیں: ثابت، واجب، سچائی، موافقت، مطابقت، اسلام،

---

([1])ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار صادر، طبع اول، 1990ء) 10/49۔

([2])فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 2000ء) 2/1162۔

([3]) سنن نسائي، عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (303ھ) دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1991ء، طبع اول، 6/278۔

([4])محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاري، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ (سعودی عرب: طبع اول، 1422ھ، 14/383۔

([5]) احمد بن علی بن محمد کنانی عسقلانی، عسقلان، فلسطین کے مشہور عالم گزرے ہیں۔ جن کی ولادت ووفات قاہرہ میں ہوئی۔ قاضی بھی رہے۔ بہت سی تصانیف کے مالک تھے جن میں سے مشہور و معروف فتح الباری شرح صحیح بخاری ہے۔ وفات سن 852ھ میں ہوئی۔ الاعلام للزركلي، 1/178۔

([6]) مبارک پوری، محمد بن عبد الرحمن بن عبد الرحیم تحفة الاحوذي بشرح جامع الترمذي (مدینہ منورہ: مکتبہ سلفیہ، 1963ء، طبع ثانی، 6/221۔

مال، موجود، موت، غم، مال اور بادشاہ۔

## حق کا اصطلاحی معنی

حق کی اصطلاحی تعریف ہے: "ما يستحقه الرجل"(1) کہ آدمی جس چیز کا مستحق قرار پائے۔

علامہ شریف جرجانی کہتے ہیں: "هوالحكم المطابق للواقع، يطلق علي الأقوال والعقائد والأديان والمذاهب."(2)

(وہ حکم جو واقع کے مطابق ہو۔ حق کا اطلاق اقوال، عقائد، ادیان اور مذاہب کے لئے بولا جاتا ہے۔)

شرعی طور پر حق کا مفہوم ہو گا کہ اسلامی شریعت میں قانونی حقوق مطالبات اوران کے متعلقہ واجبات کو پورا کرنا، اگر اس لفظ کو اشیاء کے بارے میں استعمال کیا جائے تو حقوق کے معنی ان اشیاء کے لوازمات ہونگے، مثلاً گھر کے لوازمات میں جائے ضرورت، باورچی خانہ اور خدام وغیرہ شامل ہیں، یہ اصطلاح عام طور پر قانونی ضوابط میں ملتی ہے۔ معاصر مصطلحات کی رو سے حقوق صرف قانون کے رائج الوقت معنوں میں استعمال ہوتا ہے، شعبہ قانون کو "کلیۃ الحقوق" کہتے ہیں۔ صوفیاء کی رو میں "حقوق النفس" روح کی زندگی کے لئے ضروری شرائط کا نام ہے۔(3)

## فقہاء کے نزدیک حق کی تعریف

حنفی فقہاء میں سے شارح ہدایہ علامہ عینی نے حق کی تعریف کرتے ہوئے کہا: "حق الإنسان ما يتولي

(کہ انسان کا حق وہ باتیں ہیں جن کو ثابت کرنا اور ساقط کرنا انسان کے اختیار میں ہو۔)

فقہ مالکی کی مشہور کتاب " الفواكه الدواني" میں ہے:

الحق هو الحكم المطابق للواقع يطلق على الأقوال والعقائد والأديان والمذاهب ويقابله الباطل(4)

(حق وہ حکم ہے جو واقع کے مطابق ہو اور اس کا اطلاق اقوال، عقائد، ادیان اور مذاہب پر کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں باطل آتا ہے)

اس تعریف کے مطابق سچ اور کھری بات کو حق کہتے ہیں، اگر مزدور محنت کرنے کے بعد اجرت طلب کرتا ہے تو وہ حق پر ہے یعنی سچ پر ہے باطل پر نہیں ہے، اگر بغیر محنت کیے مزدوراجرت طلب کرے تب وہ حق

---

(1) زین الدین ابن نجیم حنفی، البحرالرائق شرح كنزالدقائق (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1997ء) 6/227۔

(2) جرجانی، التعريفات، 1/89۔

(3) دائرہ معارف اسلامیہ، (اردو) (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، 1973ء) ۱۱/239

(4) احمد بن غنیم بن سالم، الفواكه الدواني علي رسالة ابن أبي زيد القيرواني (بیروت: دارالکتب العلمیہ، طبع اول، 1997ء، 1/480۔

پر نہیں ہو گا باطل پر ہو گا۔

فقہ شافعی میں حق کی تعریف یوں کی گئی ہے: الحق هومَا لَا يُمْكِنُ جُحُودُهُ [1]

(حق وہ ہے جس کا انکار ممکن نہ ہو۔)

یہ تعریف بھی مالکی فقہ کی تعریف سے ملتی ہے لیکن اس میں عموم پایا جاتا ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں پائی جاتی۔ فقہ مالکی میں حق کا اطلاق اقوال، عقائد، ادیان اور مذاہب پر کیا جاتا ہے۔

فقہ حنبلی میں حق کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے: الحق معناه: الثابت، تقول: هذا حقي. أي: ثابتٌ في ملكي۔[2]

(حق کا معنی ہے ثابت، جب آپ کہتے ہیں یہ میرا حق ہے تو اس کا مطلب ہے یہ میری ملکیت میں ثابت ہے) غور کیا جائے تو یہ تعریفات پوری طرح جامع نہیں ہیں۔ اس لئے کہ حقوق کی بہت سی ایسی صورتیں بھی ہیں کہ انسان اگر چاہے بھی تو انہیں ساقط نہیں کر سکتا۔ مثلا حق طلاق، خرید و فروخت کے معاملات میں خیار رؤیت، حق ولایت اور بعض صورتوں میں حق حضانت و پرورش۔ دراصل حق وہ کیفیت اختصاص ہے جس کے ذریعہ انسان حق تصرف کا مالک بنتا ہے، یا کسی واجب کی ادائیگی کا ذمہ دار، اور یہ کیفیت اس کو حکم شریعت کی بناء پر حاصل ہوئی ہو۔ "الحق هو اختصاص يقرر به الشرع سلطة أو تكليفا." [3]

## فرض کا لغوی معنی و مفہوم

لغوی طور پر فرض واجب اور لزوم کے معنی میں آتا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

فرضت الشيئ أفرضته فرضا وفرضت للتكثير: أوجبته وقوله تعالي: ﴿سُورَةٌ أَنزَلْنَٰهَا وَفَرَضْنَٰهَا ۝١﴾ [4]

(ترجمہ) فرضت الشيء کا معنی ہے کہ آپ نے کسی چیز کو فرض کیا اور جب تشدید کے ساتھ فَرَّضته کہیں گے تو معنی ہو گا جو فرض کیا اس پر عمل کرنا لازم قرار دیا ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے (یہ سورت ہم نے نازل کی اور اس

---

([1]) سلیمان بن محمد بن عمر بجیری شافعی، تحفة الحبيب على شرح الخطيب (البجيرمي على الخطيب)، دار النشر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1417ھ) 5/278۔

([2]) شنقیطی، محمد بن محمد مختار، شرح زاد المستقنع (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1997ء) 1/48۔

([3]) الزرقاء مصطفی احمد، المدخل إلى نظرية الالتزام في الفقه الإسلامي (دمشق: دار القلم، طبع اول، 1999ء، شام) ص: 19۔

([4]) النور: 24/1

میں (بیان کردہ احکام) فرض کیے)، اسی طرح ایک اور مقام پر ہے: ﴿فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلۡحَجَّ ١٩٧﴾[1]

(پس وہ جس پر حج فرض ہے) فرمان باری تعالی کا مطلب ہے کہ: **ألزمناكم العمل بما فرض فيها** یعنی جو کچھ اس میں ہم نے فرائض بیان کیے ہیں ان پر عمل پیرا ہونا تمہارے لئے ہم نے لازم قرار دے دیا ہے۔ اور جب فرائض کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ تعالی کی وہ حدود جن کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے یا ان سے منع کیا ہے۔ فرض کا ایک اور معنی ہے توقیت، مؤقت کرنا، یعنی ہر وہ واجب امر جو کسی وقت کے ساتھ مخصوص ہوا سے مفروض کہا جاتا ہے۔([2])

قرآن مجید میں ہے: ﴿لَأَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيبٗا مَّفۡرُوضٗا ١١٨﴾[3] (میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لونگا)

مرتضی زبیدی "تاج العروس" میں فرض کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "**كل واجب مؤقت فهو مفروض.**"[4]

(ہر واجب جو مقرر کیا گیا ہو وہ فرض کہلاتا ہے۔)

فرض کا ایک اور معنی ہے ہبہ اور عطیہ کرنا۔[5]

## فرض کا اصطلاحی معنی و مفہوم

علامہ جرجانی فرض کی تعریف میں فرماتے ہیں: **الفرض ما ثبت بدليل قطعي لا شبهة فيه ويكفر جاحده ويعذب تاركه**([6])

(فرض وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں شبہ کی گنجائش نہ ہو اور اس کا منکر کافر اور مستحق عذاب سمجھا جائے۔)

علامہ راغب اصفہانی کے نزدیک فرض کے معنی ایجاب (واجب کرنے) کے ہیں لیکن اس قدر فرق ہے کہ ایجاب کا تعلق کسی امر کے وقوع اور ثبوت سے ہے اور فرض کا تعلق قطعیت حکم سے ہے۔

---

([1]) البقرة: 197/2

([2]) افریقی، محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب، 202/7۔

([3]) النساء: 118/4

([4]) مرتضی زبیدی، محمد بن محمد بن عبدالرزاق حسینی، تاج العروس (بیروت، دارالہدایہ) 475/18۔

([5]) صالح علی صالح، امینہ شیخ سلیمان احمد، المعجم الصافي في اللغة العربية (ریاض: 1401ھ) ص: 489۔

([6]) شریف جرجانی، التعريفات (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1403ھ) 213/1۔

جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِى فَرَضَ عَلَيۡكَ ٱلۡقُرۡءَانَ ٨٥﴾[1]

اس کے معنی ہوں گے:(بیشک وہ جس نے قرآن پر عمل کرنا تم پر واجب کر دیا۔)[2]

فرض کا ایک اور معنی سنت بھی ہے مثلا کہا جاتا ہے: **فرض رسول الله ﷺ** یعنی آپ ﷺ نے کسی عمل کو مسنون قرار دیا۔[3]

علامہ فیروز آبادی فرض کی تعریف کرتے ہوئے "القاموس المحیط" میں لکھتے ہیں:

**"الفرض كالضرب: التوقيت، ومنه: ﴿فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلۡحَجَّ ١٩٧﴾[4] وما أوجبه الله تعالي، كالمفروض، والقراءة والسنة، يقال: فرض رسول الله ﷺ أي: سن."**[5]

(فرض مصدر ہے "ضَربٌ" کی طرح اور اس کا معنی ہے مقرر کرنا۔ اسی سے قرآن مجید کی آیت ہے "اور جس پر حج فرض ہو"۔اور فرض کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو اللہ تعالی نے لازم قرار دیا ہو۔اس کے علاوہ سنت کے لئے بھی فرض کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرض کیا، مطلب مسنون کیا۔

جب فرض کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہو تو مطلب وہ احکامات ہیں جو اس نے اپنے بندوں پر لاگو کیے ہیں۔ اور فرض کی جمع فروض یا فرائض ہو گی۔اور جب علم الفرائض بولا جائے اس وقت معنی ہو گا:**"علم تعرف به كيفية قسمة التركة علي مستحقيها."** (وہ علم جس سے مستحقین کے درمیان ترکہ کی تقسیم کے طریقہ کار کا پتہ چلے۔)

اسی طرح اگر اصحاب الفرائض بولا جائے تب معنی ہو گا: **"الورثة الذين لهم سهام مقدرة."**[6]

(یعنی وہ ورثاء جن کے درمیان حصے مقرر کیے گئے ہیں۔)

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہم فرض کی جمع فرائض بولتے ہیں جو کہ قانونی طور پر صحیح نہیں ہے لیکن اردو میں چونکہ فرائض ہی مشہور ہے اس لئے عربی زبان کے قواعد کے مطابق فرض کی جمع فروض ہی ہو گی، لیکن اردو میں کیونکہ بہت سے عربی کے الفاظ قوانین وضوابط سے ہٹ کر بولے، پڑھے اور سمجھے جاتے ہیں تو اس لحاظ

---

([1]) القصص:85/28

([2])راغب اصفہانی، مصطفی البابی، المفردات(مصر، حلبی، 1961ء، ص:376۔

([3])افریقی، محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب:202/7

([4]) البقرة: 197/2

([5]) فیروز آبادی، القاموس المحیط، ص:650۔

([6])علی بن حسن، المنجد في اللغة، ص:577

سے ہم اگر فرض کی جمع فرائض بولیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہیے۔

## فقہاء کے نزدیک فرض کی تعریف

فرض کے اصل معنی تعیین کے ہیں۔ اصطلاح میں فرض وہ ہے کہ جس کا کرنا ضروری ہو، اس کو نہ کرنا باعث گناہ ہو اور دلیل قطعی سے اس کا ثبوت ہو۔ التعریفات میں ہے: **إذا أنكر المكلف فرضًا أو حرامًا فهو كافر ولوكان متأولًا، لأن الفرض والحرام ثبتا بدليل قطعي الدلالة ولا مجال فيه للتأويل**.[1]

جب مکلف فرض یا حرام کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے چاہے وہ اس میں تاویل ہی کیوں نہ کر رہا ہو کیونکہ فرض اور حرام دونوں دلیل قطعی سے ثابت ہوتے ہیں اور اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر مصطفی زحیلی کے نزدیک فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس میں کسی قسم کی تاویل یا انکار کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص تاویل نکال کر اور معنی لیتا ہے یا فرض کا مطلقا انکار کر دیتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

## حقوق و فرائض کا آپس میں تعلق

حقوق جمع ہے حق کی اور فرائض جمع ہے فرض کی، حق سے مراد وہ ذمہ داری ہے جو دوسرے شخص پر لازم ہوتی ہے کسی نہ کسی وجہ سے۔ مثلا ایک شخص کسی کے پاس محنت و مزدوری کی غرض سے کام کرتا ہے تو آجر کے اوپر لازم ہے کہ وہ اجیر کی محنت و مشقت کا بدلہ مقرر کردہ اجرت کی صورت میں ادا کرے۔

اسی طرح حق کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ شریعت و قانون کی اصطلاح میں جو شئے انسان کے اپنے فائدے کے لئے ہو اس کے حصول کا حقدار ہو، اگر وہ لے لیتا ہے تو اسے بھی حق کہتے ہیں۔ اور یہ حق ملکیت کہلاتا ہے، مثلا ایک شخص نے اپنی آمدنی سے کار لے لی تو کوئی دوسرا شخص اپنا حق جتانے کا دعوی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اعتراض کر سکتا ہے کہ اس آدمی نے کار کیوں لی۔ ہماری بحث سے متعلقہ حق کی پہلی قسم ہے جس میں انسان محنت و مزدوری کرنے کے بعد مقررہ معاوضہ کا حق دار بنتا ہے۔

اور فرض سے مراد ذمہ داری ہے جو کسی شخص پر عائد ہوتی ہے کسی وجہ سے۔ مثلا اگر میں کسی ادارے میں ملازمت کرتا ہوں تو میری ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کے ساتھ مخلص بن کر رہوں، جو معاہدہ ہوا اس کی پاسداری کروں وغیرہ۔

حقوق سے مراد وہ ذمہ داریاں بنتی ہیں جو اجیر کی طرف سے آجر پر لازم ہونگی جبکہ فرائض سے مراد وہ ذمہ داریاں ہونگی جو آجر کی طرف سے بعد از معاہدہ اجیر پر لازم ہونگی جن کی پاسداری کرنا اجیر پر لازم ہوگا۔ مطلب یہ

---

([1]) زحیلی، محمد مصطفی، **الوجيز في أصول الفقه الإسلامي** (دمشق: دار الخير للطباعة والنشر والتوزيع، طبع ثانی، 1427ھ، 1/301۔

کہ حقوق و فرائض کا آپس میں گہرا تعلق ہے جس طرح مالک (آجر) کے ذمہ شریعت و قانون نے ذمہ داریاں سونپی ہیں جیسے مزدور کو اجرت مکمل دینا، طاقت سے زیادہ مشقت والا کام نہ کروانا، مزدور کی صحت کا خیال رکھنا۔ اسی طرح مزدور (اجیر) پر بھی لازم ہے کہ جو معاہدہ مالک (آجر) کے ساتھ کیا ہے اس کی پاسداری کرے، مثلاً ایمانداری سے کام کرنا، مخلصانہ برتاؤ رکھنا۔ وہ معاملات جو (آجر) کے گھر سے متعلقہ ہیں یا کمپنی کے اسرار ہیں انکو افشاء نہ کرنے جیسے معاملات کو ذمہ داری اور ایمانداری سے پورا کرنا مزدور (اجیر) پر لازم ہے۔

## مبحث دوم: حیاتِ انسانی میں حقوق وفرائض کا باہمی ربط

انسانی زندگی کی بقاء اور معاشرے کو رواں دواں رکھنے کے لئے حقوق وفرائض کی ادائیگی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ حقوق وفرائض میں توازن برقرار رکھنا معاشرے میں اساسی حیثیت رکھتا ہے جہاں پر حقوق ہوتے ہیں وہاں پر فرائض بھی ہوتے ہیں، اسی طرح جہاں فرائض ہوں وہاں حقوق بھی ہوتے ہیں، گویا کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ [1]

ایک شخص جب کام کرتا ہے تو ٹھیک کام کرنا اس پر واجب ولازم ہے اور کام کرنے کے بعد وہ حقدار بن جاتا ہے اپنے کام کے معاوضے کا۔ اسی طرح طالب علم کے لئے پڑھنا اگر لازم ہے تو اپنی پڑھائی اور محنت کے بعد امتحانات میں کامیابی حاصل کرنا اس کا حق ہے۔ تجارت کرنے والے کے لئے معاملات میں امانت داری لازم ہے تو اس کا حق بھی بنتا ہے کہ وہ اپنی تجارت کا نفع بھی حاصل کرے۔ اسی طرح اس دنیا میں صالح اور متقی بن کر زندگی گزارنا ہے تو قیامت کے دن من جانب اللہ بخشش ومغفرت کا حقدار ٹھہرایا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ ٧﴾ [2]

(اے اہل ایمان! اگر تم خدا کی مدد کروگے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔)

اسی طرح ایک اور جگہ پہ ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمۡۗ ١١﴾ [3]

(بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔)

ان تمام آیات میں اگر حقوق کا ذکر ہے تو ساتھ ہی فرائض کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

اسی طرح دعا کے ذکر کے وقت اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ٱدۡعُونِيٓ﴾ تو ساتھ یہ بھی فرمایا: ﴿أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ ٦٠﴾ [4]

(مجھ سے مانگو، میں دعا قبول کرتا ہوں۔)

دعا سے متعلق ایک جگہ پر ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌۖ أُجِيبُ دَعۡوَةَ ٱلدَّاعِ

---

([1])Wesley Newcomb Hohfeld, Wesley Newcomb, Fundamental legal Conception OUP, Lahore, 1934,P,36.

([2])محمد:47/7

([3])الرعد:13/11

([4])غافر:40/60

إِذَا دَعَانِۖ فَلۡيَسۡتَجِيبُواْ لِي وَلۡيُؤۡمِنُواْ بِي لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُونَ ﴿١٨٦﴾[1]

(اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، پھر چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔)

اس آیت میں اللہ تعالی نے دعا کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اس شخص کے لئے جو ایمان باللہ کے بعد اطاعت خداوندی بجالاتا ہے، اس کے اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے خود کو روکے رکھتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ فرائض کو کامل یقین کے ساتھ پورا کیا جائے اور حقوق کو بغیر کسی کمی کے نقصان کے وصول کیا جائے۔ اگر دونوں چیزوں میں توازن قائم نہیں رہتا مثلاً ایک امیر شخص ایک غریب آدمی کا حق روک لیتا ہے اور اسے پورا نہیں دیتا تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا امیر اور امیر ہو جائے گا اور غریب اور غریب تر، اور یہ شرع کے تقاضے کے بھی خلاف ہے کیونکہ شریعت دولت کی تقسیم کی متقاضی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"إن الله فرض علي أغنياء المسلمين في أموالهم بقدرالذي يسع فقراءهم، ولن يجهد الفقراء إذا جاعوا وعروا إلا بما يضيع أغنياءهم، ألا وإن الله عزوجل يحاسبهم يوم القيامة حسابا شديدا ثم يعذبهم عذابا أليما."[2]

(بے شک اللہ تعالی نے مسلمان امیروں پر ان کے اموال میں اتنا حصہ مقرر کیا ہے جتنا فقراء طبقہ کا گزارا ہو سکتا ہے۔ اور عوام فقراء تب ہوتے ہیں جب اغنیاء ان کی دولت کو ضائع کرتے ہیں اور یقیناً ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن حساب اور سخت عذاب ہو گا۔)

اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو چیزیں بیان فرمادیں حق بھی اور فرض بھی، امیر پر فرض ہے کہ وہ اپنے مال سے نکالے اور غریب کا حق ہے کہ اسے یہ مال ملے کیونکہ یہ جو امیر نے کمایا ہے اس میں کہیں نہ کہیں غریب کا ہاتھ ضرور شامل ہو گا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا حقوق کی پامالی اور فرائض کو چھوڑنا اس دنیا میں ناکامی کے سبب کے علاوہ یوم آخرت میں اللہ تعالی کی رحمت سے دوری کا سبب بھی بنے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ((قال رسول الله ﷺ إن الله عزوجل يقول يوم القيامة: يا ابن آدم مرضت فلم تعدني، قال: يارب كيف أعودك وأنت رب العالمين؟))[3]

(اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا

---

[1] البقرة: 186/2

[2] طبرانی، المعجم الأوسط، 48/4۔

[3] تمیمی، محمد بن حبان، الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، (بیروت: مؤسسة الرسالة، طبع اول، 1988ء) 503/1

تونے میری عیادت نہیں کی تو آدمی کہے گا اے میرے رب میں کیسے تیری عیادت کرتا حالانکہ توسب جہانوں کا پالنے والا ہے)

بیمار کی عیادت کرنا معاشرے کے اخلاقی فرائض میں شامل ہے اور بیمار کی تیمارداری اس کا حق ہے کہ اس کے پاس بیٹھا جائے اور اس کی بیمار پرسی کی جائے کیونکہ وہ تکلیف میں مبتلا ہے اور ہمدردی کا مستحق ہے۔

اس مثال پر بقیہ حقوق و فرائض کو قیاس کرکے ان کی اہمیت وافادیت اندازہ لگاسکتے ہیں۔ دین اسلام میں بہت سے حقوق ایسے پائے جاتے ہیں جن کو ادا کرنے سے معاشرہ میں کامیابی وکامرانی اور شادمانی کا حصول یقینی بات ہے ان حقوق میں سے بنیادی حقوق کا تذکرہ یہاں پر کیا جاتا ہے۔

## زندگی کا حق

اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کو زندہ رہنے کا حق دیا ہے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مَن قَتَلَ نَفۡسَۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا ﴿٣٢﴾﴾[1]

(جس کسی نے کسی انسان کو قتل کیا بغیر کسی قتل کے قصاص کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے (کے جرم کی سزا) کے)

اسی طرح قتل نفس (خودکشی) سے بھی شریعت نے منع کیا ہے اور عظیم جرم گردانا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَقۡتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيمٗا ﴿٢٩﴾﴾[2]

(اور اپنے آپ کو ہلاک مت کرو بیشک اللہ تعالی تم پر مہربان ہے)

اسی طرح قصاص کو انسانی زندگی کی ضمانت قرار دیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَكُمۡ فِي ٱلۡقِصَاصِ حَيَوٰةٞ ﴿١٧٩﴾﴾[3]

(اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے)

قصاص کو دنیا میں انسانی زندگی کے لئے حیات اس لئے قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں جرائم کا خاتمہ پوشیدہ ہے۔

معاشرے کے ہر فرد پر فرض ہے کہ وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور قتل تو بالکل نہیں ہونا چاہئے تاکہ پورا

---

[1] المائدة: 32/5

[2] النساء: 29/4

[3] البقرة: 179/2

معاشرہ امن وسکون کے ساتھ رہے، اور معاشرے کے ہر فرد کا زمین پر امن وسکون کے ساتھ رہنا اس کا بنیادی حق ہے۔ اب اگر کوئی شخص اپنے فرض میں کوتاہی کرتے ہوئے کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قاتل دوسرے سے جینے کا حق چھین لیتا ہے تو اب ورثاء کا حق ہے کہ وہ قصاص لیں۔

اس کے علاوہ اسلام نے اس چیز سے بھی منع کیا ہے کہ کوئی شخص خود کو کسی ایسے کام میں نہ ڈالے جس میں اسے کوئی تکلیف اٹھانی پڑے۔ نبی اکرم ﷺ نے نفس کے حقوق کا تعین فرمادیا کہ ہر شخص فرائض ونوافل کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کے حقوق کا بھی خیال رکھے جس سے نہ صرف اس کی اہلی وخاندانی زندگی خوشگوار ہوگی بلکہ دیگر حقوق وفرائض کی ادائیگی بھی بطور احسن انجام پائے گی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((عن عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَا عَبْدَ اللهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَلاَ تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا))[1]

(کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہو اور راتوں کو قیام کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ یہی بات ہے۔ فرمایا: ایسا نہ کیا کرو بلکہ ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن چھوڑ دو، قیام کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔)

اللہ تعالی نے ہمیں جسم بطور امانت دیا ہے اور فرض کیا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں، اسی وجہ سے اسلام میں خودکشی کرنا حرام ہے، اور اس امانت کو سکون ملنا اس کا حق ہے اسی طرح یہ اس کا حق ہے کہ اس کی مکمل حفاظت کی جائے اور ہر اس کام سے بچا جائے جس سے حق تلفی ہوتی ہو۔

## عزت نفس کا حق

اسلام جس طرح جینے کا حق دیتا ہے اسی طرح ہر ایک کو عزت کے ساتھ رہنے کا حق دیتا ہے۔ انسان چاہے جس قوم سے ہو جس جنس کا ہو کوئی بھی رنگ ہو کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اسلام اسے عزت کی نگاہ سے دیکھنے کا حکم دیتا ہے۔

---

([1])صحیح بخاری، كتاب بدء الوحي، رقم الحدیث:1975۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ ﴿٧٠﴾﴾[1]

(اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت دی۔)

نبی اکرم ﷺ نے کس قدر انسانیت کو قدر بخشا، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے لگا سکتے ہیں:

**إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟**[2]

(نبی اکرم ﷺ ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ انسان نہیں تھا۔)

انسان کا حق بنتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کو تکریم دی جائے جیسے زندگی میں اسکی تکریم تھی، اور معاشرے پر فرض ہے کہ وہ مردوں کو بھی تکریم دے جیسے زندوں کو تکریم دینا معاشرے پر فرض ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے قائم کردہ معاشرے کی اہم خصوصیات باہمی اکرام واحترام ہے آپ ﷺ نے ہر فرد معاشرہ کو عزت نفس اور احترام کا حق عطا کیا، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

**((أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ))**[3]

(لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کیا کرو۔)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جب بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر اپنے قلعوں سے نکلنا منظور کیا اور حضرت سعد وہاں پہنچے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: **((قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ))**[4]

(اپنے سردار کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔)

کیونکہ حضرت سعد بن معاذ قبیلہ کے سربراہ تھے تو وہ حق رکھتے تھے کہ ان کو زیادہ احترام دیا جائے اور قبیلے والوں پر فرض تھا کہ وہ احترام کے لئے کھڑے ہو جائیں تو نبی کریم ﷺ نے دونوں باتوں کو سمجھا دیا۔

---

(1) الاسراء: 17/70

(2) **صحیح بخاری**، کتاب بدء الوحي، باب من قام لجنازة يهودي، *رقم الحديث*: 1312۔

(3) *ابو داود سليمان بن اشعث*، **سنن أبي داؤد**، *تحقيق*: *شعَيب الارنؤوط*، (**بيروت**: دار الرسالة العالمية، *طبع اول*، 1430ھ، باب في تنزيل الناس منازلهم،) *رقم الحديث*: 4844

(4) **صحیح بخاری**، کتاب بدء الوحي، باب إذا نزل العدو علي حكم رجل، *رقم الحديث*: 3043

## آزادی کا حق

اسلام نے جس طرح ہر ایک کو عزت کے ساتھ جینے کا حق دیا ہے اسی طرح آزاد رہنے کا حق بھی دیا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث یہ ثابت کرتی ہیں کہ اسلام کسی کو غلام بنانے کے نہ صرف خلاف ہے بلکہ بہت سی چیزوں میں غلام آزاد کرنے کو بطور فدیہ لازم قرار دیا۔ اس سلسلے میں ہمارے سامنے بہترین مثال امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل ہے.

**فقد روي أن عمروبن العاص رضي الله عنه، عندما كان واليا علي مصر في خلافة أميرالمؤمنين عمر بن الخطاب، اشترك ابن لعمرو بن العاص مع غلام من الأقباط في سباق للخيول، فضرب ابن الأمير الغلام القبطي اعتمادا علي سلطان أبيه وأن الآخر لايمكنه الانتقام منه، فقام والد الغلام القبطي المضروب بالسفرصحبة ابنه إلي المدينة المنورة فلما أتي اميرالمؤمنين عمر، بين له ماوقع، فلما حضرالجميع عند أمير المؤمنين عمر، ناول عمرالغلام القبطي سوطا وأمره أن يقتص لنفسه من ابن عمرو بن العاص، فضربه حتي رأي أنه قد استوفي حقه وشفا ما في نفسه، ثم قال له امير المؤمنين: لوضربت عمروبن العاص مامنعتك لأن الغلام إنما ضربك لسلطان أبيه، ثم التفت إلي عمرو بن العاص قائلا: متي اسعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم أحرارا؟**[1]

(حضرت عمرو بن عاص جب مصر کے گورنر تھے حضرت عمر بن خطاب کے دور حکومت میں تو ان کے بیٹے کی ایک لڑکے کے ساتھ گھوڑدوڑ میں لڑائی ہوگئی جس بناء پر گورنر کے بیٹے نے لڑکے کو مارا اور وہ بدلہ لینے کے قابل نہیں تھا تو اس غلام کا والد اپنے بیٹے کے ساتھ آکر مدینہ منورہ میں حصول انصاف کی خاطر دادرسی کا طالب ہوا۔ حضرت عمر نے گورنر مصر کو بمع اس کے لڑکے کے طلب کیا جب سب حاضر ہوگئے تو امیر المؤمنین نے درہ اس لڑکے کے ہاتھ میں دیا تاکہ وہ اپنا بدلہ لے سکے، جب اس نے اپنا بدلہ لے لیا تو آپ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اگر تو عمرو بن عاص کو مارتا تو میں تجھے منع نہ کرتا کیوں کہ ان کے بیٹے نے اپنے باپ کے گورنر ہونے کے ناطے تمہیں مارا تھا اس کے بعد آپ حضرت عمرو بن عاص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا تم نے کب سے انہیں اپنا غلام بنالیا ہے۔)

غلام کا حق تھا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی اور بلاوجہ اس کو نہ مارا پیٹا لیکن جب اس کے حق کو چھینا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو سزا دلوا کر اپنا فرض منصبی ادا کیا اور حق تلفی کا ازالہ کر کے فرض کی بازیابی کروائی۔

---

([1])عمری، عبدالعزیز بن ابراہیم ،الولاية علي البلدان في عصر الخلفاءِ الراشدين،( ریاض: دار اشبیلیا للنشر والتوزیع، طبع اول، 2001ء) ص:110۔

## مساوات کا حق

اسلام نے تمام لوگوں کو برابری کے ساتھ رہنے کا حق دیا ہے، حدیث شریف میں ہے:

((أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى))[1]

(خبر دار کسی عربی کو عجمی پر اور نہ ہی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل ہے سوائے تقوی کے سبب کے۔)

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں بکثرت آیات وارشادات کے ذریعے انسان کے ذہن میں یہ حقیقت اس حکمت کے ساتھ بٹھائی گئی ہے کہ وہ دوسروں کا احترام کرے، ان کے حقوق بخوشی ادا کرے، ظلم وزیادتی سے اجتناب کرے اور خود اپنے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ اسلام نے انسان کو ذہن نشین کرایا ہے کہ وہ کسی کو اپنا زبردستی غلام بنانے سے پرہیز کرے اور مساوات واخوت کے رشتے کے ساتھ رہے۔

یہ اسلام کا عطا کردہ مساوات کا تصور تھا کہ جب حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر تشریف لائے تو آپ کا خادم اونٹ پر سوار تھا اور آپ اونٹ کی مہار تھامے پیدل چل رہے تھے۔

## تعلیم کا حق

اسلام نے تمام لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا ہے اور اس بارے میں قرآن مجید کی اولین نازل ہونے والی آیت ﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝١ ﴾[2] (اپنے رب کے نام سے پڑھیں) بطور دلیل کافی ہے۔

تعلیم وتربیت کسی بھی معاشرہ کی کامیابی کی ضمانت رکھتے ہیں اسلام نے تعلیم وتربیت پر بہت زور دیا ہے، اچھی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا والدین کی ذمہ داریوں میں سے ہے، والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کی طرح اپنی بچیوں پر بھی تعلیم وتربیت کے معاملہ میں توجہ دیں، بلکہ بچیوں کے معاملے میں زیادہ حساس ہونا چاہئے۔ ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ اگر آپ ایک لڑکے کو تعلیم دیتے ہیں تو آپ فقط ایک فرد کو تعلیم دیتے ہیں، لیکن اگر آپ ایک لڑکی کو تعلیم دیتے ہیں تو آپ پوری قوم کو تعلیم دیتے ہیں کیونکہ کل کو وہ ماں بنے گی اور آپ کی اگلی نسلوں کی تربیت کرے گی۔[3]

---

(1) احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحدیث: 23536، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ السلسلة الصحيحة 6/ 449۔

(2) العلق: 96/1

(3) ڈاکٹر محمد شریف، **کتاب الحقوق**، (لاہور: برہان ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، 2013ء طبع اول) ص: 105

تعلیم حاصل کرنا بچوں کا حق ہے اور والدین کے اوپر فرض ہے کہ وہ بچوں کو تعلیم دلوائیں، اسی طرح بچوں کے اوپر فرض ہے کہ وہ حصول تعلیم کے بعد اپنے والدین کی خدمت کریں اور والدین جنہوں نے بچوں کو پالا پوسا بڑا کیا اور تعلیم دلوائی ان کا اب حق بنتا ہے کہ ان کی خدمت کی جائے اور ان کی خدمت کرنا بچوں پر فرض ہے۔

## شخصی رازداری کا حق

اسلام نے کسی شخص کی جاسوسی کرنے سے منع کیا ہے۔ حدیث شریف اس چیز کی ممانعت میں واقع ہوئی ہے کہ انسان کی پوشیدہ چیزیں اور اسرار و رموز کو جاننے کی کوشش کی جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے دوسروں کے شخصی اور ذاتی معاملات کی بلاوجہ کھوج لگانے سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے ہر فرد معاشرہ کو شخصی رازداری کا حق عطا کر دیا[1] کیونکہ وہ معاشرہ جس میں شخصی راز داری کے حق کا احترام موجود نہ ہو وہاں سماجی اور معاشرتی فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ موجود رہتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ بُيُوتِكُمۡ حَتَّىٰ تَسۡتَأۡنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهۡلِهَاۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ٢٧﴾[2]

(اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو یہ تمہارے لئے بہتر (نصیحت) ہے تاکہ تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کرو۔)

گویا کہ ہر شخص اس چیز کا حق رکھتا ہے کہ اس کے راز کو پوشیدہ رکھا جائے اور دوسرے لوگ ٹوہ میں نہ رہیں، اگر کسی کے پاس کوئی راز ہے تو اس پر فرض بنتا ہے کہ وہ اس راز کی حفاظت کرے اور کسی سے بیان نہ کرے۔

## والدین کے حقوق و فرائض

قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿۞ وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنٗا ٣٦﴾[3]

(اور اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو)

---

([1]) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 1870 (إذا حدَّثَ الرجلُ بالحديثِ ثم التفتَ، فهي أمانةٌ)

([2]) النور: 27/24

([3]) النساء: 36/4

والدین کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس آیت میں عبادت الٰہی اور شرک سے منع کرنے کے ساتھ کسی اور بات کا نہیں بلکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ والدین کے حقوق میں ماں کے حقوق اس کی خدمات کی وجہ سے زیادہ ہیں۔ ایک ماں کس طرح تکلیف برداشت کرکے بچے کو پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے، پھر اسے جنتی ہے، اس کو اپنا دودھ پلا کر پرورش کرتی ہے جس کی وجہ سے اسے باپ کے مقابلہ میں قدرے بہتر رتبہ دیا گیا ہے۔ جیسے حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول سب سے زیادہ کون لائق ہے جس کے ساتھ میں حسن سلوک کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کی: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔[1]

اس حدیث میں باپ کے مقابلہ میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کو تین گنا فوقیت دی گئی ہے۔ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کا حق ہے اور اولاد پر فرض ہے کہ وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اسی طرح عمدہ تعلیم و تربیت بچوں کا حق ہے اور والدین کے اوپر فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں۔

## اولاد کے حقوق و فرائض

اولاد کے فرائض کے مقابلہ میں ہمیں والدین کے حقوق اور والدین کے حقوق کے سامنے ہمیں اولاد کے فرائض ملتے ہیں۔ وہ ذمہ داریاں جو اسلام نے والدین پر لگائی ہیں اولاد کے حقوق کے متعلق تو ان میں سے ایک یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے اذان اور اقامت اس کے کانوں میں کہی جائے پھر کھجور کے ساتھ گھٹی لگائی جائے، اس کے سر کے بال مونڈ کر اس کے بدلے چاندی کا صدقہ کیا جائے، اس کا اچھا نام رکھا جائے، عقیقہ کیا جائے، ماں کا دودھ پلایا جائے اور اچھی تعلیم و تربیت دی جائے۔ اسی طرح اولاد کے فرائض میں سے ہے کہ ماں باپ کے سامنے سر جھکا کے رکھے کبھی اف تک نہ کہے اور ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑے اور خاص طور پر جب ماں باپ عمر رسیدہ ہو جائیں تو ان کا زیادہ خیال رکھے۔

## بیوی کے حقوق و فرائض

اسلام نے بیوی کے لئے بھی حقوق وضع کیے ہیں۔ اسے وراثت میں حقدار بنایا ہے خاوند کو پابند بنایا ہے کہ اس کا نان نفقہ اٹھائے اور عورت کے لئے جائز قرار دیا ہے کہ وہ خود کما کر (شریعت کے قوانین کے مطابق) اور تجارت کرکے کھائے۔ ان سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے او ان کی رائے کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے، ان کی شکایت سننے اور اس سے ظلم کو رفع کرنے کا حکم دیا ہے اور آدمی کو پابند بنایا ہے کہ وہ اپنی بیوی کا خیال رکھے

---

([1]) الصحیح مسلم، حدیث نمبر: 6665

اوراس پر (حسب استطاعت) خرچ کرے اور اچھی باتوں کی نصیحت کرے حدیث میں ہے:

((إستَوصُوا بِالنساءِ خيراً))[1]

(عورتوں کو اچھائی کی وصیت کیا کرو۔)

دنیا میں صرف دین اسلام ہی ہے جو دوسروں کے حقوق کی نہ صرف بات کرتا ہے بلکہ انہیں تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔ اگر ہم مغربی دنیا کی طرف دیکھیں تو محدود انسانی آبادی بظاہر امن وعافیت سے ہمکنار نظر آتی ہے لیکن بنیادی حقوق کے تحفظ کے معاملے میں ان کی حالت بھی قابل رشک نہیں ہے، مغربی دنیا کے اپنے دانشور حضرات انتظامیہ کی بڑھتی ہوئی قوت اور عدلیہ کے اثرات میں مسلسل کمی پر گہری تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ آزادیاں اور حقوق جنہیں صنعتی معاشرے کے آغاز اور اس کے ابتدائی مراحل میں اہم عامل کی حیثیت حاصل تھی اور جنہوں نے اس معاشرے کو اعلی مدارج تک پہنچانے میں مدد دی تھی اب اپنی روایتی معقولیت اور مفہوم سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ آزادی فکر و اظہار رائے اور ضمیر کی آزادی نے نظریات و تصورات پر نقد و جرح کے ذریعہ ان کے فروغ اور تحفظ میں بڑی مدد دی۔ مقصد یہ تھا کہ ایک فرسودہ مادی و فکری ثقافت کو ایک زیادہ تعمیری اور معقول تہذیب و ثقافت سے بدل دیا جائے، لیکن آزادنہ انفرادی تبادلہ خیال کی بجائے ان حقوق اور آزادیوں کے لئے جب ادارے وجود میں آگئے تو ان حقوق اور آزادیوں کا وہی حشر ہوا جو اس پورے معاشرے کا ہوا جس کا یہ ایک جزو لاینفک بن گئے تھے، گویا نتائج نے مقصود پر پانی پھیر دیا۔[2]

مغرب میں آج کے دور میں بنیادی حقوق کی کوئی قطعی قانونی حیثیت نہیں رہی، جہاں تک خود نفسِ حقوق کا تعلق ہے ان میں سے اکثر کا فیصلہ متعلقہ ریاست ہی کرتی ہے، مثلاً کسی ملک میں شہریوں کی حیثیت کا مسئلہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کی دفعات مختلف ہیں، فیصلہ کن اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ بنیادی حقوق آئین میں کس طرح شامل کیے گئے ہیں، آیا وہ قومی

اداروں کے اختیارات سے ماوراء اور قطعاً قابل مداخلت ہیں یا ریاست اور قانون ساز اداروں کی مداخلت کے لئے کھلے ہیں۔[3]

---

([1]) مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، داراحیاء التراث العربی، بیروت، رقم الحدیث: 2593

([2]) محمد صلاح الدین، **بنیادی حقوق**، ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور، طبع دوم، 1978ء، ص: ۱۸، بحوالہ:
Dewey, Rebert E, Freedom, The macmillon company (1970) p.322

([3]) **بنیادی حقوق**، ص: 19، 20، بحوالہ:
Caring C-D "Marxism communication and western socity" Herder and Herder, New Yark (1972) Vol IV.P,32.

مغربی مفکرین کے نزدیک آزاد ہوناسب پابندیوں سے رہاہونے کانام ہے۔ تاہم کسی قانون یااخلاقی پابندی اورروک تھام کااطلاق عوامی مفاد کوملحوظ رکھ کر کیاجاتاہے۔[1]

ایک مغربی مفکر لکھتاہے: یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عوامی مفاد اوراجتماعی نظم ونسق کی آڑ میں بہت سی حکومتوں نے اپنے اختیار کاناجائز فائدہ اٹھایااورانفرادی حقوق پر یاتوپابندی لگادی یامکمل طورپران کی خلاف ورزی کو اپناشعاربنالیا۔[2]

عورت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اس کی امانت ومال کی حفاظت کرے یعنی شوہر کے بستر پر کسی اور کونہ آنے دے اوراس کی دولت کی حفاظت کرے۔

---

([1]) Levine,Andrew, Human rights and Freedom"The philosophy of human rights ed,s. Rosemaum Aldwych press London, P,138,147.
([2]) Gastil, Raymond D, Freedom in the world, Freedom House, New Yark, 1980, PP, 193-199.

# فصل دوم: فقہاء کے نزدیک مزدور کے حقوق و فرائض اور تعیین اجرت کا مسئلہ

## مبحث اول: فقہاء اربعہ کے نزدیک مزدور کے حقوق و فرائض

## مبحث دوم: تعیین اجرت میں فقہاء کا مؤقف

## مبحث اول: فقہاء اربعہ کے نزدیک مزدور کے حقوق وفرائض

اللہ تعالی نے انسان کو بنیادی زندگی گزارنے کے لئے محنت ومشقت کرنے کا پابند بنایا۔ کوئی بھی شخص بغیر محنت ومشقت دنیا میں کامیاب زندگی نہیں گزار سکتا۔ دنیا کی زندگی اور جنت کی زندگی دونوں اس لحاظ سے برابر ہیں کہ جس طرح اس زندگی میں ہم اللہ تعالی کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں اسی طرح جنت میں بھی اللہ تعالی کا عطا کردہ رزق ہی کھائیں گے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالی کے دیئے ہوئے رزق کو تلاش کرنے کے لئے محنت اور کوشش کی شرط رکھی گئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ جب کہ جنت کی تمام نعمتیں اللہ کریم کے فضل وکرم سے دنیوی زندگی کے اعمال صالحہ کے بدلے میں بغیر محنت کے ملیں گی، ان کے لئے محنت دنیا میں کی جاتی ہے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اس کھیتی کو محنت سے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

پھر اسلام نے ایک ضابطہ حیات بھی عطا کر دیا کہ کس چیز کو محنت کر کے کما کر کھانا ہے اور کس چیز سے رکنا ہے۔ حلال کمائے اور حلال طریقے سے کمائے، کیوں کہ حلال وہی ہو گا جس کا ذریعہ بھی حلال ہو گا ورنہ حلال رزق بھی حرام اور ناپاک تصور ہو گا۔ مثلا حلال اناج چوری کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے یا حلال روپے رشوت اور غبن کے ذریعے کمائے۔ کام پورا نہ کیا ڈنڈی ماری، دفتر میں لیٹ آنے اور جلدی جانے کا معمول بنا لیا لیکن تنخواہ مکمل لیتے رہے، کم تولتے رہے لیکن قیمت مکمل وصول کی، چیز خالص نہ بیچی ناقص یا ملاوٹ شدہ چیز فروخت کی لیکن قیمت خالص کی وصول کی، یہ ساری باتیں حلال رزق کو بھی حرام کر دینے والی ہیں۔

اسلام نے جس طرح محنت ومشقت سے کما کر کھانے کو ترجیح دی اسی طرح قانون محنت واجرت بھی عطا کر دیا کہ آجر واجیر کا رشتہ آپس میں ظالم ومظلوم کا نہیں بلکہ محبت، انسانی ہمدردی اور برابری پر استوار ہونا چاہئے۔ ایک وقت تھا جب مزدور کو مظلوم تصور کیا جاتا تھا کیونکہ وہ ضرورت مند اور کمزور تھا اس لئے اس کا استحصال کیا جاتا تھا اور سرمایہ دار کو ظالم سمجھا جاتا تھا کیونکہ وہ مالدار اور طاقتور ہوتا تھا اور اس طاقت ودولت کے بل بوتے پر ضرورت مندوں اور کمزور مزدورں کا استحصال کرتا تھا۔ مگر انقلاب روس کے بعد مزدوروں کی حالت بدل گئی اور خود کو منتظم کرنا شروع کر دیا اور ایک چھوٹے سے کاروباری یونٹ سے لیکر بڑے کارخانوں تک اپنی مزدور انجمنیں تشکیل دے دیں۔ اور اس اجتماعی طاقت کے بل بوتے پر انہوں نے کارخانہ داران اور مل مالکان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا اور اب بھی اسی طرح ہے۔

جبکہ دوسری طرف سرمایہ دار لوگوں نے بھی اپنی انجمنیں قائم کر دی ہیں اور وہ تالہ بندی کا حربہ استعمال کرتے ہیں جسکی وجہ سے کارخانے، ملیں بند ہو جاتی ہیں اور سزا ایک عام غریب صارف کو ملتی ہے جو نہ بے جا ہڑتال کا منصوبہ بناتا ہے نہ ہی ظالمانہ تالہ بندی کا اعلان کرتا ہے۔ کیونکہ مالکان کی خواہش ہوتی ہے کہ لاگت کم ہو اور منافع

زیادہ سے زیادہ ہوں اس لئے وہ کم سے کم اجرت میں مزدور رکھنا چاہتے ہیں لیکن کارکنوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی ضروریات زیادہ سے زیادہ فراغت کے ساتھ پوری ہوں اور ان کامعیارزندگی بلند سے بلندتر ہو،اس لئے مزدوروکارکن ہمیشہ ان کاوشوں میں رہتاہے کہ اجرت بڑھتی رہے۔اوردوسری طرف مالک یاآجر کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے کم سے کم اجرت دینی پڑے اور کم لاگت میں زیادہ سے زیادہ منافع کاحصول ہو۔

اسلام دین فطرت نے سرمایہ دار اور مزدور کے اس تنازعہ کو حل کرنے اوران کے باہمی تعلقات کو ہمدردی کی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے ایک ضابطہ اوراصول دیاہے،کچھ چیزیں ایسی مقرر کر دیں جو سرمایہ دار(آجر) کے ذمہ ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مزدور(اجیر)کے ذمہ ہوتی ہیں،جو چیزیں آجر پر اداکرنی لازم قراردی گئی ہیں وہ آجر کے لئے اجیر کی طرف سے فرائض ہونگے اوراجیر کے حقوق کہلائیں گے جن کو لینے کا اجیر حقدار ہو گا۔ اسی طرح وہ کام اور امور جن کو پورا کرنے اور نمٹانے کا اجیر کوپابندبنایا گیاہے وہ امور اجیر کے لئے فرائض کہلائیں گے، اوراسی طرح وہ حقوق ہونگے آجر کی طرف سے اجیر پر، کہ اجیران کو جب تک پورانہیں کرے گا وہ اپنے حقوق (معاوضہ وغیرہ)کاحقدار نہیں کہلائے گا۔فقہاء اسلام نے آجر کے فرائض اور مزدور کے جو حقوق بیان کیے ہیں ذیل میں ان کاتذکرہ کیاجاتاہے۔

## آجرواجیر کے درمیان اخوت کارشتہ

اسلامی تعلیمات کے مطابق ملازم اورآجرواجیر کے درمیان اخوت کارشتہ پایاجاتاہے۔اسلامی معاشرہ میں مزدور کو بھی باعزت مقام ملناچاہیئے۔مزدوراگرچہ مزدوری کررہاہو تو اس میں کیافرق پڑتاہے،اس کے اورمالک کے درمیان ایمان کارشتہ توہے نا۔مزدور کو حدیث میں بھی بھائی قرار دیاگیاہے،حضرت معرور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلاً فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمْ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ))[1]

(میں حضرت ابوذررضی اللہ عنہ سے مقام ربزہ میں اس حالت میں ملا کہ حضرت ابوذررضی اللہ عنہ نے جوچادر پہنی ہوئی تھی اسی طرح کی ان کے غلام نے بھی پہنی ہوئی تھی تومیں نے حضرت ابوذررضی اللہ عنہ سے اس بارے استفسار کیاتوحضرت ابوذررضی اللہ عنہ نے فرمایامیں نے ایک آدمی کواس کی ماں کی عاردلا کر اسے برابھلا کہاتومجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اے ابوذر آپ نے اسے اس کی ماں کی عاردلائی؟بیشک توایسا آدمی

([1]) بخاری،صحیح بخاري:کتاب بدء الوحي، باب قول النبيﷺ العبيد إخوانكم فأطعموهم مماتأكلون،رقم الحدیث:30

ہے جس میں زمانہ جاہلیت والا فخر پایا جاتاہے تمہارے خدام تمہارے بھائی ہیں، اللہ پاک نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیاہے۔ تو جس شخص کے بھی اس کا بھائی ماتحت ہو تو اسے چاہئے وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتاہے وہی پہنائے جو خود پہنتاہے اور تم انہیں اس کام پر مت لگاؤ جو وہ نہ کر سکیں اگر ایسے کسی کام پر لگاتے بھی ہو تو ان کی معاونت کیا کرو۔)

یہ حکم اگرچہ غلام کے متعلق ہے لیکن اس سے ہم سبق لے سکتے ہیں کہ جس طرح غلام ماتحت ہوتاہے اسی طرح اجیر بھی ماتحت ہوتاہے تو اس میں حکم دراصل ماتحت کے متعلق ہے کہ انسان کو اپنے ماتحت کے متعلق عمدہ سوچ رکھنی چاہئے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((إن النبي ﷺ قال لاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ: أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ، اسْقِ رَبَّكَ وَلْيَقُلْ سَيِّدِي مَوْلاَيَ وَلاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي أَمَتِي وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلاَمِي))[1]

(تم میں سے کوئی بھی (اپنے خادم یا ملازم کو) یہ نہ کہے کہ اپنے آقا کو کھانا کھلاؤ، اپنے آقا کو پانی پلاؤ، اپنے آقا کو وضو کراؤ بلکہ مزدور یا خادم کو صرف یہ کہنا چاہئے میرے سردار، اور تم میں سے کوئی یوں بھی نہ کہے میرے غلام، میری لونڈی بلکہ چاہیے کہ وہ کہے میرے نوجوان ملازم، میری ملازمہ اور میرے بیٹے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے خدام (مزدور و ملازمین) کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے اصل داروں یا مالکان کو ایسے القابات یا خطابات سے یاد نہ کیا کریں جو اللہ کریم کے لئے زیبا دیتے ہیں اسی طرح سرمایہ داروں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنے ملازمین کو ایسے ناموں سے نہ پکاریں جن سے ان کی رسوائی اور ان کی برتری کا احساس ابھرتا ہو۔

## تنخواہ یا خدمت کا معاوضہ

تنخواہ یا اجرت وہ معاوضہ ہے جو کوئی کام کرنے والا اپنی جسمانی یا ذہنی صلاحیت کو صرف کرنے کے عوض یا صلہ میں وصول کرتاہے، اور یہی وہ بنیادی چیز ہے جس کی وجہ سے آجر اور اجیر کی ٹھن جاتی ہے اور مالک کے غیر عادلانہ رویے اور وقت پر تنخواہ نہ دینے کی وجہ سے مالک اور مزدور میں اختلافات شدت اختیار کر جاتے ہیں، اگر مالک اس مزدور کی جائز شکایات کو رفع کرنے کی کوشش نہ کرے تو مزدور سرمایہ دار سے انتقام لینے پر تل جاتاہے اور بدلے میں کام چوری کرنے اور سرمایہ دار کو نقصان پہنچانے کی کوشش پر منتج ہوتاہے، لہذا سرمایہ دار کو چاہئے کہ وہ مزدور کی مکمل اجرت کی ادائیگی کرے۔ دین اسلام عمل کرنے والوں کے اجر کو قدر کی نگاہ سے دیکھتاہے اور اس

---

([1]) بخاری، **صحیح بخاری**، كتاب بدء الوحي، باب كراهية التطاول علي الرقيق، رقم الحدیث: 2552

بات کی ترغیب دلاتا ہے کہ کام کرنے والے کو اس کا پورا حق دیا جائے، قرآن مجید میں "اجر" کا لفظ ۱۵۰ دفعہ آیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۝٤٧﴾ (1)

(تم فرماؤ میں نے تم سے اس پر کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں کو، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے)

اسی طرح قرآن مجید میں عمل کے لفظ کے ساتھ ہی اجر کا لفظ متصلا استعمال ہوا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝١٩﴾ (2)

(اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال سے درجات ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔)

دوسری جگہ پہ آتا ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝٦﴾ (3)

(لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے نہ ختم ہونے والا ثواب ہے)

اسی طرح بہت سی احادیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ اجر اور عمل کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور اس میں عموم پایا جاتا ہے چاہے وہ دنیا میں عمل کے ساتھ اجر کی بات ہو یا آخرت میں انعام و اکرام اور اجر لینے کی بات، دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں جہاں بھی عمل کے ساتھ اجر کی بات ہے اس کی تخصیص یوم قیامت سے ہم نہیں کرسکتے۔ اسی طرح جہاں بھی عمل اور اجر کا ذکر ایک ساتھ ہے تو اس کی تخصیص ہم دینی امور کے ساتھ نہیں کریں گے بلکہ وہ ایک عام قانون ہے جو تمام اقسام کے کاموں پر مشتمل ہے چاہے وہ دینی کام ہوں یا دنیوی کام، دونوں مراد لیے جائیں گے۔

آجر اور اجیر میں کشمکش اور اختلاف کا ایک بڑا سبب تنخواہ اور اجرت کا عدم تعین ہے۔ اجرت کتنی ہونی چاہئے اور تعیین اجرت کے متعلق فقہاء کا کیا نظریہ ہے یہ اگلی بحث میں ذکر کیا جائے گا سردست اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ مزدور کے لئے اجرت کی تعیین کام کرنے سے پہلے کردی جانی چاہئے۔ بعض اوقات کارخانہ دار اور فیکٹری مالکان ایسا بھی کرتے ہیں کہ مزدور کی اجرت مقرر نہیں کرتے اور اس کی غربت سے فائدہ اٹھا کر یونہی کام پر لگادیتے ہیں اور جب مزدور کام مکمل کرلیتا ہے تو اتنی اجرت نہیں دیتے جتنی دی جانی چاہئے۔ دین اسلام نے اس طرح کے معاملات کو دھوکہ قرار دیا ہے اور خیانت سے تعبیر کیا ہے۔ اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ کام پر لگانے سے پہلے مزدور کو اس کی

---

(1) سبا:47/34

(2) الاحقاف:19/46

(3) سورة التين:6/95

اجرت بتادی جائے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((استأجرت أجيرا فأعلمه أجره))[1]

(جس شخص نے کسی مزدور کو اجرت پر رکھا اسے چاہئے کہ اس کی اجرت پہلے بتائے۔)

ہمارے ہاں سرمایہ دارانہ نظام میں طلب ورسد کے نظام میں اجرت دینے کے بارے میں عدل وانصاف نہیں پایا جاتا۔ اگر مزدور زیادہ ہوں اور ضرورت کم ہو یعنی طلب کم اور رسد زیادہ ہو تو انہیں قوت لایموت دیا جاتا ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور عدل وانصاف پر مبنی استحسان کا حکم دیتا ہے۔

اسی طرح حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ اسْتِئْجَارِ الْأَجِيرِ حَتَّى يُبَيَّنَ لَهُ أَجْرُهُ))[2]

(حضرت شعبہ روایت کرتے ہیں حماد سے، وہ ابراہیم سے، وہ ابوسعید سے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی تم کسی مزدور کو اجرت پر رکھو تو اس کو (پہلے ہی سے) اس کی اجرت سے آگاہ کردو۔)

ایک اور موقع پر فرمایا:

((من استأجر أجيرا فليعلمه أجره))[3]

(جو کسی کو مزدور بنائے اسے چاہئے کہ وہ اس کی اجرت بتادے)

لہٰذا آجر کو چاہئے کہ کام شروع کرانے سے پہلے مزدور کو اس کی اجرت بتادے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عادلانہ اجرت ہونی چاہئے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ایک مل مالک اور کارخانہ دار بجائے ترس کھانے کے ایک غریب مزدور کو اس کی بے بسی، افلاس اور فاقہ کشی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے "اجرت کی کمی" کے جال میں

---

([1]) نسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان بنداری، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، طبع اول، 1991ء، رقم الحدیث: 3857، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف موقوف ہے صحيح وضعيف سنن النسائي، ج8، ص346۔

([2]) مسندالإمام أحمدبن حنبل، رقم الحدیث: 11694، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ حماد نے ابن ابی سلیمان سے مرسلا روایت کیا ہے، صحيح وضعيف الجامع الصغير 14194 29/ 194۔

([3]) بيهقي، سنن بيهقي، احمدبن حسين، (مكتبة دارالباز، مكة المكرة، 1994) رقم الحدیث: 11985۔
علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابومسعود جرار ثقہ راوی نہیں ہے، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة، رقم الحدیث: 2316، 5/341۔

پھنسالیتاہے کیونکہ سرمایہ دار کو علم ہوتاہے کہ مزدور بے بس ہے، غریب ہے، مجبوری اسے یہاں تک لائی ہے اور جتنی بھی اجرت دی جائی گی کام پر راضی ہو جائے گا۔ ظالم سرمایہ دار اپنے ضمیر کو غالبا یہ فریب دے کر مطمئن کر لیتاہے کہ اس مزدور پر ظلم نہیں کیا بلکہ مزدور اپنی خوش دلی سے یہ ظلم برداشت کر رہاہے۔

لاکھوں آدمی جو ملک میں بے کار ہوتے ہیں ان کی ذمہ داری لینے والا کوئی نہیں ہوتا، سرمایہ دار اپنے نفع پر یقین رکھتاہے حکومت اس کو اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتی، سوسائٹی میں ہمدردی اور بہی خواہی کا فقدان ہے اس لئے اس نظر کو کوئی فکر نہیں ہوتی کہ کون کس حال میں ہے۔ عام طور پر مزدوروں کا حال یہ ہوتاہے کہ اس کی جیب میں پیسہ نہ ہو تو وہ معقول علاج نہیں کراسکتے اگر کوئی مزدور کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو اس کا یتیم بچہ تعلیم وتربیت کا مستحق اسی وقت قرار پائے گا جب اس کا باپ انشورنس پالیسی چھوڑ کر مرا ہو لیکن جو لوگ بلکل غریب اور بے وسیلہ ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں یہ الگ بات ہے کہ اتفاقی طور سے ان کو کوئی مدد مل جائے۔[1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی مزدور اور ملازم کی اتنی اجرت مقرر کرنے کے قائل ہیں کہ جس سے گھر کے اخراجات پورے ہوتے رہیں اور اتنی کم اجرت نہیں ہونی چاہئے کہ ان میں بددلی پیدا ہو جائے اور نہ اتنی زیادہ مقرر ہو کہ فیکٹری یا ادارہ اس بوجھ کو برداشت ہی نہ کر سکے۔ شاہ صاحب اجرت کے علاوہ بھی دوسری سہولیات کو ریاستی ذمہ داری قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: جب امام کسی کو سال بھر کے لئے عامل بنا کر بھیجے تو اتنی اجرت مقرر کرے جس سے اس کے اخراجات پورے ہو سکیں، اور اس میں اتنی بچت کر سکے کہ ضروریات زندگی پوری ہو سکیں۔ اور اجرت کا مقرر ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ زائد کی کوئی حد مقرر نہیں اور اجرت اگر کم ہو تو محنت کش اتنے کم معاوضے میں کام کرنا پسند نہیں کرے گا۔[2]

شاہ صاحب کے نزدیک مزدور کے حقوق میں سے ہے کہ کم از کم اتنی اجرت محنت کشوں کے لئے مقرر ہونی چاہئے کہ اس کے گھر کے اخراجات پورے ہوتے رہیں، گویا مناسب اجرت کا حصول مزدور کا حق اور آجر کا فرض ہے اس کے علاوہ شاہ صاحب نے یہ بھی بتایا کہ اتنی زیادہ اجرت بھی مقرر نہیں ہونی چاہئے کہ فیکٹری مالکان یا آجر تکلیف میں پڑ جائے۔ یہ اشارہ ہے آجر کے حقوق کی طرف، حکومت صرف مزدور کو نہ دیکھے بلکہ آجر کو بھی دیکھے یعنی آجر واجیر دونوں کے حقوق وفرائض کو دیکھنا چاہئے تاکہ معاشرے میں مساوات پیدا ہو اور فریقین بددلی کا شکار نہ ہوں۔

---

([1])مولانا مجیب اللہ ندوی، **اسلامی قانون محنت واجرت**، (لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ) ص:106۔

([2]) شاہ ولی اللہ دہلوی, حجة الله البالغة، مکتبہ سلفیہ لاہور، 1975ء، 2/151۔

ہمارے معاشرے میں بعض جگہوں پر اس کی محنت کا مکمل صلہ نہیں دیا جاتا اور اس کی حق تلفی کی جاتی ہے جبکہ علامہ قرضاوی کے نزدیک ایسا فعل وسلوک مزدور پر بدترین ظلم ہے اور یہ طے ہے کہ اسلام مظالم کو سخت ترین حرام سمجھتا ہے۔ شیخ قرضاوی لکھتے ہیں: اسلامی نظام میں کام کرنے والے کو اس کے کام کے بدلے اور اجر سے محروم نہیں رکھا جائے گا بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مزدور کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دینی چاہئے۔ اور مزدور کو اس کی اجرت اس کی محنت اور کفایت کے مطابق معروف طریقے سے دینی چاہئے۔ مزدور کی محنت کا ثمرہ بلا کم وکاست اس کے ہاتھوں میں پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ جب مزدور کو طے شدہ اجرت سے کم دیا جائے گا تو یہ اسپر ظلم ہو گا اور اسلام میں کسی پر ظلم کرنا سخت ترین حرام قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح مزدور کے پیسہ کو روک کر اسے مالک نہ بنا کر ظلم تصور کیا جائے گا کہ وہ مالک بن کر نقدی جمع کرلے، کوئی کاروبار کرلے، یا کسی بیماری کا علاج کر سکے یا بڑھاپے کے لئے جمع کرلے یا اپنی اولاد کے لئے جمع کر سکے۔[1]

## اجرت کی بروقت ادائیگی

فیکٹری ومل مالکان اور سرمایہ دار حضرات ایک غریب مزدور کو تنگ کرنے کی خاطر اپنا حربہ استعمال کرتے ہوئے تنخواہ بروقت نہیں ادا کرتے اور ادائیگی میں تاخیر سے کام لیتے ہیں۔ تنخواہ یا معاوضہ اگر منصفانہ طریقے سے طے بھی ہو جائے تب بھی اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا بیچارے مزدور کے لئے مالی مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ مزدور اس لئے محنت کرتا ہے کہ اسے محنت ومشقت کے بدلے کچھ پیسے مل جائیں گے جس سے اس کے خاندان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اگر اجرت وقت پر نہ دی جائے تو اس سے مزدور کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے کیونکہ کچھ ضروریات ایسی ہوتی ہیں جو اس کی تنخواہ سے بندھی ہوتی ہیں اور ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے بجلی، گیس وغیرہ کا بل دینا، کریانہ والے کو پیسے جمع کرانا ورنہ سوداسلف آنا بند ہونے کا ڈر اور اس جیسی اور بنیادی ضروریات کا پورا ہونا تب ممکن ہے جب مزدور کو وقت پر اجرت ملے گی۔ اگر مزدور کو تنخواہ وقت پر نہیں ملے گی تو ضروریات زندگی کی تکمیل اور مشکل ہو جائے گی، اس لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَعْطُوا الأَجِيرَ أَجْرَهُ قبل أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ))[2]

(مزدور کی تنخواہ میں اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کیا کرو۔)

لہٰذا مزدور کی تنخواہ میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ مستاجر کو چاہئے کہ وہ اجیر کو ایک مربوط

---

([1])ڈاکٹر یوسف قرضاوی، دور القیم، ص:۳۸

([2])محمد بن يزيد قزويني، سنن ابن ماجه، (بیروت: مكتبة أبي المعاطي) رقم الحدیث: 2443، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ، 5/443۔، رقم الحدیث:2434۔

اور منظم نظام کے تحت اجرتوں کی فراہمی کو یقینی بنائے اور جب تک اجیر کام کرتا رہے تو اس کو اسی نظام کے تحت اجرتوں کی ادائیگی کرتا رہے۔ اور اگر کمپنی یا ادارہ کو اس میں خسارہ ہو جائے یا سیزن ختم ہونے کی وجہ سے مال فروخت نہ ہو یا ایسی کوئی اور مجبوری ہو جائے جس سے کمپنی کا نقصان ہو جائے تو بھی ان حالات میں متاجر کے لئے لازم ہے کہ وہ اجیر کا اس کے کام کا طے شدہ معاوضہ ادا کرے اور اگر متاجر اجیر کو ان حالات میں معاوضہ ادا نہ کرے تو یہ متاجر کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اجیر کے لئے اجرت کا استحقاق عمل کی ادائیگی سے ہوتا ہے اور یہ عمل اجیر نے انجام دیدیا ہے اجیر کمپنی کے نفع و نقصان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بعض اوقات یوں بھی ہو سکتا ہے کہ مزدور کسی وجہ سے تنخواہ وصول نہیں کر پاتا تو اس صورت میں اسلام سرمایہ داروں کو حکم دیتا ہے اور تلقین کرتا ہے کہ وہ مزدور یا اس کے متعلقین کو پہنچادے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

((من استأجر أجيرا فترك أجره تعمل فيه المستأجر فزاد))[1]

(جس نے کسی مزدور کو اجرت پر لگایا مگر وہ اجرت چھوڑ کر چلا گیا پھر متاجر (اصل سرمایہ دار) نے اسے کاروبار میں لگایا اور اس میں اضافہ ہو گیا (تو وہ اضافہ کے ساتھ واپس کی جائے گی))

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فقہاء اسلام مزدور کی مزدوری یا ملازم کی تنخواہ کی ادائیگی کے معاملہ میں کس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اسے کسی صورت میں بغیر ادائیگی کے نہیں چھوڑتے کیونکہ مزدور سے کام لینے کے بعد اجرت کی ادائیگی نہ کرنا اور مزدور کے حق کو غصب کرنا بڑا گناہ ہے لہذا آجر کے ذمہ لازم اور ضروری ہے کہ وہ مزدور کو اس کی اجرت انصاف کے ساتھ ادا کرے۔

علامہ یوسف قرضاوی کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں یہ عمل ناجائز ہے کہ مزدور سے کام تو لے لیا جائے لیکن اس کی طے شدہ اجرت مکمل یا جزوی طور پر روک لی جائے۔ یہ ایسا ظلم ہے جو عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف اور خداوند تعالی کی نگاہوں میں ناپسندیدہ عمل ہے۔ شیخ قرضاوی لکھتے ہیں:

(اسلامی مقتضیات میں سے یہ بھی ہے کہ محنت کش یا مزدور کو اس کی مکمل اجرت دی جائے۔ یہ چیز اسلامی قانون عدل وانصاف کے خلاف ہے کہ مزدور اپنا خون پسینہ لگا کر کام کرے لیکن اپنی مزدوری سے محروم کر دیا جائے، یا اس کی مزدوری کم دی جائے، یا ٹال مٹول سے کام لیا جائے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، بیشک ہم اچھا کام کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتے)[2] ایک اور جگہ پر ارشاد خداوندی ہے: (اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کا بدلہ انہیں پورا پورا ملے گا اور اللہ تعالی ظلم کرنے والوں کو پسند

---

([1]) **صحيح بخاري**، كتاب بدء الوحي، باب من استأجراجيرافترك أجره، رقم الحديث: 2272۔

([2]) **الكهف**، 30/18

نہیں کرتا۔)[1] ان آیات میں اشارہ کیا کہ کام کرنے والوں کو پوری اجرت نہ ملنا ظلم ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک حدیث قدسی ہے جسے بخاری نے روایت کیا ہے: میں تین آدمیوں کے بارے میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا ایک وہ جس نے میرے نام کا عہد کیا پھر توڑ ڈالا۔ دوسرا وہ جو آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ جو کسی سے پورا کام لے پھر اسے پوری مزدوری نہ دے۔ گویا کہ وہ شخص جو کام لینے کے بعد مکمل اجرت نہیں دیتا وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے۔)[2]

## تنخواہ میں عدم مساوات

دین اسلام عدل وانصاف کا متقاضی ہے اس لئے کبھی حکم نہیں دیتا کہ تمام اقسام کے مزدوروں کو یکساں تنخواہ اور سہولتیں فراہم کی جائیں۔ ایسا حکم دینا اور ایسے مطالبات کرنا عدل وانصاف اور حکمت ودانائی کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ جس طرح تمام انسان برابر نہیں ہیں ان میں ہر ایک کسی نہ کسی خوبی یا خامی میں نمایاں ہوتا ہے، اسی طرح مختلف پیشوں، مختلف مقامات اور مختلف معاشی حالات میں کام کرنے والے مزدور اور ملازم بھی مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی کسی فن کا ماہر مثلاً ڈاکٹر، انجینئر اور معمار ہے تو کوئی اعلیٰ درجے کی ذہنی اور عقلی لیاقت کا مالک ہے جیسے پروفیسر، وکیل، دانشور وغیرہ۔ اسی طرح کوئی سڑک کنارے روڑے کوٹنے والا ہے تو کوئی جھاڑو لگانے والا اور کوئی گارا مٹی اٹھا کر دینے والا۔ صاف ظاہر ہے ان کی قابلیت، فن، پیشہ میں مہارت اور کام کی نوعیت کی وجہ سے ان کی تنخواہوں میں بھی فرق پڑے گا۔ وہ نمایاں ترین اسباب جن سے تنخواہوں میں مساوات برقرار نہیں رہتی، یہ ہیں:

کام کی نوعیت، ملازمت کی نوعیت (عارضی یا مستقل) حالات کار کی نوعیت (زیادہ محنت یا کم محنت، شرائط ملازمت) تربیت یافتہ یا غیر تربیت یافتہ ہونا اور تعلیم وتربیت وغیرہ کا ہونا۔ اسلام نے اجرتوں میں اختلاف کو رواج دے کر مزدوروں اور ملازمین طبقہ پر احسان کیا ہے کہ انہیں ان کی محنت کا ثمر ان کی قابلیت اور محنت کو مدنظر رکھ کر دیا جانا چاہئے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مزدور کو بہت کم اجرت دی جائے اور سرمایہ دار اس کی ضروریات سے غافل ہو جائے۔ سرمایہ دار تو بلند وبالا محلات میں محو استراحت ہو اور غریب مزدور گھر کی چھت کے لئے بھی ترسے۔ اجرت اتنی ہونی چاہئے کہ وہ اچھے طریقے سے کھا پی سکے، لازمی نہیں کہ وہ مٹن اور بریانی کھائے لیکن اتنا اجرت تو ہونی چاہئے کہ وہ دو وقت کی روٹی کھا سکے اور اس کی صحت پر خوشگوار اثرات پڑیں کیونکہ جب مزدور صحتمند ہو گا تو اس کی استعداد کار زیادہ ہو گی اور لازمی طور پر اس کا نظام معیشت پر اچھا اثر مرتب ہو گا۔

---

([1]) آل عمران: 57/3

([2]) ڈاکٹر یوسف قرضاوی، دور القیم، ص: 372۔

آج کل کے دور میں کم از کم اجرت کی تعیین عرف عام کے مطابق کی جاسکتی ہے یاعلاقہ کے حساب سے بھی ممکن ہے اسی طرح کاریگری اور کام میں مہارت کے حساب سے بھی تعیین ممکن ہے۔ گویا کہ اجرت کی حدبندی علاقہ اور کام میں مہارت کے حساب سے ممکن ہے اوراجرت کو ایک حد پر مقرر کر دینا بہت مشکل کاموں میں سے ایک ہے اور میرے نزدیک ایسا کرنا حاکم کے لئے جائز ہے اوراسے چاہئے کہ وہ مزدوروں کے نمائندگان سے بات کرکے کم از کم اجرت مقرر کردے۔ اور یہ کم از کم اجرت مقرر کرنا اس لئے نہیں ہے کہ کام کرنے والے کی معیشت کے لئے کافی ہوگا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کام کرنے والا ایک طرح سے رب المال کی حقوق تلفی سے خود کو محفوظ سمجھے گا۔ اور یہ کم از کم اجرت کا مقرر ہونا اس شخص کے لئے ہے جو کل وقتی ملازم ہو اور ایسا مزدور جو تھوڑا وقت کام کرتا ہے وہ اپنے وقت کے مطابق اجرت وصول کرے گا۔[1]

علامہ ابن خلدون کے نزدیک کسی شخص سے جبری طور پر نہ تو خدمت لے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی شخص کو مقررہ اجرت سے کم دے سکتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے کی وجہ سے نظام کائنات کے چلنے میں خلل واقع ہو جائے گا اور محنت کرنے والے ہاتھ رک جائیں گے۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

جان لیں کہ لوگوں پر ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کے اموال میں ناحق کام لیا جائے، یا ان کے اعمال کی پوری قیمت ادا نہ کی جائے۔ کیونکہ اگر ان کے کاموں کی مکمل قیمت ادا نہ کی جائے یا مزدوری لینے کے بعد محنت کی قیمت ان سے چھین لی جائے تو لامحالہ اس سے معاشی تگ ودو کو نقصان پہنچے گا۔ اوران لوگوں کے ہاتھ کوشش کرنے سے رک جائیں گے۔ اور رعایا کی خواہشات ختم ہو جائیں گی۔ اور کوئی بھی ایسا محنت ومشقت والا کام کرنا ترک کر دیں گے جس سے حکومت کو فائدہ پہنچے۔ اگر وہ ظلم معاش کے تمام میدانوں میں پھیل جائے تو لوگ کمائی کرنے کو چھوڑ کر بیٹھ جائیں گے، کیونکہ ان کی تمام خواہشات دم توڑ جائیں گی۔ اور اگر وہ ظلم کم ہو تو کمائی میں بھی اس نسبت سے کمی ہوگی۔ شہری زندگی کی چمک اور بازاروں کی رونق وہ محنت ومشقت کے بل بوتے پر ہے اگر لوگ کمانا چھوڑ دیں گے تو بازار ویران ہو جائیں گے اور لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو جائے گی۔[2]

عصر حاضر میں جائزہ لیں تو علامہ ابن خلدون کی بات سے ہم متفق نظر آئیں گے کیونکہ جب اجرت کم دی جائے گی تو لوگ کام کرنے سے جی چرائیں گے، صحیح کام نہیں کریں گے اوران علاقوں کا رخ کریں گے جہاں اجرت صحیح ملتی ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مزدوروں کا بیشتر طبقہ مڈل ایسٹ اور دوسرے ممالک جانے کی کوشش میں رہتا ہے کیونکہ وہاں اجرت صحیح ملتی ہے وہاں تعمیراتی شعبہ ترقی میں ہے سیکھنے کے مواقع جلدی

(1) رفیق یونس مصری، **أصول الإقتصاد الإسلامي**،(دمشق: دارالقلم، طبع دوم، 1993ء) ص:203، 204۔

(2) ابن خلدون، عبدالرحمن، **تاریخ ابن خلدون**، ترجمہ: حکیم احمد حسین، (لاہور: اردو بازار، نفیس اکیڈمی، 2003ء) 1/353۔

ملتے ہیں، سہولیات یہاں کی نسبت زیادہ ملتی ہیں اگر ان مزدوروں کو وہی سہولیات ملک میں میسر ہوں اور اجرت بھی مناسب ملے تو یقینی طور پر دیار غیر کی بجائے اپنے ملک میں ہی کام کرنا پسند کریں گے اور ملکی تعمیر وترقی میں اپنا حصہ ڈالیں گے۔ اسی طرح اگر سرکاری ملازمین کی اجرت مناسب نہیں دی جائے گی تو وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے اور کام سے جی چرائیں گے اور حکومتی شعبے دن بدن تنزلی کا شکار ہونگے۔

کسی بھی حکومت کے افراد کی زندگی کا دارومدار اسی کوشش پر منحصر ہوتا ہے کہ طلب وکسب کی راہیں کھلی ہونی چاہئیں، اور لوگوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے بازاروں اور منڈیوں تک رسائی حاصل ہونی چاہئے، تاکہ وہ اپنی ضروریات زندگی کی چیزیں خریدیں اور بیچیں۔ لیکن اگر ان پر ظلم وستم کیا جائے جیسے محنت ومزدوری کے مطابق اجرت کا نہ دینا، تحفظ نہ دینا وغیرہ، تو وہ محنت سے جی چرائیں گے۔ اور وہ امیدیں جو انسان کو کام کاج پر اکساتی اور آمادہ کرتی ہیں بالکل ختم ہو جائیں گی۔

معلوم ہوا کہ مزدور کو کم از کم اتنی اجرت لازمی ملنی چاہئے کہ مزدور گھر کی کفالت آسانی سے کر سکے۔ مزدور کی اجرت کی مقدار اتنی ہونی چاہئے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی صحیح دیکھ بھال کرے، حسب ضرورت خادم رکھ سکے اور اپنا مکان بنا سکے اگر غیر شادی شدہ ہے تو اتنے پیسے اکھٹے کرلے کہ آرام سے شادی کے اخراجات اٹھا سکے۔

## مقررہ حقوق کی ادائیگی

آجر یا مالک مل پر لازم ہے کہ وہ کام کرنے والے کو وہ تمام حقوق دے جو اس نے مشروط کیے تھے اور ان حقوق میں سے کوئی بھی چیز کم نہ کرے ورنہ یہ ظلم شمار کیا جائے گا۔ اکثر وبیشتر مالکان کو دیکھا گیا ہے کہ جب ملازمین سے کام لینا ہوتا ہے تو ان کو خوش کرنے کے لئے ان سے طرح طرح کے وعدے کرتے ہیں اور ان کو قسم قسم کی سہولیات کی فراہمی کی باتیں کرتے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے ان وعدوں کو پورا نہ کرنا جھوٹ اور وعدہ خلافی ہے۔ مالکان کی وقعت ان کے ملازمین کی نگاہوں میں کم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ملازمین کے درمیان اپنے ہی ادارے یا کمپنی میں حقیر، دغاباز، جھوٹے اور وعدہ خلاف کی حیثیت سے زندگی گزارتا ہے۔ وعدہ کی تکمیل اور معاہدہ کی پاسداری کی عملی تصویر ہمیں حضرت شعیب علیہ السلام کے قول میں نظر آتی ہے جب حضرت موسی علیہ السلام کو بطور مزدور اجرت پر رکھ لیا تو اس کے بعد ایک مالک وآجر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں سے متعلق یہ یقین دہانی کی کہ: میں تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا، تم ان شاء اللہ مجھے کھرا اور نیک آدمی پاؤ گے۔ [1]

یعنی جو شرائط طے ہوئی ہیں ان کا پابند رہوں گا، اس سے زیادہ کام کا مطالبہ نہیں کروں گا اور جو معاوضہ طے

---

([1]) القصص:28/27۔

ہوا ہے وہ پورا پورا ادا کروں گا اس معاملہ میں تم مجھے کھرا اور نیک آدمی پاؤ گے۔

## حسب استطاعت کام لینا

دین اسلام اس بات کا متقاضی ہے کہ اپنے ملازمین اور مزدوروں سے اتنا کام لیا جائے جتنا وہ برداشت کر سکیں۔ فریقین کے درمیان جو معاہدہ طے پا جائے اس سے زیادہ کام لینا شرعاً ظلم ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ زائد محنت کرے لیکن اسوقت وہ اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے اضافی اجرت کا مستحق بھی قرار پائے گا۔ اس لئے اجیر اور مستاجر دونوں کے لئے لازمی امر ہے کہ کام کی نوعیت اور مزدور کے اوقات کار کا تعین شروع میں ہی کر لیا جائے تا کہ بعد میں اختلافات نہ ہوں۔ اسی طرح یہ بھی متعین ہو جائے کہ مزدور نے ایک دن میں کتنا کام کرنا ہے جو اس کی استطاعت کے مطابق ہو اور صحت پر اثر انداز نہ ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مزدور کے لئے حسب استطاعت کام کتنا ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مزدور کی جسمانی اور ذہنی طاقت کو مد نظر رکھ کر اسے کام پر لگایا جائے گا اس سے طاقت سے زیادہ مشقت طلب کام نہیں دیا جائے گا۔ ہمارے معاشرے میں عام طور طور پر ایسا نہیں ہوتا، ہم اپنے کام کی تکمیل چاہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو اس مظلوم طبقہ کے آرام اور صحت کا احساس کس قدر تھا اس کا اندازہ اس ارشاد نبوی سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلاَ تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ))[1]

(اوران پر ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالو جوان کی طاقت سے زیادہ ہو، اوراگر تمہیں کبھی ایسا کرنا بھی پڑے تو پھر (ان کے شریک حال بن کر) ان کی مدد کرو۔)

اس حدیث میں اعانت کے دونوں مفہوم سمجھے جاسکتے ہیں ایک یہ کہ اگر انہیں کام زیادہ دینا ہے تو اس مشکل کام میں ان کا ہاتھ بٹا کر مدد کی جائے اور دوسرا مفہوم یہ کہ اضافی کام کا اضافی معاوضہ دے کر ان کی مدد کی جائے۔

لہذا اگر مزدور سے کوئی ایسا کام کرانا ضروری ہو جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا تو خود اسکا ہاتھ بٹانا چاہئے تا کہ مزدور و مالک کی بالادستی اور برتری کا احساس بھی نہ ہو اور مزدور کو زیادہ مشقت بھی نہ کرنی پڑے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو کم از کم اتنا ضرور کرے کہ اس کے ساتھ حسب ضرورت ایک دو آدمی لگادے، یا کام اگر مشکل ہے یا پہلا مزدور رضامند ہے اور اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ وہ کام کو سرانجام دے سکتا ہے تو اسے اس کا الگ معاوضہ دیا جائے۔ یہ معاوضہ کتنا ہو دوگنا ہو یا اس سے زیادہ یا کم، یہ بات فریقین کے باہمی سمجھوتہ سے طے ہو سکتی ہے تاہم

---

([1]) بخاری، صحيح بخاري، رقم الحديث:2545

مزدور کو اس کے زائد وقت کا معاوضہ ضرور ملنا چاہئے۔[1]

ڈاکٹر مصطفی سباعی[2] لکھتے ہیں: **إن العمل يجب أن يكون ثماني ساعات في اليوم أو أكثر من ذلك أو أقل، وجب التقييد بذلك، فإذا أراد رب العمل تشغيل العامل أكثر من ذلك وجب إعطاؤه الأجر الإضافي عليه، ويكون داخلا تحت قوله ﷺ في تتمة الحديث السابق "فإذا كلفتموهم فأعينوهم وإعطاء الأجر علي العمل الإضافي إعانة بلا ريب".**[3]

(کام کا دورانیہ آٹھ گھنٹے یا اس سے کچھ کم یا زیادہ ضرور مقرر ہونا چاہئے۔ اگر مالک کام کرنے والے کو آٹھ گھنٹے سے زیادہ کام پہ مشغول رکھتا ہے تو اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اضافی اجرت بھی دے۔ اور یہ اضافی اجرت دینا اس حدیث پر عمل ہو جائے گا جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنے خادم کو کسی اضافی کام پر مامور کرو تو ان کی اعانت کرو" اور اضافی کام پر اجرت دینا بہترین قسم کی اعانت ہے۔)

## گھریلو نوکر سے کام کروانا

اور جب آدمی کسی آدمی کو خدمت کے لئے اجارہ پر رکھتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ خدمت کی تمام اقسام کو بروئے کار لائے کیونکہ خدمت کا لفظ اسم جنس ہے جو خدمت کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اجیر کے لئے لازم ہے کہ وہ مستاجر کے کپڑے سیے اگر وہ سی سکتا ہے، اسی طرح روٹی بھی پکا کے دے اگر وہ روٹی پکا سکتا ہے۔ لیکن مستاجر اسے لوگوں کے لئے کپڑے سینے اور روٹی لگانے پہ نہیں بٹھا سکتا کیونکہ یہ خدمت میں نہیں آتا بلکہ تجارت میں آتا ہے۔ اور اگر مستاجر کے پاس مہمان آجاتے ہیں تو اجیر ان کی بھی خدمت کرے گا کیونکہ یہ ایسے ہے جیسے اس نے مستاجر کی خدمت کی، کیونکہ اگر یہ (اجیر) نہ بھی ہوتا تب بھی مستاجر پر اس مہمان کی خدمت کرنا اخلاقاً مستحسن ہوتا۔ اور جب شرعی طور پر مستاجر پر اپنے مہمان کی خدمت کرنا ضروری ہے تو اجیر کی طرف سے مہمان کی خاطر تواضع ایسے ہے جیسے مستاجر کی خدمت کی ہو، اور جب مستاجر کسی عورت سے شادی کرتا ہے جب کہ اس نے ایک آدمی کو خدمت کے لئے بھی رکھا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اجیر پر لازم ہو گا کہ اب وہ اس کی بیوی کی بھی خدمت کرے کیونکہ بیوی کا مقام بہر حال مہمان سے کم نہیں ہے اور جب اجیر پر مہمان کی خدمت کرنا لازم ہے تو بیوی کی بطور اولی لازم ہو گی۔[4]

---

([1]) سید متین ہاشمی، **سہ ماہی منہاج**، لاہور، عظمت محنت نمبر، 1989ء، شمارہ 3-2، 7/ 223، 224۔

([2]) ڈاکٹر سباعی شام کی مذہبی اور سیاسی شخصیت گزرے ہیں، پیدائش 1915ء اور وفات 1964ء میں ہوئی، دمشق یونیورسٹی میں شعبہ قانون کے ڈین رہے ہیں، شام میں بھائی چارے کے فروغ میں آپ نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

([3]) ڈاکٹر مصطفی سباعی، **التكافل الإجتماعي في الإسلام** (بیروت: دار ابن حزم، طبع اول، 2010ء) ص: 165۔

([4]) ابن مازہ، برہان الدین، **المحيط البرهاني**، ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، لسبیلہ کراچی، 2004ء، ص: 306، 307۔

## اوقات کار کی تحدید

فقہاء کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اجیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ملازمت کے اوقات میں سے فرائض وواجبات اور سنن مؤکدہ ادا کرے، اوراس کے بدلے میں موجر کے لئے اجیر کی اجرت کم کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ چیزیں ملازمت کے اوقات میں سے خود بخود مستثنی ہوتی ہیں۔ بلکہ اگر اجیر نمازوں کے اوقات میں نماز نہ پڑھے تو گنہگار ہوگا، فرائض وواجبات، سنن مؤکدہ حوائج ضروریہ کی عقد میں شرط لگانا ضروری نہیں، کیونکہ یہ خودبخود متعین ہوتے ہیں۔ البتہ ان امور کے علاوہ میں اگر کوئی وقت فارغ کرنا ہے تو اس کا عقد میں طے ہوجانا ضروری ہے، مثلا راحت وآرام انسان کا حق ہے، طویل مدت تک متواتر کام کرنے سے آدمی تھک جاتا ہے آرام کرنا ممکن نہیں رہتا اس لئے راحت وآرام کا بھی وقت نکالنا اجیر کا حق ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنَّ لنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقّاً، ولأهلِك عَلَيْكَ حَقًّا))(1)

(بے شک تمہارے نفس کا حق ہے اور تمہارے اہل وعیال کا حق ہے۔)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

((أَيْ تُعْطِيهَا مَا تَحْتَاج إِلَيْهِ ضَرُورَة الْبَشَرِيَّة مِمَّا أَبَاحَهُ اللّٰه لِلإِنْسَانِ مِنْ الأَكْل وَالشُّرْب وَالرَّاحَة الَّتِي يَقُوم بِهَا بَدَنه لِيَكُونَ أَعْوَنَ عَلَى عِبَادَة رَبّه.))(2)

(یعنی ان چیزوں کو ادا کرے جو کہ بشری ضرورت ہے، کھانے، پینے اور راحت وآرام کی ان چیزوں میں سے جس کو اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے مباح کیا ہے جس کے ذریعے سے بدن کو قوت حاصل ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے رب کی عبادت کرنے کے زیادہ لائق ہوسکے۔)

لہذا آرام وسکون انسانی حق اور بنیادی ضروریات میں سے ہے، اس کے لئے اگر جانبین کوئی وقت طے کرلیں تو زیادہ بہتر ہے تاکہ بعد میں کسی قسم کی کوئی شکایت پیش نہ آئے۔ لیکن اگر اس کے لئے جانبین کے درمیان کوئی وقت طے نہ ہوا ہو تو پھر اجیر اپنی عادت اور عرف کے مطابق اپنے راحت وآرام کے لئے وقت نکال سکتا ہے اس میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ راحت وآرام کے لئے اتنا وقت نکالے کہ اپنے ارد گرد کے ماحول اور عرف عام سے زیادہ نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے مزدور وملازم کو بھی اس بات کی تلقین فرمائی کہ خواہ مخواہ اتنی محنت ومشقت نہ کرے کہ اپنے آپ کو ہلکان کردے بلکہ اپنے آرام وراحت کا بھی خیال کرے۔ صحت وتندرستی کے ہوتے ہوئے زیادہ کمائی

---

(1) صحيح بخاري، حدیث نمبر: 1968

(2) عسقلانی، احمد بن علی بن حجر شافعی، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دارالمعرفة، بیروت، 1379ھ، 3/38۔

کے مواقع ملتے رہیں گے، جبکہ بیماری اور تھکاوٹ کے ساتھ جو کچھ ابھی موجود ہے بیماری کے بعد اس کے بھی چھن جانے کا خطرہ ہو گا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ))[1]

(کام کرتے وقت اتنی ہی تکلیف برداشت کرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔)

ایک اور مقام پر ہے:

((رَوِّحُوا الْقُلُوبَ سَاعَةً فَسَاعَةً، وفي روايةٍ سَاعَةً وسَاعَةً أي أرِيحُوهَا بعضَ الأوقَاتِ))[2]

(وقتاً فوقتاً اپنے دلوں کو راحت دیا کرو۔)

ایک اور جگہ پر ہے:

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ))[3]

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناالله کریم نرمی والا ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ عطا فرماتا ہے جو سختی پر نہیں عنایت فرماتا۔)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرمایہ دار اور مالکان کو چاہئے وہ مزدوروں پر سختی کرنے کی بجائے نرمی سے کام لیں تو ان کے کاروبار میں مزید برکت شامل حال ہو گی اور یہ برکت کبھی بھی سخت گیری میں نہیں نازل ہوتی۔

## آرام کرنے کا بہترین وقت:

مزدور کے لئے آرام وراحت کا سب سے اچھا وقت قیلولہ کا ہے، قیلولہ کا وقت وہ ہے جو ظہر کی نماز یا عصر کی نماز سے پہلے کا ہوتا ہے چاہے وہ قیلولہ آدھے گھنٹے کا ہی کیوں نہ ہو، بہتر وقت ظہر سے پہلے ہی کا ہے کیونکہ زوال کا وقت ویسے بھی عبادات سے خالی جاتا ہے تو بہتر ہے آرام کر لیا جائے۔

---

([1])نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، حدیث نمبر 762، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحيح وضعيف سنن النسائي 406/2۔

([2])عبد اللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 36263۔

([3])صحيح بخاري، رقم الحدیث: 6927۔

قیلولہ کی اہمیت کا اندازہ حدیث رسول ﷺ سے لگایا جاسکتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قِيلُوا فَإِنَّ الشَّيطَانَ لَا يَقِيلُ))(1)

(قیلولہ کیا کرو کیونکہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے۔)

امام غزالی فرماتے ہیں: قیلولہ کرنے کے بہت سے فوائد ہیں۔ قیلولہ قیام اللیل میں معاونت کرتا ہے، جسم کو راحت پہنچاتا ہے جس کی وجہ سے سارا دن دل کام میں لگا رہتا ہے۔ آرام کر لینے سے انسان تازہ دم ہو جاتا ہے۔ دن میں آرام کر لینے کے بعد انسان وہی تازگی محسوس کرتا ہے جو اسے اول دن میں نصیب ہوتی ہے۔(2)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے:

"أريحوا القلوب، فإن القلوب إذاأكره عمي."(3)

(دلوں کو آرام پہنچایا کرو کیونکہ یہ جب تھک جاتے ہیں تو مردہ ہو جاتے ہیں۔)

بعض حساس نوعیت کے ایسے کام بھی ہوتے ہیں جن پر مخصوص اوقات میں عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے، مثال کے طور پر قاضی کو منع کیا گیا ہے کہ وہ اس وقت فیصلہ نہ دے جب وہ غصہ کی حالت میں ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ))(4)

(قاضی دو آدمیوں کے درمیان اس وقت فیصلہ نہ کرے جب وہ غصہ کی حالت میں ہو۔)

فقہاء نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب شدید بھوک لگی ہو، پیاس لگی ہو یا بہت بڑی پریشانی ہو، یا انسان ایسی تھکاوٹ کا شکار ہو جس میں مشقت نہ اٹھا سکتا ہو، یا کام میں دل نہ لگ رہا ہو، یا ذہن حاضر نہ ہو تو انسان کو احتیاط کرنی چاہئے۔(5)

## اجیر کے لئے آرام وسکون کی ضرورت

اجیر کے لئے راحت وسکون تب ہی میسر ہو گا جب اس کے کام کے دورانیہ کی تحدید کر دی جائے۔ کیونکہ مزدور اپنی ذاتی مصروفیات کے لئے تب ہی وقت نکال سکتا ہے جب اس کے کام کا دورانیہ محدود ہو۔ اس بارے میں اسلام کوئی جبری طریقہ اختیار نہیں کرتا بلکہ آجر کے اخلاق و ہمدردی سے یہ امید رکھتا ہے کہ وہ اجیر کو اپنا بھائی اور

---

(1) طبرانی، المعجم الأوسط، رقم الحدیث: 91۔

(2) غزالی، محمد بن محمد، إحياء علوم الدين، 5/310۔

(3) ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، بهجة المجالس وأنس المجالس لإبن عبدالبر، ص: 115۔

(4) بخاری، صحیح بخاري، باب هل يقضي القاضي أو يفتي وهوغضبان، رقم الحدیث: 7158

(5) ابن قدامہ، المغني، 14/19

اپنے جیسا انسان سمجھے، اوران سے ان کی قوت اور صلاحیت کے مطابق ہی کام لیتارہے۔وہ مزدور جن کی رضامندی کے بغیر اضافی وقت لیا جاتا ہے تو اس میں درج ذیل خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔

۱- یہ ضروری نہیں کہ جن مزدوروں وملازمین کو آپ نے اضافی وقت کے لئے روک لیا ہے وہ زیادہ محنتی بھی ہوں بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب مزدور کو علم ہوتا ہے کہ رات آٹھ سے پہلے میں گھر نہیں پہنچ پاؤں گا تو وہ کام جو اس نے شام پانچ بجے ختم کرنا ہوتا ہے وہ رات آٹھ بجے تک مکمل کرتا ہے،اس طرح اضافی وقت دینے کے باوجود ادارے کا اضافی کام نہیں ہو پاتا۔

۲- مزدور زیادہ کام کی وجہ سے تھک جاتا ہے اور مکمل آرام نہیں کرسکتا جس کی وجہ سے اس کے کام کرنے کی استعداد متاثر ہوسکتی ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی[1] لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کارکنان حکومت کو جو عام ہدایات دی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔جب وہ تھک جائیں تو رک جاؤ۔ صحابہ کرام اپنے ملازموں بلکہ اپنے جانوروں سے بھی سخت کام نہیں لیتے تھے۔ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، دیکھا کہ بیٹھے ہوئے آٹا گوندھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ ملازم کہاں ہیں؟ بولے ہم نے اس کو ایک کام کے لئے بھیجا ہے، اس لئے میں نے پسند نہیں کیا کہ بیک وقت اس سے دو دو کام لوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اٹھ کر خود وضو وغیرہ کا پانی لے لیا کرتے تھے کسی نے کہا کہ آپ یہ کام کسی سے لے لیا کریں تو آپ نے فرمایا: رات ان کے آرام کے لئے ہے۔[2]

لہٰذا مزدور کے لئے کام کا وقت محدود ہونا چاہئے۔اب رہا سوال یہ کہ چوبیس گھنٹوں میں سے کتنے گھنٹے کام کے لئے ہونے چاہئیں؟ "المفصل" میں ہے:

**"حددت فترة العمل بساعات معينة تتناسب مع طبيعة كل وظيفة، حددت ساعات العمل اليومي للعامل بثماني ساعات، سواء أكان العامل يقبض أجرا مقطوعا أم أجرا يتناسب مع كمية الإنتاج، وإذا عمل العامل زائدا عن ساعات العمل المقررة فإنه وإن كان يعمل ويقبض أجرة علي أساس كمية الإنتاج يستحق أجورا إضافية زائدة عن ذلك ويستحق العامل أن يعطل أيام الأعياد والمناسبات الرسمية للدولة، وينال مع ذلك أجره عليها، وإذا عمل في بعضها نال أجرا مضاعفا، كما**

---

[1] مولانا مجیب اللہ ندوی ایک معروف ہندوستانی عالم دین، فقیہ، ادیب اور مصنف گزرے ہیں۔اترپردیش کے ضلع غازی پور میں 1918ء میں پیدا ہوئے اور 2006ء میں وفات پائی۔ حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ پر متعدد کتب تصنیف کیں۔

[2] ندوی، مولانا مجیب اللہ، **اسلامی قانون محنت واجرت**، (مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور) ص:200۔

أنه يستحق إجازة سنوية مأجورة."[1]

(کام کرنے کا دورانیہ کام کی نوعیت کے حساب سے مقرر گھنٹے ہونا چاہئے۔ایک دن میں عامل کے لئے آٹھ گھنٹے کام کرنا مناسب ہے چاہے وہ عامل اپنے کام کے مطابق کام کرتا ہو، یا وقت کے حساب سے اجرت لیتا ہو۔ اور جب وہ مقررہ گھنٹوں سے زیادہ کام کرے گا تو اسی حساب سے اضافی اجرت کا مستحق بھی قرار پائے گا۔اسی طرح عامل عید کے دنوں اور حکومتی سطح پر کی گئی چھٹیوں کا مع اجرت مستحق ہو گا اور چھٹیوں کے دوران کام کرے گا تو الاؤنس کا مستحق قرار پائے گا جیسا کہ وہ سالانہ چھٹیوں کا مع اجرت استحقاق رکھتا ہے۔)

کام کی نوعیت کے حساب سے وقت اور اجرت دونوں معلوم ہونے چاہئیں۔مستاجر اور اجیر دونوں کو معاہدہ کا علم ہونا چاہئے جس طرح فریقین معاہدہ کرتے ہیں اس کے مطابق دونوں پر عمل کرنا لازم ہے۔

## بٹائی پر کام کرنے والے کے لئے تحدیدِ مدتِ عمل:

یہاں پر وہ کام کرنے والا مراد ہے جو فقط کام کرتا ہے سرمایہ صرف نہیں کرتا جبکہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ صرف کرتا ہے کام نہیں کرتا، جیسے زراعت میں خاص طور پر حصہ داری یا بٹائی کے نام سے عقد کیا جاتا ہے اور مستاجر واجیر دونوں کی نفع میں معاہدہ کے مطابق شراکت داری ہوتی ہے۔مالکیہ اور شوافع کے نزدیک مضاربت میں مدت کا تعین عقد کو فاسد کر دیتا ہے۔[2] جبکہ احناف اور حنابلہ کے ہاں مضاربت کو ایک معین وقت تک محدود کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایسے ہو جائے گا جیسے اسے کہے "خذهذه الجنيهات واتجرفيهامضاربة مدة سنة"[3] کہ یہ پیسے لے لو اور اس میں ایک سال تک مضاربت کرو۔

یہ ساری بحث اس چیز سے متعلق تھی کہ مزدور اور ملازم کے لئے کتنا وقت کام کے لئے مقرر ہونا چاہئے اور جیسے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ فریقین کے درمیان پائے جانے والے معاہدہ کے مطابق دن اور رات میں آٹھ گھنٹے یا اس سے کچھ زیادہ یا کم کا وقت مقرر کیا جا سکتا ہے۔ایسا مزدور جو کسی فیکٹری یا کارخانے میں کام کرتا ہو اس کے لئے عموماً ایک محدود وقت تک کام کرنا ہوتا ہے جو کارخانے کی طرف سے تین شفٹوں میں سے کسی ایک میں ہو سکتا ہے جس میں مزدور حاضر ہو کر اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے۔لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ وہ مزدور جو کھیتوں یا باغات میں کام کرتے ہیں یا گھروں میں کام کرتے ہیں تو ان کے لئے کام کرنے کا بہترین وقت کون سا ہے؟

---

([1]) محمد ماجد عز، المفصل في الفقه الحنفي الأموال والمعاملات المالية (مكتبة دارالمستقبل، حلب، 2005ء، طبع اول) ص:318۔

([2]) جزیری، عبد الرحمن بن محمد عوض، الفقه على المذاهب الأربعه، (بیروت: دار الارقم بن ابی الارقم، طبع ثانی، 1997ء) 3/48۔

([3]) ایضا، 1/51۔

## کام کرنے کا بہترین وقت

شرعی طور پر عامل کے لئے کام کرنے کا بہترین وقت صبح کا ہے۔ اسلام نے صبح سویرے کام شروع کر دینے کی ترغیب دلائی ہے اور صبح کے وقت چونکہ طبعیت ہشاش بشاش ہوتی ہے اس لئے دن کے شروع میں ہی کام کی طرف رغبت پیدا کرے کیونکہ اسلامی زندگی کا نظام فجر کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور یہی وہ وقت ہے جس کی برکت کی حدیث میں دعا کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالی سے ان الفاظ میں دعا فرمائی: ((اللهم بارك لأمتي في بكورها)) (1)

(اے اللہ میری امت کے لئے صبح کے وقت میں برکت ڈال دے۔)

اور خاتون جنت حضرت فاطمة الزہراء رضي اللہ عنھما روایت کرتی ہیں: ”مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ مُتَصبِّحَةٌ، فَحَرَّكَنِي بِرِجْلِهِ، ثُمَّ قَالَ: " يَا بُنَيَّةُ قُومِي اشْهَدِي رِزْقَ رَبِّكِ، وَلا تَكُونِي مِنَ الْغَافِلِينَ، فَإِنَّ اللهَ يَقْسِمُ أَرْزَاقَ النَّاسِ مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ“(2)

(حضرت فاطمہ زہراء فرماتی ہیں کہ میں (صبح کے بعد) پہلو کے بل لیٹی ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ کا میرے پاس سے گزرا ہوا تو اپنے قدم مبارک سے مجھے جنبش دی اور فرمایا: اے بیٹی کھڑی ہو جا اپنے رب کا رزق تلاش کر اور غافلوں میں سے نہ ہو جا، بیشک اللہ تعالی لوگوں کے درمیان طلوع فجر سے لیکر طلوع شمس تک رزق تقسیم فرماتا ہے۔)

صبح کے وقت ہی محنتی اور سست کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔ ہر آدمی کو دنیا و آخرت میں سے اس کی صلاحیت کے مطابق دیا جاتا ہے۔

## چھٹی کرنے کا حق

فقہ اسلامی کی رو سے مزدور اگر ایک جگہ مستقلا کام کرتا ہے تو چھٹی کا استحقاق رکھتا ہے کہ ہفتہ میں ایک یوم کی رخصت مع تنخواہ لے۔ جس طرح باقی مذاہب میں ہفتہ وار چھٹی ہوتی ہے جیسے یہودیوں کو ہفتہ کی چھٹی دی جاتی ہے اور عیسائیوں کو اتوار کی دی جاتی ہے کیونکہ یہ ان کی عید کا دن ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں سمیت دیگر اہل مذاہب

---

(1) سنن ترمذي، باب ماجاء في التكبيربالتجارة، حدیث نمبر 1212، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے صحيح وضعيف سنن الترمذي ج3ص212

(2) احمد بن حسین بن علی، شعب الإيمان، رقم الحدیث: 4405، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحيح الترغيب والترهيب، رقم الحدیث: 2674، 3 / 12۔

کے افراد کو بھی ہفتہ میں ایک دن کی چھٹی مع تنخواہ ملنی چاہئے۔ جبکہ کچھ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اجیر کو ہفتہ میں ایک چھٹی ملنی تو چاہئے لیکن اس دن کی اجرت اس کی تنخواہ میں سے کاٹ لی جائے گی یعنی ہفتہ وار چھٹی کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن چھٹی کے دن کی تنخواہ اجیر کو نہیں ملے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجیر اجرت کا مستحق اس وقت بنتا ہے جب وہ مستاجر کا کام کرلے چاہے وہ اجرت تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اور جب وہ کام نہیں کرے گا تو وہ اجرت کا مستحق بھی نہیں ہو گا۔ وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ ١٨٨﴾[1]

(تم اپنے اموال کو ایک دوسرے کے درمیان باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔)

علامہ سرخسی " المبسوط " میں فرماتے ہیں: "اور اگر اجیر ایک یا دو دن کام کو نہ کرے تو اس کی ان ایام کی اجرت کاٹ لی جائے گی اس اجیر کا کام نہ کرنا خواہ بیماری کی وجہ سے ہو یا ویسے ہی کسی وجہ سے ہو کیونکہ اجیر کو اجرت کا استحقاق تسلیم منافع سے ہوتا ہے اور یہ تسلیم منافع رخصت کے زمانہ میں نہیں ہوتا ہے، رخصت خواہ کسی عذر کے سبب سے ہو یا بلا کسی عذر کے ہو۔"[2]

علامہ سرخسی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایام رخصت خواہ رخصت بیماری کے سبب سے ہو یا ایسے ہی ہو، عذر ہو یا نہ ہو بہر صورت اجیر کی ایام رخصت کی اجرت کاٹی جائے گی۔

یہ قرین قیاس نظر آتا ہے کہ پہلے قول کو ہی ترجیح دی جائے، کیونکہ وہ قرین قیاس بھی ہے اور ہمارے معاشرتی نظام کے مطابق بھی، اگر مزدور کو مشینری بنا کر چلایا جائے گا تو اس سے نہ صرف اس کو جسمانی تھکاوٹ ہو گی بلکہ چھٹی نہ ملنے یا تنخواہ کے کٹ جانے سے ذہنی کوفت بھی ہو گی۔ اس کے علاوہ اس کا اعتبار اس ادارہ سے اٹھ جائے گا جہاں پر وہ کام کرتا ہے خود کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا سمجھے گا، اگر تنخواہ کاٹ لی جائے گی تو اس مزدور و ملازم کے اندر وہ خلوص اور جذبہ والی کیفیت ناپید ہو جائے گی جس جذبہ سے وہ پہلے کام کر رہا ہو گا، ہاں اس صورت میں کاٹ سکتے ہیں جب شروع میں ہی یہ بتا دیا گیا ہو کہ آپ سالانہ اتنی چھٹیاں کر سکتے ہیں اگر اس سے زیادہ کریں گے تو تنخواہ میں سے کٹوتی ہو گی لیکن پھر بھی بہتر یہی ہو گا کہ تنخواہ نہ کاٹی جائے کیونکہ مزدور طبقہ کا تعلق عموماً غرباء خاندانوں سے ہوتا ہے ان کے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی سے آجر کو آخرت کا عظیم اجر و ثواب تو ملتا ہی ہے دنیا میں مادی فوائد

---

(1) البقرة:2/188

(2) المبسوط للسرخسي، 15/162۔

بھی حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ))[1]

(تم کو رزق اور مدد تمہارے کمزور افراد ہی کی وجہ سے ہی دی جاتی ہے۔)

مزدور اگر شادی شدہ ہو تو اس کا رخصت لے کے گھر جانا اور زیادہ ضروری ہے۔ بہت سے فقہاء کی رائے ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے لمبا عرصہ غائب رہتا ہے اور بیوی شوہر کی غیر حاضری سے بے چین ہو جاتی ہے تو شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کی بے چینی کو خود حاضر ہو کر یا بیوی کو اپنے پاس بلا کر ختم کرے۔[2]

## اجیر پر ظلم وزیادتی کی سزا

مزدور اور مالک کے درمیان لڑائی کی اصل وجہ ان کی توہین ہوتی ہے۔ کیونکہ جب بھی مالک و مزدور کی لڑائی یا اختلاف ہوتا ہے تو قصوروار ہمیشہ اجیر ہی ٹھہرتا ہے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ آجر ہمیشہ اجیر کیساتھ عزت و تکریم والا معاملہ کرے، کیونکہ اجیر کوئی حقیر چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی بحیثیت انسان اتنا ہی باعزت اور قابل احترام ہے جتنا کہ آجر ہے۔ یہ تو تقسیم خداوندی ہے کہ ہر انسان کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ کسی میں کوئی ایک صلاحیت ہے تو دوسرے میں کوئی اور، لیکن ان میں سے کسی کو دوسرے پر مال و دولت کے اعتبار سے فوقیت، اور صلاحیت کے اعتبار سے برتری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ دوسروں سے بالاتر اور بلند ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی عظمت کا معیار مال و دولت کو نہیں تقویٰ کو بنایا ہے جو انسان جتنا بڑا متقی ہے اتنا ہی وہ برتر اور عظیم تر ہے۔

لیکن ہمارے ہاں مزدور کو وہ تعظیم و توقیر نہیں ملتی جس کا وہ مستحق ہے۔ اس زمانہ میں مزدوروں اور خانگی ملازموں اور چھوٹے کام کرنے والوں کے ساتھ عام طور پر توہین آمیز سلوک روا رکھا جاتا ہے اور کارخانے اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے اجیروں کی سماجی قسم کی توہین ذہن میں موجود ہوتی ہے چنانچہ موجودہ سوسائٹی میں کسی فرد یا جماعت کا محنت کش اور مزدور پیشہ ہونا ہی ان کو معاشرہ میں گرا دیتا ہے۔ یا ان مزدوروں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے جیسے وہ انسان ہی نہیں دنیا کی کوئی اور مخلوق ہے۔ حدیث شریف میں مزدور پر ظلم و زیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسے حضرت عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ:

((جَاءَ رَجُلٌ مُسْتَصْرِخٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ جَارِيَةٌ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَقَالَ "وَيْحَكَ مَا لَكَ". قَالَ شَرًّا أَبْصَرَ لِسَيِّدِهِ جَارِيَةً لَهُ فَغَارَ فَجَبَّ مَذَاكِيرَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " عَلَيَّ بِالرَّجُلِ ". فَطُلِبَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "اذْهَبْ

---

[1] سنن نسائي، حدیث نمبر 3179، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحيح وضعيف سنن النسائي ج7، ص251

[2] الدوسری، مسلم محمد، الممتع في القواعدالفقهية، (ریاض، طبع اول، 2007ء)ص: 225۔

فَأَنْتَ حُرٌّ" . فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى مَنْ نُصْرَتِي قَالَ "عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ". أَوْ قَالَ "كُلِّ مُسْلِمٍ"))[1]

(ایک دفعہ ایک شخص روتا ہوا بارگاہ نبوی ﷺ میں آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اس کی ایک لونڈی تھی، حضور نے فرمایا بتاؤ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میرے مالک نے مجھے لونڈی کا بوسہ لینے کی پاداش میں خصی کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے مالک کو بلایا لیکن وہ حاضر نہ ہوا اس پر آپ ﷺ نے یک طرفہ فیصلہ دے دیا اور فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو، اس غلام نے عرض کی کہ اگر میرے مالک نے مجھے پکڑ کر دوبارہ غلام بنالیا تو پھر کون میری مدد کرے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "علی کل مسلم" یعنی ہر مسلمان پر تمہاری مدد کرنا فرض ہے۔)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دور میں مغل بادشاہوں نے جاگیریں عطیہ کرنے کا رواج اپنایا ہوا تھا جس کی وجہ سے ملک کے اندر چھوٹی چھوٹی بہت سی جاگیرداریاں قائم ہو گئیں تھیں۔ ایک جاگیر عام طور پر ایک یا دو گاؤں پر مشتمل ہوتی تھی وہاں کے کام کرنے والے (مزدور) ان جاگیرداروں کی رعیت (عام لوگ) شمار کیے جاتے تھے۔ ان زمینوں میں کاشتکاری کرنے والے مزدوران جاگیرداروں کے گھر کے نوکر سمجھے جاتے تھے۔ یہ جاگیردار اپنی من مانیاں کرتے تھے جس کو جتنا اناج چاہتے دیتے کوئی حساب کتاب لینے والا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ جاگیرداران دستکار مزدوروں او غربت کا شکار ہاریوں پر رسم ورواج کے نام پر رقمیں اور غلہ وصول کرتے اور گھریلو کام کاج انہیں سے کراتے اور ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ ان جاگیرداروں کے خلاف ان لاچار مزدوروں کے پاس بولنے کو ایک لفظ بھی نہیں تھا کیونکہ جو بولنے کی جرأت کرتا وہ ظلم وستم کی چکی میں پیسا جاتا اور ان کی فریاد تک کہیں نہ سنائی دیتی۔ اس صورت حال نے دیہاتی علاقوں میں غنڈہ گردی کی حالت پیدا کر دی تھی جسے شاہ ولی اللہ نے محسوس کیا اور اس کو عوام کی بدحالی، مفلسی اور بربادی کا سب سے بڑا سبب قرار دیا۔ آپ نے جو خط حکماء اور بادشاہ وقت کے نام لکھے اسمیں اس مسئلہ (مزدوروں پر ظلم) کو اولین ترجیح دی۔ شاہ صاحب نے ان زمینداروں کو "بدمعاش" جیسے نام سے پکارنے سے گریز نہیں کیا اور ان کی گھٹیا حرکتوں کو حکومت کے خلاف دیدہ دلیری اور بے باکی قرار دیا۔

چنانچہ شاہ صاحب بادشاہ وقت کو ایک خط میں لکھتے ہیں: اصل اصول جس پر حکومت کی بہتری اور ملت بیضا کی رونق موقوف ہے یہ ہے کہ خدائے تعالی اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کی خوشنودی کے لئے یہ بات لازم کر لیں کہ جب فتحیابی نصیب ہو اور مخالف شکست یافتہ ہو تو سب سے پہلی چیز جس کے اجراء کا مضبوط ارادہ کریں، جاٹوں کے علاقے اور ان کے قلعوں کے فتح کرنے کی جدوجہد ہو۔ اس کام میں دینی ودنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ منجملہ ان ضروری کاموں کے "بدمعاشوں کی" سرزنش کرنا بھی ہے، تاکہ کوئی زمیندار اس قسم کی شوخی اور بے

(1) سنن ابی داؤد: ح:4521، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے صحیح وضعیف سنن أبي داؤد 10 / 19۔

باکی کا خیال بھی نہ لائے۔[1]

## منافع میں شرکت

اسلام اس چیز پر بھی زور دیتا ہے کہ آجر اپنے منافع سے صرف خود فائدہ نہ اٹھاتا رہے بلکہ اس نفع میں اجیر کو بھی شریک کرے اور منفعت کی کچھ مقدار دیدے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**((أعطوا العامل من عمله فإن عامل الله لا يخيب))**[2]

(مزدور کو اس کے کام میں سے بھی حصہ دو کیوں کہ اللہ کے عامل (مزدور) کو نامراد نہیں لوٹایا جاسکتا۔)

ایک اور روایت میں ہے:

**((إِذَا صَنَعَ لأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامًا ثُمَّ جَائَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ لِيَأْكُلَ، فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أَكْلَةً أَوْ أَكْلَتَيْنِ))**[3]

(جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کر کے لے آئے اس حال میں کہ اس نے تمہارے لئے گرمی اور دھویں کو برداشت کیا تھا تو مالک کو چاہئے کہ اسے بھی اپنے ساتھ بٹھالے اور اسے بھی کھانا کھلائے، اور اگر کھانے پر زیادہ آدمی ہوں تب بھی اسے ایک یا دو لقمے ضرور دے دے۔)

اب آجر اجیر کو نفع میں شریک کیسے کر سکتا ہے؟ اگرچہ فقہائے کرام کی اس بارے میں تصریحات نہیں ملتیں لیکن ممکنہ طور پر اس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ آجر اور اجیر کے درمیان باقاعدہ معاہدہ ہو اور یہ طے پاجائے کہ آجر تنخواہ کے علاوہ نفع میں سے مثلاً تین فیصد اجیر کو ادا کرے گا تو اس صورت میں تنخواہ کے علاوہ نفع میں سے رقم بھی اجرت کا ہی ایک حصہ سمجھا جائے گا۔ مستاجر کے ادا کرنے کی صورت میں اجیر کو اس رقم کا مطالبہ کا حق بھی حاصل ہو گا اور عدم ادائیگی کی صورت میں اجیر کو عدالتی چارہ جوئی کا حق ہو گا، یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مزدور کام پر لیتا ہے اور یومیہ مزدور متعین کر دیتا ہے اور یہ بھی طے پاجاتا ہے کہ وہ مستاجر کھانا بھی دے گا تو اس صورت میں مزدوری کیساتھ مستاجر کھانا بھی کھلائے گا مگر یہ لازی نہیں کہ اجیر کو اچھا

---

(1) دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغة، مکتبہ سلفیہ لاہور، 1975ء 2/263۔

(2) بخاری، محمد بن اسمعیل، الأدب المفرد، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دارالبشائرالإسلامية، طبع ثالث، 1989، حدیث نمبر، 191، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحيح الأدب المفرد للإمام البخاري 1/91۔

3) سلیمان بن اشعث، سنن أبي داؤد، رقم الحدیث: 3846) 3/365۔ علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحیح وضعیف سنن ابی داود، 8/346۔

کھانا ہی کھلائے بلکہ وہی کھلا دینا کافی ہو گا جو عام حالات کے مطابق گھر میں پکتا ہے، ہاں مستاجر کی صواب دید پر ہے کہ اگر وہ مزدور کے لئے اچھا کھانا بنوا تا ہے تو اخروی اجر کا مستحق ہو گا۔

اسی طرح حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سرمایہ داروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنے مزدوروں، ملازموں اور ماتحتوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھیں، ان کو وہی شفقت و محبت دیں جو اپنی اولاد کو دیتے ہیں اور ان کی عزت و تکریم کا خاص خیال رکھیں، جو خود کھائیں وہی انہیں کھلائیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ((فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ))[1]
(پس ان کو کھلاؤ اس میں سے جو خود کھاؤ)

## اجیر کے اخلاقی حقوق

سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے نظام میں آجر اور اجیر کے درمیان طلب و رسد کا محض رسمی تعلق ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی یا بے غرض ہمدردی کا اس میں کوئی خانہ نہیں ہوتا، آجر صرف اس حد تک اجیر کی انسانیت کا احترام کرتا ہے جہاں تک وہ اپنے کاروبار کے لئے اس کے ہاتھوں مجبور ہے۔ جہاں یہ مجبوری ختم ہو جاتی ہے وہاں وہ اس پر اپنا شکنجہ کسنے میں دیر نہیں کرتا۔ دوسری طرف ہم اگر اجیر کو دیکھیں تو بسا اوقات کام چوری، وقت چوری، بدعہدی، سازشوں اور ہڑتالوں سے کام لیتا ہے، انتقاما آجر فیکٹری کی تالہ بندی سے کام لیتا ہے جس کا خمیازہ عام آدمی قیمت کی گرانی کی صورت میں بھگتتا ہے۔ لہذا سرمایہ دار اور مزدور میں ایک دائمی کشمکش جاری رہتی ہے اور دونوں کے درمیان کوئی حوصلہ افزا رشتہ قائم نہیں ہو پاتا اور دونوں فریقین اطمینان و سکون سے عملا محروم رہتے ہیں۔ دین اسلام نے آجر اور اجیر کے درمیان برادرانہ رشتہ قائم کر کے ایسی ہدایات دی ہیں کہ ان پر عمل کرنے کی صورت میں ان کا باہمی رشتہ ایک خشک رسمی اور خود غرضانہ تعلق کی صورت میں نہیں رہتا بلکہ مساویانہ اور برادرانہ رشتہ بن کر عبادت کا سا تقدس حاصل کر لیتا ہے۔

اجیر کے ان حقوق کا تذکرہ ہو چکا ہے جن کو پورا کرنا آجر کی شرعی ذمہ داری ہے اب ذیل میں ان حقوق کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا پورا کرنا آجر کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

### حفظان صحت کا انتظام

آجر کے ذمہ لازم ہے کہ ایسی چیزوں کا اہتمام کرے کہ اجیر کی صحت کو کوئی ضرر یا نقصان لاحق نہ ہو۔ بعض اداروں یا کمپنیوں میں ایسے امور سر انجام دینے پڑتے ہیں جن سے اجیر کی صحت کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو، ایسی صورت میں حفظان صحت کا انتظام کرنا آجر کی ذمہ داری ہے۔ آجر کو چاہئے کہ فیکٹری میں ایسے آلات اور ضروری سازوسامان اور اشیاء کا انتظام کرے جو ایمر جنسی کے وقت کام آسکیں اور مزدوروں کی جان اور صحت کی حفاظت میں

---

([1]) صحیح بخاری، كتاب بدء الوحي، باب رؤيا اهل السجون والفساد والشرك، رقم الحديث: 6991

کام آئیں۔ ہم آئے روز مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ مزدورو ملازمین فیکٹریوں میں اس لئے زندہ جل جاتے ہیں کہ ایمرجنسی کے وقت سہولیات دستیاب نہیں ہوتیں، اس کی مثال سانحہ بلدیہ ٹاؤن کراچی کے واقعہ سے ہم لگا سکتے ہیں جس میں 250 مزدور زندہ جل کر کوئلہ بن گئے تھے۔

## نقصان ہونے کی صورت میں جرمانہ کا حکم

دوران کام مزدور یا ملازم سے مشینری کا کوئی پرزہ ٹوٹ جاتا ہے یا کوئی سامان جل جاتا ہے یا مزدور کی طرف سے کسی قسم کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے، تو کیا سرمایہ دار یا مالک اپنے اس نقصان کے تاوان یا جرمانہ کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

تو اس کا جواب دینے سے پہلے جاننا چاہئے کہ جو چیز صاحب العمل نے عامل کو دی ہے وہ بطور امانت تھی یا نہیں؟ فقہ مالکی میں ہے کہ اگر اجیر خاص کام کرنے والا ہو اگر اس کے ہاتھ سے نقصان ہوتا ہے تو اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہو گا کیونکہ وہ چیز اس کے ہاتھ میں بطور امانت تھی۔[1]

فقہاء شافعیہ میں سے وہ جنہوں نے اجیر خاص کو مشترک کی طرح تصور کیا ان کے نزدیک اگر اجیر کے ہاتھ سے کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے تو وہ ضامن ہو گا کیونکہ لوگوں کے احوال کی حفاظت اسی میں مضمر ہے ورنہ اجیر لاپرواہ ہو کر لوگوں کی چیزیں ضائع کرتا رہے گا۔[2]

دو صورتیں ایسی ہیں جس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب مزدور کے تجاوز و تعدی کی وجہ سے شرعا یا عرفا نقصان ہوتا ہے تو اس صورت میں اجیر خاص ضامن ہو گا ورنہ نہیں۔[3]

## اجیر خاص اور اجیر مشترک کی ضمان کا حکم

اجیر خاص کے ہاتھ سے اگر کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو اس پر بالاجماع کوئی زر تلافی نہیں ہے۔ اور اجیر مشترک کا حکم یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے کوئی چیز ہلاک ہو جاتی ہے بغیر اس کی کسی زیادتی اور ارادہ کے، تو امام ابو حنیفہ، امام زفر اور حسن شیبانی کے نزدیک کوئی ضمان نہیں ہو گا چاہے وہ چیز کسی ایسی وجہ سے ختم ہوئی ہو جس سے بچنا ممکن تھا جیسے چوری، ڈاکہ وغیرہ یا کسی ایسی وجہ سے ضائع ہوئی ہو کہ اس کو بچانا ممکن نہ تھا جیسے آگ لگ جانا وغیرہ۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں: اگر وہ چیز ایسے سبب کی وجہ سے ہلاک ہوئی جس سے بظاہر بچنا ممکن تھا تو وہ ضامن ہو گا، المحیط البرہانی میں ہے: **"ومن حكم الأجير المشترك أن ماهلك في يده من**

---

([1]) القرافی، الذخیرہ، احمد بن ادریس، تحقیق: مجموعة من المحققين، (دار الغرب الاسلامی، 1994ء، طبع اول)، 505/5

([2]) شیرازی، ابراہیم بن علی، المهذب في فقه الإمام الشافعي، تحقیق: شیخ عادل عبد الموجود، (بیروت: دار المعرفة، بیروت، طبع اول)، 431/1۔

([3]) مرغینانی، علی بن ابی بکر، الهدایہ، تحقیق: محمد ناصر، حافظ عاشور حافظ، (قاہرہ: دار السلام، 2000ء، طبع اول) 1289/3۔

**غير صنعة، فلا ضمان عليه في قول أبي حنيفة رحمه الله، وهوقول زفر والحسن رحمهما الله، وأنه قياس سواء هلك بأمر يمكن التحرزعنه كالسرقة والغصب، أوبأمر لايمكن التحرز عنه كالحريق الغالب"**[1]

(اجیر مشترک کا حکم یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے اگر کوئی چیز غیر ارادی طور پر ضائع ہو جاتی ہے توامام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگی۔امام زفر اور حسن کا بھی یہی قول ہے چاہے وہ کسی ایسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہو جس سے بچنا ممکن ہو جیسے چوری اور غصب وغیرہ۔یا کسی ایسی وجہ سے چیز ضائع ہوئی ہو جس سے بچنا نا ممکن ہو جیسے آگ کی وجہ سے جل جانا۔)

### احناف کا مؤقف

اگر ایک شخص کسی کو اجرت پر لیتا ہے اور شرط لگاتا ہے کہ وہ خود ہی کام کرے گا لیکن وہ کسی اور کے سپرد کر دیتا ہے تو نقصان کی صورت میں وہ ذمہ دار ہوگا۔المحیط البرہانی میں ہے:"**ومن استؤجر على عمل، فله أن يعمل بنفسه وأجرائه، إلا إذا شرط عليه العمل بنفسه، فعلى ما ذكر القدوري إذا كان الآخر أجير الاول، إنما لايضمن الأول بالدفع إليه إذا لم يشرط علي الأول عمله بنفسه، أما إذا شرط عليه العمل بنفسه، يضمن بالدفع إلى الآخر، وإن كان الآخر اجيرا للأول"**[2]

(اور جس شخص کو اجارہ پر کام کرنے کے لئے لیا گیا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ خود کام کرے یا کسی اور سے کرائے۔مگر جب اس نے شرط رکھی ہو کہ وہ بذات خود کام کرے گا۔جس طرح کہ قدوری نے ذکر کیا ہے کہ جب دوسرا شخص (جس کو چیز سپرد کی ہے) بھی پہلے کا اجیر ہی ہو تو ایسی صورت میں پہلا شخص دوسرے شخص کو کام سپرد کرنے کے بعد ضائع ہونے کی صورت میں ضامن نہیں ہوگا جب آجر نے پہلے شخص پر بذات خود کام کرنے کی شرط نہ رکھی ہو۔اور جب شرط رکھی ہو کہ وہ بذات خود کام کرے گا تو ایسی صورت میں جب وہ دوسرے کو کام سپرد کرے گا اور چیز ضائع ہو جاتی ہے تو تب وہ ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا شخص بھی اس کا اجیر ہی کیوں نہ ہو۔)

### مالکیہ کا مؤقف

مالکیہ کا مؤقف یہ ہے کہ اجیر خاص بطور امین کے ہوگا کیونکہ آجر کی چیز اس کے ہاتھ میں بطور امانت کے ہوگی اب اگر اس چیز کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہوگا۔[3]

---

([1]) برہان الدین، المحيط البرهاني،12/39۔

([2]) ایضا،12/48۔

([3]) احمد بن ادریس، الذخیرہ، تحقیق: مجموعۃ من المحققین،5/505۔

## شوافع کا مؤقف

بعض شوافع جنہوں نے اجیر خاص کو مشترک کی طرح جانا ہے کا مؤقف یہ ہے کہ اگر اس کے ہاتھوں رب المال کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ ضامن ہو گا تا کہ لوگوں کے اموال حفاظت میں رہیں (یہ نہ ہو کہ اجیر کی لاپرواہی سے لوگوں کو نقصان پہنچتا رہے)۔[1]

## احناف کا ضمان کے متعلق حکم

اجیر خاص کے ہاتھ سے گھر یا کارخانہ کی کسی چیز کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کو تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ اجیر مشترک کا حکم مختلف ہے کیونکہ بعض صورتوں میں نقصان کرنے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں نہیں۔ مثلاً گھر کے ملازم سے گھڑا، گلاس یا کوئی ایسا برتن ٹوٹ جاتا ہے جس کے استعمال کی اسے اجازت تھی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہو گا۔ لیکن اگر وہ کسی ایسی چیز کا نقصان کرتا ہے جو اس کے چارج میں نہیں ہے یا جان بوجھ کر کوئی نقصان کرتا ہے تو تب وہ ضامن ہو گا۔ اسی طرح اگر مل یا کسی کارخانہ کے مزدور سے اچانک کوئی ایسی مشین ٹوٹ جاتی ہے جس کو وہ چلا رہا تھا، یا غلطی سے کسی ایسی چیز کا نقصان ہو جاتا ہے جو اس کے چارج میں ہے تو اس پر اس کی ذمہ داری نہیں ہو گی۔ اگر جان بوجھ کر خراب کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار ہو گا۔ جیسے دھوبی سے کپڑا جل جائے، پھٹ جائے بشرطیکہ وہ بالکل کمزور نہ ہو یا درزی کپڑا چھوٹا کر دے یا سنار طلب کے خلاف کوئی زیور بنا دے، تو ان صورتوں میں ان سے تاوان لیا جائے گا۔ اور اگر وہ چیز بالکل ہی ضائع یا خراب ہو جائے، مگر اس کے عمل میں ان کو کوئی دخل نہ ہو تو امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ ان سے تاوان نہ لیا جائے۔ مگر امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے ہے کہ تاوان لیا جائے گا۔ اس لئے کہ ان کے اوپر یہ ذمہ داری تھی کہ وہ ان اموال کی حفاظت کریں جن کو انہوں نے اپنے ذمہ اور قبضہ میں لیا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ چیز جو تلف ہوئی ہے اجیر کے ہاتھ میں امانت تھی اور امانت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ ضائع ہو جائے تو اس کا تاوان اس پر نہیں ہے۔[2]

---

([1]) شیرازی، ابراہیم بن علی، المهذب في فقه الإمام الشافعي، تحقیق: الشیخ عادل عبد الموجود، (بیروت: دار المعرفہ، طبع اول) ص: 431۔

([2]) ندوی، مولانا مجیب اللہ، **اسلامی قانونِ محنت واجرت**، ص: 215۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معمول تھا۔ حضرت عمر کے بارے میں آتا ہے "كان يضمن أجير المشترك لأموال الناس"[1]

(احتیاطاً وہ لوگوں کے مال کی حفاظت کے خیال سے اجیر مشترک سے تاوان لیتے تھے۔)

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ قیاساً تو یہی بات درست ہے کہ ان سے ضمان نہیں لیا جائے گا۔ مگر صاحبین نے استحساناً ضمان عائد کر دی ہے اور ان کا مقصد یہ ہے کہ "لصيانة أموال الناس" تاکہ لوگوں کی چیزیں اور اموال ضائع نہ ہونے پائیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان سے اس لئے تاوان لینا چاہئے کہ ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو اور وہ اپنے فائدہ کے لالچ میں دوسروں کا نقصان نہ کریں۔ کیونکہ وہ لوگوں کا سامان زیادہ اجرت کی حرص کی وجہ سے لیتے چلے جاتے ہیں حالانکہ اس کی حفاظت ان کے بس سے باہر ہو جاتی ہے تو تاوان کی وجہ سے وہ اتنا ہی سامان لیں گے جتنے سامان کی وہ حفاظت کر سکیں گے۔

اگر یہ نقصان اس کی غفلت سے نہ ہوا ہو بلکہ قدرتی طور پر ہوا ہو جیسے دھوبی یا درزی کے گھر میں آگ لگ گئی، کپڑا جل گیا ہو تب وہ ضامن نہیں ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آگ اس کی یا اس کے گھر والوں کی وجہ سے نہ لگی ہو، مثلاً چولہے میں آگ رہ گئی، سگریٹ پی رہا تھا اس کا ٹکڑا رہ گیا پھینک دیا اور آگ لگ گئی تو ان صورتوں میں اس پر تاوان ہوگا۔ اسی طرح بلٹی کر کے سامان بھیجا جاتا ہے ٹرک، ہوائی جہاز، سمندری جہاز یا ریل سے کوئی سامان بھیجا اور اس میں آگ لگ گئی تو اس میں بھی یہی بات دیکھی جائے گی کہ اگر عملہ کی غلطی یا ان کے انتظام کی طرف سے کوئی کمی رہ گئی تھی تو جہاز کی کمپنی یا ریل کے محکمہ پر اس کی ذمہ داری عائد ہوگی اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔[2]

## آجر و اجیر کے حقوق سے متعلق شبہ کا ازالہ

یہاں کسی کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آجر اور اجیر کو ایک دوسرے کی خیر خواہی کی یہ اسلامی ہدایات زیادہ سے زیادہ ایک ضابطہ اخلاق کی حیثیت رکھتی ہیں جو خالص معاشی اور قانونی نقطہ نظر سے اپنا کوئی اثر نہیں رکھتیں۔ یہ اعتراض اسلام کے مزاج کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہوگا۔ یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اسلام محض ایک معاشی نظام ہی نہیں ہے بلکہ وہ زندگی کا ایک مکمل دستور العمل ہے، جس میں زندگی کے تمام شعبے باہم مربوط رہ کر ساتھ چلتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک شعبہ کو دوسرے تمام شعبوں سے کاٹ کر سمجھنے کی کوشش لازماً غلط فہمیاں پیدا کرے گی۔ اگر ذرا وسیع نظر سے دیکھا جائے تو اس کی اخلاقی ہدایات بھی در حقیقت قانونی احکام ہیں اس لئے کہ ان پر بالآخر آخرت کی جزاء

---

([1]) الکاسانی، بدائع الصنائع، 5/210۔

([2]) ندوی، مولانا مجیب اللہ، **اسلامی قانون محنت واجرت**، ص: 216، 217۔

وسزا مرتب ہوتی ہے جس کو ایک مسلمان کی زندگی میں بنیادی اہمیت حاصل ہے بلکہ اصطلاحی قوانین کی پشت پناہی بھی کی ہے۔ قرآن کریم کے اسلوب پر اگر آپ غور فرمائیں تو نظر آئے گا کہ اس کے ہر قانونی اوراخلاقی حکم کے ساتھ "خوف خدا" اور "فکر آخرت" کے مضامین لگے ہوئے ہیں۔ اس میں اصل راز یہی ہے کہ درحقیقت قانون کی پابندی محض انسانی ڈنڈے کے زور سے کبھی نہیں کرائی جاسکتی۔[1]

اس لئے یہ سمجھنا کہ "اجیر" اور "آجر" کے تعلقات محض قانونی جکڑبندیوں سے درست ہو سکیں گے یہ خود فریبی ہے لہذا قرآن وسنت کی اخلاقی ہدایات کو اپنایا جائے جنہوں نے آجر اوراجیر دونوں کو پورے پورے حقوق دیے ہیں۔ اس لئے قرون اولی کی تاریخ آجر کے جبر وتشدد اوراجیر کی ہڑتالوں سے تقریباخالی نظر آتی ہے جس نے کچھ عرصہ سے پوری دنیا کو تہ وبالا کیاہوا ہے اور ہڑتالوں کی وجہ سے لوگوں کا جینا محال کر دیا ہے۔

## اجیر کے فرائض

### مالک اورادارے کے حقوق کی ادائیگی

اگر شریعت اسلامیہ نے مزدوراور ملازم کے حقوق رکھے ہیں تو وہیں شریعت نے مزدوراور ملازم پر مستاجر کے حقوق بھی رکھے ہیں۔ چنانچہ مزدورو ملازم کو حکم دیا گیا کہ اپنا وقت صرف خانہ پوری میں صرف نہ کریں بلکہ مالک کی خیر خواہی اوراسے فائدہ اور منافع پہنچانے کی لگن کے ساتھ اپنا کام سرانجام دیناچاہیئے ۔یہ نہیں کہ صرف دکھلاوے کی خاطر کام کرے بلکہ اس کام میں جسم کے ساتھ اس کا دل بھی شامل ہوناچاہیئے۔اورانہیں اس خیر خواہی اور حسن عمل پر آنحضرت ﷺ نے یہ قابل رشک بشارت دی ہے: **((العبد إذا نصح سيده أحسن عبادة ربه كان له أجره مرتين))**[2]

(غلام جب اپنے مالک کی خیر خواہی کرے تو اس کو (ہر عمل) کا ثواب دوسروں کے مقابلہ میں دوہرا ملے گا۔)

مطلب یہ کہ آجر ہو یااجیر، حاکم ہویامحکوم، اسلامی تعلیمات کی رو سے ان کے درمیان صرف خشک اور خود غرضانہ تعلق کافی نہیں، بلکہ ان کے ایمان کا تقاضاہے کہ ہر ایک سچے دل سے دوسروں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا سلوک کرے۔ آجراور اجیر میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھے۔ اسی طرح ملازم کے لئے لازم ہے کہ وہ مالک کے حقوق کالحاظ رکھے اوراس کے کام کو اپنا کام سمجھے اور جو فائدہ وہ اس کو پہنچا سکتا ہے وہ ضرور پہنچائے۔ اسلامی تعلیمات کو بحیثیت مسلم اگر ہم دیکھیں تو اسلام نے تو ایک عام آدمی جس کا دوسرے سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں، اس کے لئے بھی یہ ہدایت دی ہے کہ تم جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسرے کے لئے پسند کرو

---

([1]) عثمانی، محمد رفیع، **اسلامی معیشت اور صنعتی تعلقات**، ص: 171۔

([2]) بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث: 2546۔

چنانچہ ارشاد نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے:

((لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[1]

(تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی اس (بھلائی) کو پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ہر مسلمان کے لئے ہے خواہ اس کا آپس میں کوئی خاص تعلق ہو یا نہ ہو۔ اور مالک و مزدور کو اس نقطہ نظر سے ہم دیکھیں تو ان کا آپس میں ایک انتہائی مضبوط اور مستحکم تعلق نظر آتا ہے۔ ان کے لئے یہ حکم تو اور زیادہ اہمیت کا حامل ہے جب کام کرے تو اس کو سوچنا چاہیئے کہ اگر یہ میرا اپنا گھر ہوتا یا اپنی مل یا فیکٹری ہوتی تو کیا پھر بھی میں یہ کام اس طرح انجام دیتا؟ یا میرا انداز اس کے برعکس کوئی اور ہوتا۔ کیونکہ اس کا مزدور بننا تو قسمت کی وجہ سے ہوا۔ اور یہ نظام قدرت ہے کہ ایک مالک ہے اور دوسرا مزدور۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے انسانوں کے درمیان فرق مراتب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ ٣٢﴾[2]

(اور ہم نے انہیں میں سے ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔)

خالق کائنات نے اس دنیا کا نظام ہی ایسا ترتیب دیا ہے کہ ایک شخص متبوع ہوتا ہے تو دوسرا اس کے تابع ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر مالدار ہوتا ہے تو دوسرا فقیر، ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں صرف صاحب ثروت ہوتے تو ان کی خدمت کون کرتا؟ اور اگر دنیا میں صرف غریب ہوتے تو ان کی معاشی ضروریات کیسے پوری ہوتیں؟ پہلا طبقہ مالکان کا اور دوسرا مزدور یا ملازم پیشہ طبقہ کہلاتا ہے۔ لہذا جانبین (مالک و مزدور) کو اپنے اپنے حقوق و فرائض کا خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ تعلق جتنا خوشگوار ہو گا اتنا ہی فریقین کی حاجات کی تکمیل ہو گی۔

## مطلوبہ کام کو سرانجام دینا

مزدور پر لازم ہے کہ جو کام آجر کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے وہ اسے ٹھیک طریقے سے سرانجام دے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ذکر کیا گیا ہے جب انہوں نے عزیز مصر سے اپنی پاکدامنی اور صلاحیت کا ذکر کرتے ہوئے جو کہا قرآن پاک میں اس طرح بیان ہوا ہے: ﴿قَالَ ٱجْعَلْنِى عَلَىٰ خَزَآئِنِ ٱلْأَرْضِ ۖ إِنِّى حَفِيظٌ عَلِيمٌ ٥٥﴾[3]

(1) بخاری، محمد بن اسماعیل: صحيح بخاري، رقم الحدیث: 13

(2) الزخرف: 32/43

(3) یوسف: 55/12

(کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیں بیشک میں حفاظت کرنے والا علم رکھنے والا ہوں)

اس آیت سے استدلال اس طرح کر سکتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ کام کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ پہلے تو وہ کام کرنا جانتا ہو اور اپنے کام کی باریکیوں اور نوعیت کو جانتا ہو تا کہ اسے ذمہ داری لینے کے بعد کوئی مشکل درپیش نہ ہو اور اچھے طریقے سے کام کر سکے۔ قرآن وحدیث میں بھی یہی حکم ملتا ہے کہ جب آپ کوئی کام کریں تو احسن طریقے سے سرانجام دیں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝٣٠﴾[1]

(بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تحقیق ہم ضائع نہیں کریں گے ثواب اس کا جس نے نیک عمل کیا)

جب کام میں پختگی ہوگی تو آجر کی خوشی کے ساتھ ایک اور انعام اللہ تعالی کی محبت کی شکل میں بھی ملے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب عزیز مصر نے اپنا مشیر خاص بنانے کا فیصلہ کیا تو آپ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں چونکہ زمین سے متعلقہ معاملات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور اس میں مہارت رکھتا ہوں اس لئے مجھے اسی کام پر ہی مامور کیا جائے۔

حدیث نبوی ہے: ((إِنَّ اللهَ يُحِبُّ مَنْ أَحَدُكُمْ إِذَا عَمِلَ عَمَلا أَنْ يُتْقِنَه))[2]۔

(بیشک اللہ تعالی تم میں سے اس شخص کو پسند کرتا ہے جو پختگی کے ساتھ عمل کرے)

اور یہ بات بھی لازمی ہے کہ وہ مقرر کردہ وقت میں کام کرنے میں سستی نہ کرے ورنہ یہ آجر کے ساتھ دھوکہ ہوگا اور کام میں خیانت ہوگی حدیث شریف میں ہے: ((من غشّ فليس منّا))[3]

(جس نے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے)

اسی طرح کام کی نوعیت کے متعلق بھی اجیر جوابدہ ہوگا جیسے حدیث شریف میں ہے:

((عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ : كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهْوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ–

---

([1]) الکهف:30/18

([2]) بیہقی، احمد بن الحسین، شعب الإيمان، تحقیق: محمد السعید بن بسیونی زغلول، 4/335۔

علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ حدیث نمبر 4929، سلسلة الأحاديث الصحيحة، محمد ناصر الدین البانی، (ریاض: مکتبة المعارف، 1995ء) 3/106۔

([3]) مسلم بن حجاج، صحيح مسلم، رقم الحدیث: 45

قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ – وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))[1]

(عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔)

اس حدیث سے استدلال اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح آدمی کو اولاد کی تربیت کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اپنی اولاد کی تربیت کے متعلق جواب دہ ہے، اسی طرح کام کرنے والا بھی اپنے کام کے متعلق مسؤل عنہ ہے کہ اس نے کتنا دلجمعی کے ساتھ کام کیا ہے۔ کیونکہ دین اسلام میں کوئی بھی کام کرنا ہو احسن طریقے سے سرانجام دینے کی تلقین کی گئی ہے، چاہے وہ ذبح کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے حدیث میں آتا ہے:((إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ))[2]

(اللہ تعالی نے ہر چیز کے بارے میں احسان کا حکم دیا ہے، لہذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، نیز تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔)

لہذا مزدور کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے متعلقہ کام کو مکمل ایمانداری اور لگن سے کرے۔ ذمہ داری کو ادا کرنے میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہ کرے اگر وہ جان بوجھ کر ذمہ داری کی ادائیگی میں سستی و کوتاہی کرے گا تو خائن شمار ہو گا، اور یہ شرعاً ناجائز ہے۔ حدیث شریف ایسے شخص کو منافق کہا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((آية المنافق ثلاث إذا حدَّث كذب، وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان))[3]

(منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بولے تو جھوٹ، وعدہ کرے تو خلاف ورزی، اور امانت رکھی جائے تو خیانت

---

([1]) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاري، رقم الحدیث:893

([2]) صحیح مسلم، باب الأمر بإحسان الذبح، رقم الحدیث:5167

([3]) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، باب علامات المنافق، رقم الحدیث:33۔

کرے۔)

کام کرنے کے لئے عمدہ طریقہ اور بہترین صلاحیت کو بروئے کار لائے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں کام چوری ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے اور یہ دنیاوی ناکامیوں کے ساتھ ساتھ اخروی تباہی کا سبب بھی ہے۔ اس پر سنجیدگی سے غور وفکر کرنے اور اپنی اصلاح کی ضرورت ہے کیونکہ اول تو کارخانے، فیکٹری اور کمپنی کے مالک کو نہ بھی پتہ چلے تو ٹھیک ہے، علیم وخبیر اللہ تعالی کی ذات ہے وہ تو ہر چیز کو جاننے والا ہے آج نہ ہی سہی کل قیامت کے دن تو حساب دینا پڑے گا۔ ایک اور حدیث میں مزدور وملازم کو خیر خواہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((خيرالكسب كسب يدي العامل إذا نصح))[1]

(کمانے والے کی بہترین کمائی وہ ہے جب وہ مالک سے خیر خواہی کا معاملہ کرے۔)

ہم اپنے معاشرے میں اس چیز کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اس مرض میں مبتلا ہونے والا شخص آگے نہیں بڑھ سکتا اور اپنے شعبے میں سیکھنے اور ترقی کرنے کے فوائد سے محروم رہتا ہے، ایک اور نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص مالک (فیکٹری، مل) کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

## دیانت داری سے کام کرنا

قانونِ محنت کا بنیادی ضابطہ دیانت داری ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق محنت کش طبقہ امانت ودیانت کو اپنا بنیادی وصف بنائے رکھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی زبانی ایک بہترین ملازم (مزدور) کے جو اوصاف گنوائے ہیں ان میں امانت ودیانت نمایاں وصف ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿قَالَتْ إِحْدَىٰهُمَا يَٰٓأَبَتِ ٱسْتَـْٔجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ ٱسْتَـْٔجَرْتَ ٱلْقَوِىُّ ٱلْأَمِينُ ﴿٢٦﴾﴾[2]

(ان بیٹیوں میں سے ایک نے کہا: اے اباجان اسے (موسی علیہ السلام) کو اپنے ہاں ملازم رکھ لیں۔ یقینا بہتر ملازم جسے آپ رکھنا چاہیں وہ ہے جو طاقتور ہو، امانت دار ہو۔)

ہم لوگوں نے عام طور پر جب مزدور یا ملازم رکھنا ہو تو اس چیز کو دیکھتے ہیں کہ وہ کتنا جسمانی طور پر طاقتور اور صحتمند ہے مگر قرآن مجید نے امانت داری کا وصف لگا کر یہ تعلیم دی ہے کہ اگر ملازم طاقتور ہو مگر دیانت دار نہ ہو تو بھی ممکن ہے کہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر مالک کے مال کو نقصان پہنچائے یا کوئی چیز لے کر بھاگ جائے۔ ہر مسلمان مزدور وملازم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں میں دیانتداری سے کام لے۔ اسی طرح مستاجر (اجرت

---

([1])مسندالإمام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 8676، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے صحيح الترغيب والترهيب 1/191۔

([2]) القصص:28/26

پر لینے والے کی طرف سے) جو کام اور وقت دیا گیا ہے وہ اس کے پاس امانت ہے اس کے اندر خیانت کے ارتکاب سے بچے۔ ہمارے معاشرے میں چاہے وہ ملازمین ہوں یا مزدور ہوں کسی نجی یا سرکاری ادارے میں کام کرتے ہوں یا کسی مل اور فیکٹری میں، ہر جگہ ایک ہی چیز نظر آتی ہے کہ کام چوری اور خیانت سے کام لیا جاتا ہے اور بدقسمتی سے اسے گناہ اور عیب بھی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ اس شخص کے لئے قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں جو پیسوں اور معاملات میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو اسی طرح اپنی ذمہ داریوں کے اندر غفلت برتنے والوں کے لئے بھی وہی وعیدیں ہیں۔ اسی طرح مالی امانت کو پورا کرنے والوں کے لئے قرآن وحدیث میں جو جو فضائل واجر وثواب وارد ہوئے ہیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والے اور اپنے کام کو صحیح طریقے سے انجام دینے والوں کے لئے بھی وہی فضائل ہیں۔

اسلام نے مزدورں اور ملازمین کو ہدایات دی ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی واحسن طریقے سے انجام دیں۔ اور ایک اچھے اور کامیاب مزدور وملازم کے لئے ضروری ہے کہ وہ امانت دار اور قول وقرار کا پاسدار ہو۔ سچائی اور راست گوئی تو ویسے بھی مؤمن کا زیور ہے اسے ہر وقت اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور بطور مزدور وملازم یہ ذمہ داری اور فریضہ مزید شدت کا متقاضی ہے کہ ادارتی کاموں میں ہمیشہ اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ ایک کام کے لئے ایمانداری سے جتنا وقت مطلوب ہو اور جتنے وقت میں کام کا ہونا با آسانی ممکن ہو اتنا ہی بتایا جائے ، مالک کے اعتماد کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے ورنہ بداعتمادی کی فضا پیدا ہو گی جس کی وجہ سے بہت ساری مشکلات اور مصیبتیں جنم لیتی ہیں۔ جبکہ سچائی اور راست گوئی مشکلات سے نجات دیتی ہے۔ اس سے اخروی فائدہ تو ہو گا ہی، دنیاوی فائدہ بھی ہو گا کہ رزق حلال کے علاوہ، نیک شہرت، عزت ووقار، مزدوری میں اضافہ اور مالک کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔[1]

اسی لئے ہر مزدور اور ملازم کو اپنے اوپر لادی گئی امانت کا خاص خیال رکھنا چاہئے جو چیزیں بھی اس کے تصرف میں ہیں جو ان کی نگرانی میں ہیں۔ وہ اس خیال میں رہے کہ امانت کا حق ادا ہو اور اس میں خیانت نہ ہو چاہے کارخانے، فیکٹری اور کمپنی کا مالک دیکھے یا نہ دیکھے، مالک الملک اور علیم وخبیر ذات باری تعالی تو دیکھ رہا ہے۔

## مالک کا ادب واحترام کرنا

شریعت اسلامیہ میں آجر واجیر کے حقوق وفرائض مقرر کیے گئے ہیں اور دونوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ برادرانہ تعلق کے ساتھ رہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام نے فرق مراتب کو ہی ختم کر دیا ہے بلکہ مراتب کا فرق بہر حال دونوں میں قائم رہے گا۔ اس کی وضاحت اس مثال سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ والدین اور اولاد کی معاشرتی سطح ایک ہی ہوتی ہے پھر والدین کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے

---

([1]) محمد طویل، العمال في رعاية الإسلام، (مصر: الجيزه: مكتبة الغد، طبع اول، 1998ء) ص: 17۔

کہ والدین اوراولاد ایک ہی سطح پر آ گئے ہیں، بلکہ دوسری طرف تواسلام نے اولاد کو اپنے والدین کے ادب واحترام اور ان کی خدمت اوران سے حسن سلوک کی انتہائی تاکید فرمائی۔ حدیث شریف میں ہے:

((ليس منا من لم يوقركبيرنا ويرحم صغيرنا))[1]

(جس شخص نے ہمارے بڑوں کی عزت نہ کی، یا جس نے ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کی توایسے لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔)

لہٰذا اگر آقاومالک کواپنے غلام یاملازم ومزدور سے حسن سلوک اور شفقت کرنے کا حکم ہے تودوسرے طبقہ پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے آقاومالک کی عزت وتوقیر کاخیال رکھے۔ مالک اگر مزدور کواپنا چھوٹابھائی سمجھتاہے تو مزدور بھی اپنے مالک کوبڑابھائی سمجھ کر اس سے اچھاسلوک کرے اوراس کی عزت وتکریم کرے۔ لیکن ساتھ ساتھ انہیں ذہن نشین رہناچاہئے کہ اسلامی درس اخوت نے انہیں بھائی بھائی کے بندھن میں باندھ دیاہے۔ یہاں وہ سرمایہ دار اور مزدور نہیں بلکہ بھائی بھائی ہیں۔ آقاوماتحت نہیں بلکہ ایک دوسرے کے معاون ومددگارہیں اوراقتصادی زندگی کی گاڑی کے دوپہیے ہیں جن کی وجہ سے ان کا سسٹم چل رہاہے۔ اجیر کی نسبت آجر کے اوپر ذمہ داری زیادہ بنتی ہے کہ پیارومحبت اور عزت وتکریم کامادہ ان میں زیادہ ہو۔ کیونکہ مزدور طبقہ پسماندہ اور غریب افراد پر مشتمل ہوتاہے۔ ان کوپیارومحبت کے دوبول سننے کی حسرت رہتی ہے۔ جب معاشرہ ان کی غربت کا مذاق اڑارہاہو اوراوپر سے مالک وآجر بھی ان پر سختی کرے گاتووہ ذہنی پریشانی اور کوفت کا شکار ہوگا۔ اورویسے بھی کسی سے بداخلاقی کرنا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قطعی طور پر صحیح نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ((لا يدخل الجنة سيء الملكة))[2]

(اپنے ماتحتوں سے بدخلقی کرنے والاجنت میں داخل نہ ہوگا۔)

مزدورں اور ملازمین سے غلطیاں بھی ہوجاتی ہیں،ان کی غلطیوں پر درگزر کرنابہت بڑی خوبی ہے نبی اکرم ﷺ نے ماتحتوں سے درگزر کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((جاء رجل إلى النبي ﷺ وقال: يارسول الله كم نعفوا عن الخدم؟ فسكت، ثم أعاد عليه

---

([1]) مسلم بن حجاج،صحيح مسلم، رقم الحدیث: 45،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة،ج 5 ص 126، رقم الحدیث:2108۔

([2]) سنن ترمذی، رقم الحدیث:1946، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس سند میں فرقد السبخی کے حافظے کے متعلق کلام کیاگیاہے صحيح وضعيف سنن الترمذي،4/446۔

**الكلام وصمت، فلما كانت الثالثة قال: إعفوا عنه كل يوم سبعين مرة))** [1]

(ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے ملازم کو کتنی بار معاف کر دیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے دوبارہ سوال کیا مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے دن میں ستر بار معاف کیا کرو۔)

اس ارشاد گرامی کی روشنی میں یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دل میں اس کمزور طبقہ کے لئے کس قدر محبت تھی کہ ان کی غلطی دن میں ستر بار معاف کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

## عامل کا بذات خود کام کرنا

جب کوئی صحیح عقد کے ساتھ اپنے اوپر کوئی چیز لازم کرلیتا ہے تو اس کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اور مزدور یا ملازم بھی ایک طرح کا مالک کے ساتھ عقد کرتے ہیں کہ وہ کام کے بدلے اتنا معاوضہ لیں گے۔ تو جب انہوں نے مالک کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا اب ان پر لازم ہے کہ وہ بذات خود اس معاہدہ کو پورا کریں۔ ہاں اگر اجیر مشترک ہو تو وہ کسی اور کو بھی مقررہ کام سپرد کر سکتا ہے کیونکہ وہ صرف کسی ایک کا کام نہیں کر رہا ہوتا بلکہ ایک وقت میں مختلف لوگوں کے کام اپنے ذمہ لیے ہوتے ہیں۔ لیکن اجیر مشترک بھی اس صورت میں بذات خود کام کرنے کا پابند ہو گا اگر آجر نے معاہدہ کرتے ہوئے اسے خود کام کرنے کا پابند بنایا ہو، "کشاف القناع" میں ہے:

**"وإذا تقبل الأجير عملا في ذمته بأجرة فلا بأس أن يقبله غيره بأقل منها أي من اجرته"** [2]

(اور جب اجیر کوئی کام کرنے کی ہامی بھر لیتا ہے تو اب کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے علاوہ کسی اور کو کم اجرت پر وہ کام کرنے کے لئے دے دے۔)

اگر آجر نے اجیر کے لئے شرط رکھی کہ وہ خود کام کرے گا تو اب عامل کے لئے غیر سے کام کرانا جائز نہیں۔ مثلاً کسی کے گھر کی مرمت کرنی ہے اور صاحب عمل نے عامل کو کام کرنے اجرت پر لیا اب اگر عامل کسی اور کو اپنا نائب بنا لیتا ہے تا کہ وہ اس کی جگہ پر کام کرے تو جو اجرت مقرر ہوئی تھی وہ اس کا مستحق قرار نہیں پائے گا۔ لیکن بعض احناف کے نزدیک وہ کسی اور سے کام کرا سکتا ہے جب دوسرا شخص اس سے بہتر کام کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ [3]

---

([1]) ابو داود سلیمان بن الاشعث سجستانی، سنن أبي داؤد، تحقیق: شعیب الارنووط (بیروت: دارالرسالة العالمیة، طبع اول، 2009ء، حدیث نمبر 5164، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحیح وضعیف سنن أبي داؤد، 2/1۔

([2]) بہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع عن متن الإقناع (بیروت: دارالفکر، 1982ء) 566/3۔

([3]) عصام أنور سلیم، قانون العمل (إسکندریہ: منشأة المعارف، طبع ثانی، 2002ء) ص: 497۔

## کام کے دوران کام سے غائب ہو جانے کی ممانعت

ہمارے معاشرے میں یہ برائی عام نظر آتی ہے کہ اجیر کام کرنے کے دوران سستی سے کام لے گا یا کسی بہانہ سے کام کے دوران غیر ضروری طور پر غائب ہو جائے گا یا کام میں غیر ضروری تاخیر کرے گا اور یہ ایسا عمل ہے جس سے آجر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور حدیث میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے کہ آپ کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:((لا ضرروَلا ضِرَارَ))[1]

(کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے کے طور پر نقصان پہنچانا)

مگر ایسے ضروری کام جن کو کام کے دوران کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں جیسے نماز پڑھنا اور کھانے پینے یا چائے کے لئے وقفہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مغنی میں ہے: "**وليس له محادثة في كل الأعمال التي تخل بشغل السروالقلب كالقصارة (صبغ الثياب) والنساجة وغيرها**"[2]

(اسی طرح تمام اعمال جو فرحت وسکون حاصل کرنے کے لئے ہوں جیسے کپڑوں کو سینا اور رنگنا وغیرہ کے لئے آرام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے)

بعض احناف کے نزدیک ان کی اتنی اجرت کاٹ لی جائے گی جتنا وہ کام کے دوران وقفہ لے گا۔[3]

مالکیہ کے نزدیک یہ آجر پر منحصر ہے چاہے تو اسے اجرت دے اور چاہے تو اس شخص کو اجرت دے جس نے اس کے غیب ہونے کے دوران کام کیا اور اتنی مقدار میں اجیر کی تنخواہ سے پیسے کاٹ لے۔[4]

حنابلہ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر عامل کے کام کے دوران غیب ہو جانے سے مستاجر کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ اجیر سے لینے کا مجاز ہو گا۔[5]

یہ واضح رہے کہ عامل کا عمل کے دوران غائب ہو جانا اگر نماز کے لئے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ نماز ہر مسلمان پر ایک لازمی فریضہ ہے۔ یہ ایک ایسا شرعی حکم ہے جس کو مزدوری و ملازمت کے دوران بھی

---

([1]) سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: 2340، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔صحيح وضعيف سنن ابن ماجة ج5، ص340۔

([2]) **ابن قدامہ،** احمد بن محمد المغنی، (بیروت: دار الکتاب العربی، 1972ء) 6/37۔

([3]) ابن عابدین، ردالمحتارعلى الدرالمختار، 8/96۔

([4]) احمد بن غنیم بن سالم، الفواكه الدواني على رسالة ابن ابي زيد القيرواني (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1997ء) 2/185۔

([5]) المرادوی، علی بن سلیمان، الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف علي مذهب الإمام أحمدبن حنبل، تحقیق: محمد حامد (بیروت: داراحیاء التراث العربی، طبع اول) 6/70۔

ادا کرنے کے آپ پابند ہیں۔ لیکن بعض دفعہ نماز کو چوری کا بہانہ بنایا جاتا ہے وہ اس طرح کہ نماز بھی نہیں پڑھیں گے اور نماز کے نام پر وقفہ بھی لازمی کریں گے۔ یہ چیز سراسر بدعنوانی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض مزدور و ملازم اتنی لمبی نماز پڑھیں گے کہ اس میں غیر ضروری طور پر زائد وقت صرف ہو جائے گا اور یہ عمل یقینا مالکان کے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے۔ اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ مزدوری و ملازمت کے اوقات میں صرف فرائض و سنن ادا کرے نوافل یا بلاوجہ تاخیر درست نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ فقہاء کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اجیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مزدوری کے اوقات میں سے فرائض وواجبات اور سنن مؤکدہ ادا کرے۔ اوراس کے بدلہ میں موجر کے لئے اجیر کی اجرت کم کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ چیزیں مزدوری کے اوقات میں سے خود بخود مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ بلکہ اگر اجیر نمازوں کے اوقات میں نماز نہ پڑھے تو گنہگار ہوگا۔ فرائض وواجبات اور سنن مؤکدہ حوائج ضروریہ کی معاہدہ کرتے ہوئے شرط لگانا کوئی ضروری نہیں کیونکہ یہ خود بخود متعین ہوتے ہیں۔ اور نماز تو ہر مسلمان پر فرض ہے یہ ایک ایسا شرعی تقاضا ہے جس کی بلاشبہ اوقات ملازمت میں بھی ادا کرنے کی اجازت ہے اور مالک کو اس سے روکنے کا حق نہیں ہے۔

## آجر کی چیزوں کی حفاظت کرنا

کام کرنے کی جگہ پر عامل کے لئے لازم ہے کہ وہاں جو چیزیں آجر کی موجود ہیں ان کی حفاظت کرے چاہے وہ ملکیت منقولہ کے زمرے میں ہو یا ملکیت غیر منقولہ کے زمرے میں۔ اسی طرح کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو آجر اجیر کو دیتا ہے کہ ان کے ذریعے اجیر کام کرتا ہے تو ایسی تمام اشیاء جو اجیر کے کام کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں وہ اجیر کے پاس بطور امانت ہوں گی اور ضیاع کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ عامل کے ہاتھ سے اس طرح کی کوئی چیز بوجہ کوتاہی یا حفاظت میں لاپرواہی کی وجہ سے ضائع ہوئی ہے یا بغیر کسی قصدوارادہ کے ضائع ہوئی ہے۔ دوسری صورت میں اجیر ضامن نہیں ہوگا مثلاً زلزلہ آنے کی صورت میں چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں تو اجیر ذمہ دار نہیں ہوگا کیونکہ شریعت اسلامیہ نے تکلیف مالایطاق سے منع کیا ہے۔[1]

مزدور کی طرح ملازم پر بھی لازم ہے کہ جس ادارے میں وہ کام کرتا ہے اس کی اشیاء مثلاً کمپیوٹر، ٹیلیفون، فیکس رکارڈ فائلز، ڈاکومنٹس وغیرہ امانت ہوتی ہیں ان چیزوں کا استعمال اس وقت کرسکتا ہے جب مجاز اتھارٹی سے اجازت لی ہو۔

---

([1])احمد شوقی عبدالرحمن،شرح قانون العمل الجدي دوالتأمينات الاجتماعية في الفقه والقضاء المصري والفرنسي،مصر،اسکندریہ، مكتبة المعارف،2008ء)ص:151۔

# مبحث دوم: تعیین اجرت میں فقہاء کا موٴقف

## اجرت کا معنی و مفہوم

قاموس المحیط میں ہے: ”الجزاء على العمل“[1] (کسی بھی کام کا معاوضہ اجرت کہلاتا ہے۔)

فقہاء کے نزدیک اجرت کہتے ہیں: ”العوض الذي يدفعه المستأجر للمؤجر في مقابلة المنفعة التي يأخذها منه“[2]

(وہ عوض جو اجیر آجر سے منفعت کے بدلہ میں وصول کرتا ہے۔)

## اجرت کی اصطلاحی تعریف

اجرت کی یہ تعریف کی جاسکتی ہے کہ وہ زر کی ایک ایسی مقدار ہے جو معاہدہ کے تحت آجر، مزدور کو اس کی خدمات کے معاوضہ میں ادا کرتا ہے۔[3]

## فقہاء کے نزدیک اجرت کی تعریف

قاموس الفقھی میں ہے:

أن الاجرة تكون في الثواب الدنيوي،والاجر في الآخرة.

بیشک اجرت دنیوی ثواب میں ہوتی ہے اور اجر آخرت میں ہو گا۔

### فقہ مالکی میں اجرت کی تعریف:

العوض الذي يدفعه المستأجر للمؤجر في مقابلة المنفعة التي يأخذها منه

اجرت وہ عوض ہے جسے مستاجر اس منفعت کے مقابلے میں جو وہ اجیر سے حاصل کرتا ہے اس کے بدلے میں دیتا ہے۔

### فقہ حنفی میں اجرت کی تعریف:

كراء الاجيروما يعطى من كراء الاجير وعوض العمل.

مزدور کو کام کے عوض جو کرایہ دیا جائے یا کام کے بدلے جو رقم دی جائے اسے اجرت کہتے ہیں۔

### فقہ حنبلی میں اجرت کی تعریف:

العوض المسمى في عقد الاجارة.

---

(1) فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط (بیروت، مؤسسة الرسالة، طبع ششم، 1998ء) ص:342۔

(2) محمد شربینی، مغني المحتاج إلي معرفة معاني ألفاظ المنهاج، تحقیق: طہ عبدالرؤوف سعد (قاہرہ: المکتبہ التوفیقیہ، 2/12۔

(3) ڈاکٹر سعدی ابوحبیب، القاموس الفقهي لغة واصطلاحا (دمشق: دار الفکر، طبع ثانی 1408ھ) 1/14۔

وہ عوض جو عقد اجارہ میں بیان کیاجائے اسے اجرت کہتے ہیں۔

## فقہ شافعی میں اجرت کی تعریف:

الكراء. کرایہ اجرت ہے۔(یعنی مزدور کو کام کے بدلے جو رقم دی جائے)[1]

## مسئلہ اجرت کی اہمیت

اجیر اور مستاجر کے درمیان اختلاف اور کشمکش کی بڑی وجہ اجرت اور کام کا عدم تعین ہے، اسی وجہ سے فقہ اسلامی میں عقد اجارہ کی تکمیل کے لئے یہ شرط ہے کہ اجرت کی تحدید کے ساتھ ساتھ کام کی نوعیت سب معلوم ہوناچاہئے۔اجرت کی اہمیت عقد اجارہ میں اس لئے بھی بہت زیادہ ہے کہ اس کا تعلق خود انسان کی محنت سے ہے اوراس کا اثر تمام معاشرے پر پڑتا ہے۔مشینوں کی نت نئ ورائٹیوں اور کارخانوں کے قیام کی وجہ سے مزدور کے کام کی نوعیت بھی یکسر تبدیل ہوگئی ہے لہذا ضروری ہے کہ مزدور کے کام کی نوعیت سے ان کی مزدوری اور محنت کو مد نظر رکھ کر اس کی اجرت کا تعین کیاجائے۔

## اجرت کی اقسام

اجیر کو درج ذیل صورتوں میں اجرت دی جاسکتی ہے۔

### اجرت نقدی کی صورت میں:

سب سے بہترین طریقہ یہی ہے کہ اجیر کو اجارات اور معاملات میں نقدی کی شکل میں معاوضہ دیاجائے کیونکہ اس طرح اجیر نقدی کو اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کہیں بھی استعمال کر سکتاہے اور علاقائی وعالمی تناظر میں اگر دیکھاجائے تو نقدی کی شکل میں ہی تمام معاملات طے کیے جاتے ہیں۔

### اجرت سامان کی شکل میں:

اگر عامل کسی فیکٹری یامل میں کام کرتاہے اور کام کے بدلے اس فیکٹری یامل کی مصنوعات میں سے اسے کچھ حصہ دے دیاجاتاہے۔اس کی مثال ہم پھلوں اوراناج حاصل کرنے کے وقت کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں کہ عامل کو پیسوں کی بجائے اترنے والے پھل اور حاصل شدہ اناج کی پیداوار میں سے مقرر کردہ حصہ دے دیاجاتا ہے۔

### اجرت نان نفقہ کی شکل میں:

ایک شخص کسی کواس کی رضامندی سے اجارہ پر لیتاہے تاکہ وہ اس کی خدمت کرے اوراجرت کے طور پر صرف کھاناپینااور لباس دیناطے ہوتاہے تواس طرح کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

---

([1]) ڈاکٹر سعدی ابوحبیب،القاموس الفقهي لغة واصطلاحا،1/14۔

فقہاء احناف میں سے امام ابویوسف اورامام محمد رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک اس طرح کی اجرت دینا بھی جائز ہے۔[1]

حنابلہ کے نزدیک ایسا عقد صحیح نہیں ہے۔[2]

شوافع کا بھی یہی مؤقف ہے۔[3]

فقہ مالکی میں بھی اس طرح کا عقد ممنوع ہے۔[4]

فقہاء نے ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح کے عقد میں کیونکہ اجرت معلوم نہیں ہوتی جس کی وجہ سے فریقین کے درمیان جھگڑے کا احتمال رہتا ہے اور ہر وہ عقد جو فریقین کے درمیان جھگڑے اور مخالفت کی طرف لے جائے اس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ بعض حنفی فقہاء(امام ابوحنیفہ) نے بھی اس طرح کے عقد کو ناجائز قرار دیا ہے۔[5]

بعض حنبلی فقہاء نے اس طرح کا عقد مطلقا جائز قرار دیا ہے۔[6]

حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **((إن موسى عليه السلام آجر نفسه ثمان سنين أو عشرسنين على عفة فرجه وطعام بطنه))**[7]

(موسی علیہ السلام نے اپنی خوراک اور عقد نکاح کے بدلے آٹھ یا دس سال کے لئے خود کو اجارہ پر دے دیا)

راجح مذہب یہ ہے کہ اس طرح کا عقد کرنا شرعا جائز ہے۔

## اجرت منفعت کی صورت میں:

مثال کے طور پر دو آدمی اس بات پر متفق ہوں کہ ایک آدمی دوسرے کی گاڑی ٹھیک کردے گا اور اس سے کوئی فائدہ حاصل کرے گا تو وہ منفعت کہلاتی ہے۔ مثلا وہ کہتا ہے کہ میں گاڑی ٹھیک کرنے کے عوض تم سے یہ ہنر اتنے عرصہ میں سیکھوں گا تو یہ اجرت منفعت کی صورت میں ہوگی۔

---

(1) الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، 1/193۔

(2) ابن قدامہ، المغني، 6/68۔

(3) الرافعی، عبدالکریم بن محمد، الشرح الکبیر، تحقیق: علی محمد معوض وعادل احمد عبدالموجود (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1997ء) 6/84۔

(4) صاوی، احمد بن محمد: بلغة السالك إلي مذهب الإمام مالك، 1952ء، شركة مكتبة ومطبع مصطفي البابي الحلبي، مصر، 2/270۔

(5) زیلعی: تبيين الحقائق، 5/127۔

(6) مرادوی: الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الإمام أحمد بن حنبل، 6/12۔

(7) ابن ماجه، رقم الحدیث: 2444، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ 1/191۔

## تعین اور تقرر کے حساب سے اجرت کی تقسیم:

اجرت کی تعین اور تقرر کے حساب سے دو قسمیں ہیں:

### اجرت مقرر:

اس میں اجرت کا تعین وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے مثلاً دیہاڑی دار مزدور کے کام کا وقت اور اجرت مقرر ہے کہ وہ صبح آٹھ سے شام پانچ بجے تک کام کریگا اور پانچ سو روپے لے گا۔ تو اس نوع میں اجرت کی شرح و تعین وقت کے لحاظ سے مقرر کر دی جاتی ہے۔ اس کو اجرت مقررہ کہتے ہیں۔[1]

### اجرت بلحاظ کارکردگی:

وہ اجرت جو کارکرگی کے لحاظ سے دی جاتی ہے معاشیات کی اصطلاح میں اسے اجرت، مہارت یا اجرت کارکرگی کہتے ہیں، مزدور کو جو بھی اجرت دی جائے چاہے وہ باعتبار وقت ہو یا باعتبار مقدار عمل، دونوں میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ مزدور کی قابلیت، محنت اور کارکرگی کیا ہے، جو مزدور محنت سمجھ داری، ماہر اور جفاکش ہوتے ہیں ان کو ہر شخص زیادہ مزدوری دے کر اپنا کام کروانا پسند کرتا ہے اور اسی طرح اس مزدور سے ہر کوئی بچنے کی کوشش کرتا ہے جو سست، کاہل اور بد دیانت ہو۔

### مستاجر اور اجیر کے درمیان اجرت کا اختلاف

اگر ایسی صورت بن جاتی ہے کہ مستاجر اور اجیر کے درمیان اختلاف واقع ہو جاتا ہے چاہے وہ اجرت کی مقدار میں ہو یا کام کی مقدار میں تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اختلاف کب پیدا ہوا منفعت کے حصول سے پہلے یا بعد میں؟ اگر منفعت کے حصول سے پہلے اختلاف ہوا تو دونوں قسم اٹھائیں گے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے حلف لے گا "فقہ النظام المالی" میں ہے:

اگر منافع کے حصول سے پہلے اختلاف ہو جاتا ہے تو دونوں ایک دوسرے سے قسم اٹھوائیں گے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب دو بیع کرنے والے آپس میں اختلاف کریں تو دونوں سے قسمیں اٹھوائی جائیں اور اجارہ بھی بیع کی ایک قسم ہے اور جب قسم اٹھائیں گے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ اور جب ان دو میں سے کوئی ایک قسم سے انکار کر دے تو وہ چیز اس کو لازم ہو جائے گی جس کا دوسرے نے دعوی کیا۔ اور اگر متعاقدین کا اختلاف کچھ منعت کے حصول کے بعد ہوتا ہے جیسے کرایہ کے گھر میں کچھ عرصہ قیام کیا تو اس صورت میں مستاجر کے قول کا گذشتہ زمانے سے متعلق بمع قسم اعتبار کیا جائے گا اور باقی ماندہ دورانیہ کے لئے اجارہ ختم

---

[1] ڈاکٹر محمد حسین منصور، قانون العمل في مصر ولبنان، (بیروت: دارالنهة المربية، 1995ء)، ص:169۔

ہو جائے گا۔ اور اگر ان کا اختلاف اجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد یا مقررہ مسافت کے طے کر لینے کے بعد ہوتا ہے تو اس صورت میں دونوں قسم نہیں اٹھائیں گے کیونکہ قسم اجارہ کے فسخ کی طرف لے جاتا ہے اور وہ پہلے ہی ختم ہو چکا ہے، اور اگر درزی اور کپڑے سلوانے والے کا اختلاف ہو جاتا ہے اور سلوانے والا کہتا ہے کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اسے قباء بنانا اور درزی کہتا ہے کہ تو نے مجھے قمیص بنانے کا کہا تو ایسی صورت میں کپڑے سلوانے والی کی بات بمع قسم مانی جائے گی۔[1]

## حکومت کی طرف سے تسعیر (اجرت یا قیمت مقرر کرنے) کا حکم:

شریعت اسلامیہ مکمل ضابطہ حیات ہے چاہے وہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، چاہے زمانہ اور وقت کوئی بھی ہو، زندگی کا کوئی حکم ہو، کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو شریعت اسلامیہ نے محل موضوع نہ بنایا ہو اور اس پر گفتگو نہ کی ہو۔ انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے جن کو منظم کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے وہ ہے اقتصادی میدان۔ اور یہ میدان انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے سب سے خطرناک پہلو رکھتا ہے۔ نئے وارد ہونے والے مسائل میں اسلامی فلاسفر اور مفکرین نے اپنی مختلف آراء کا تذکرہ کیا ہے، ان جدید پیش آمدہ مسائل میں سے "قضیہ تسعیر" بھی ہے۔ سب سے پہلے اس لفظ کی لغوی و معنوی تشریح کرتے ہوئے پھر اس کے شرعی حکم کا جائزہ لیا جائے گا۔

## فقہاء کے نزدیک تسعیر کی تعریف:

علامہ بہوتی[2] نے تعریف کرتے ہوئے کہا: **"وهو أن يسعر الإمام أو نائبه على الناس سعرا ويجبرهم على التبايع به"**[3]

(حکمران یا اس کے کسی نائب کا لوگوں کے لئے ایک قیمت مقرر کر دینا اور لوگوں کو اس کی پیروی کرنے پر مجبور کرنا۔)

ابن قدامہ[4] کہتے ہیں: **"هوأن يقدر السلطان أو نائبه سعرا للناس ويحسرهم على التبايع بما قدره"**[5]

(جب بادشاہ یا اس کا نائب لوگوں کے لئے (اشیاء کا نرخ) متعین کر دیتا ہے اور لوگوں کو اسی قیمت

---

([1]) ڈاکٹر حسین بن محمد، ڈاکٹر حمیش عبد الحق، فقه النظام المالي (بیروت: دار ابن حزم، طبع اول، 1012ء) ص: 294۔

([2]) علامہ ابو السعادات منصور بن یوسف بن صلاح الدین ایک مصری اور فقہ حنبلی سے تعلق رکھنے والے فقیہ تھے۔ ان کی ولادت سن 1591ء میں اور وفات سن 1641ء میں مصر میں ہوئی۔ ان کی کتب میں سے کشاف القناع عن القناع کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

([3]) منصور بن یونس بہوتی، کشاف القناع عن متن القناع (ریاض: دار عالم الکتب، 2003ء) ص: 1417۔

([4]) مؤفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد فقہ حنبلی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی پیدائش سن 1147ء اور وفات 28 اکتوبر 1223ء میں فلسطین کے شہر نابلس میں ہوئی۔ ان کی کتاب کتاب المغني فقہ حنبلی کی بنیادی کتب میں شمار کی جاتی ہے۔

([5]) ابن قدامہ، المغني، 6/312۔

پر مجبور کرے تو اسے تسعیر کہیں گے۔)

## تسعیر کے حکم میں فقہاء کا اختلاف:

علماء کا اتفاق ہے کہ اگر تسعیر (نرخ مقرر) کرنے میں بیچنے والے کو نقصان ہوتا ہے مثال کے طور پر اسے حکم دیا جائے کہ جس نرخ میں اسے خریدا ہے اسی نرخ میں بیچے، اس سے کم نرخ میں نہ بیچے، یا اس سے کم میں بیچے، تو صاف ظاہر ہے اس میں بیچنے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لئے تمام فقہاء کے نزدیک ایسی "تسعیر" منع ہے۔

اور جب اہل بازار کے لئے خاص منافع کے ساتھ قیمت مقررہ کر دی جاتی ہے تو کیا ایسا فقہاء شریعت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ سالم بن عبد اللہ اور قاسم بن محمد کے نزدیک منع ہے۔[1]

حنابلہ کا قول بھی یہی ہے۔[2]

متقدمین زیدیہ کا بھی یہی قول ہے۔[3]

ابن قاسم کی روایت کے مطابق امام مالک کا موقف بھی یہی ہے۔[4]

فقہاء شوافع کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔[5]

احناف کے نزدیک قیمتوں کا کنٹرول اور مزدوری مقرر کرنا مکروہ ہے۔ ابن عابدین کا قول ہے: **"ولا يسعر حاكم، أي يكره كما في الملتقي وغيره"**[6] (حاکم کا قیمت مقرر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ملتقی وغیرہ میں ہے)

ابن مسیب اور ربیعہ بن عبد الرحمن اور یحیی بن سعید انصاری کے نزدیک جائز ہے اور اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک بھی جائز ہے۔[7]

زیدیہ کے متاخرین فقہاء کے نزدیک بھی جائز ہے۔[8]

---

([1]) سلیمان بن خلف، **المنتقی شرح المؤطاء** دار الكتب العلمية، **بیروت** 6/351۔

([2]) منصور بن یونس، **کشاف القناع**، ص:1417۔

([3]) شوکانی، محمد بن علی، **نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار** (لبنان بیت الافکار الدولیہ، 1997ء) ص:1025۔

([4]) ابو الولید ابن رشد، **البيان والتحصيل والشرح والتوجيه والتعليل في مسائل المستخرجه**، تحقیق: احمد الجبابی (بیروت: دار الغرب الاسلامی، طبع دوم، ۱۹۸۸ء) 9/313، وابن قیم جوزی، **الطرق الحكمية في السياسة الشرعية**،، تحقیق: نایف بن احمد الحمد، دار عالم الفوائد، 2/621۔

([5]) ابو یحیی زکریا انصاری، **اسنی المطالب شرح روض الطالب** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 2001ء، 4/93، یحیی بن شرف نووی، **روضة الطالبين وعمدة المفتين**، تحقیق: خلیل مامون شیحا (بیروت: دار المعرفہ، طبع اول، 2006ء) 2/50۔

([6]) ابن عابدین، محمد امین: **ردالمحتار علي الدرالمختار**، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود و علی محمد معوض (بیروت: دار عالم الکتب، 2003ء) 9/573۔

([7]) **المنتقی شرح المؤطا**، سلیمان بن خلف الباجی، تحقیق: محمد عبد القادر احمد عطا (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول) 6/351۔

([8]) شوکانی، **نیل الاوطار**، ص:1025۔

## تسعیر سے منع کرنے والوں کے دلائل:

قرآن مجید میں ہے: ﴿إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَـٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ ﴿٢٩﴾﴾[1]

(سوائے اسکے کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے)

اور بیچنے والے کو تسعیر کے ساتھ پابند کر دینا اس آیت کے منافی ہے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

**((قال الناس یارسولﷺ غلا السعر فسعرلنا، فقال رسول الله ﷺ: إن الله هو المسعِّر القابض الباسط الرازق، وإني لأرجو أن ألقي الله وليس احد منكم يطالبني بمظلمة في دم ولا مال))**[2]

(رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اشیاء کے نرخ بڑھ گئے، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ہم لوگوں کے لئے نرخ مقرر فرمادیں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ ہی نرخ مقرر فرمانے والا، روکنے والا، کھولنے والا اور روزی دینے والا ہے، میری تو آرزو ہے کہ میں اپنے پروردگار سے اس حال میں ملوں کہ تم میں سے کوئی اپنے مال یا خون کا مجھ سے (آخرت کے دن) طلبگار نہ ہو۔)

ایک اور روایت میں ہے:

**((عن ابي هريرة: أن رجلا جاءفقال: يا رسول الله ﷺ سعر، فقال: بل أدعو، ثم جاءه رجل فقال: يا رسول الله سعر فقال: بل الله يخفض ويرفع وإني لأرجو أن ألقي الله وليس لأحد عندي مظلمة))**[3]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے لئے نرخ مقرر فرمادیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم لوگ اللہ سے دعا کرو۔ پھر ایک اور شخص آگیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے لئے نرخ مقرر فرمادیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی ہی (نرخ) بلند کرتا ہے اور کم کرتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالی سے اس حال میں ملوں کہ میرے اوپر کسی ایک کا بھی کوئی ظلم نہ ہو۔)

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نرخ مقرر کرنا درست نہیں اور جس طرح اشیاء کے نرخ مقرر

---

([1]) النساء:29/4

([2]) ابن ماجه،741/2

([3])سلیمان بن احمد، المعجم الأوسط، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد، عبد المحسن بن ابراہیم حسینی، (قاہرہ دار الحرمین)1/136۔

کرنا درست نہیں اسی طرح خدمات کا معاوضہ مقرر کرنا بھی درست نہیں۔اگر نرخ مقرر کرنا جائز ہوتا تو حضور اکرم ﷺ ضرور نرخ مقرر فرمادیتے۔اس روایت میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میری ملاقات اللہ تعالی سے اس حال میں ہو کہ میرے اوپر کسی ایک کا کوئی ظلم نہ ہو، یہاں سے معلوم ہوا کہ نرخ مقرر فرمانے کو حضور اکرم ﷺ نے ظلم میں سے شمار کیا ہے۔

علامہ قرضاوی اس چیز کو اچھا نہیں سمجھتے کہ سرکاری سطح پر مزدور کی اجرت کو متعین کر کے اسے کام پر لگا دیا جائے۔اسی طرح اجرت کے علاوہ باقی سہولیات و کفالت کی ذمہ داری آجر پر لگانا ان کی رائے میں مناسب نہیں ہے۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

(میری ناقص رائے کے مطابق ملک کے ایک حصہ کے مزدوروں کو دوسرے حصہ کے مزدوروں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔اگر ایک جگہ اجرت کے علاوہ مزدور کو باقی سہولیات مناسب طریقے سے مہیا ہیں تو وہی قانون سب پر لاگو کر دینا حقیقت میں آجروں پر ظلم ہے۔کیونکہ بعض اوقات مزدور سے وہ نتائج بر آمد نہیں ہوتے جن کی توقع آجر کو ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو اس کا تجربہ کم ہے۔دوسرا وہ محنت سے کام نہیں کر سکتا اور اوپر سے کثیر العیال بھی ہے۔چھوٹے بھائیوں کے علاوہ والدین بھی زندہ ہیں تو اس آجر بیچارے کا کیا قصور ہے کہ وہ اس سارے بوجھ کو اٹھائے۔اس لئے مستاجر پر اتنا اجرت دینا کافی ہے جو اجرت عرف عام میں رائج ہے اور مستاجر اس کے تجربے، زیادہ منافع ہونے کی صورت میں اس کی اجرت میں اضافہ کر سکتا ہے۔اور مزدور کو چاہئے کہ وہ اپنی دوسری ضروریات قریبی رشتہ داروں کی مدد سے، زکوۃ کی صورت میں یا حکومتی امداد کی شکل میں پوری کرے۔[1]

---

([1]) علامہ قرضاوی، دور القیم، ص:377-378

علامہ ابن تیمیہ اور دیگر علماء نے ان دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ احادیث ایک خاص پس منظر میں واقع ہوئیں کہ اس وقت گرانی طبعی حالات کے تحت پیدا ہوئی تھی تو قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے یہ احادیث واقع ہوئیں تا کہ مصنوعی حالات پیدا کر کے لوگوں کے لئے مشکلات پیدا نہ ہوں۔ اگر مصنوعی حالات پیدا کر لیے جاتے ہیں تو اس وقت قیمتوں کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

### تسعیر کو جائز کہنے والوں کے دلائل:

جواز پیش کرنے والوں نے مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھ کر جواز پیش کیا ہے تا کہ بیچنے والا بہت زیادہ قیمت وصول نہ کر سکے اور لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کی خاطر تسعیر جائز ہے اور بائع اور مشتری کا مفاد بھی اسی میں ہے، اگر حکومت وقت یا متعلقہ اتھارٹی دیکھتی ہے کہ تاجروں اور مالداروں نے اپنی اپنی اجارہ داری قائم کر کے قیمتیں اس حد تک اوپر لے گئے ہیں کہ وہ دوگنی یا اس سے بھی زیادہ قیمت وصول کرنے لگ گئے ہیں اور حکومت مجبور ہو جاتی ہے کہ تسعیر کے علاوہ اب کوئی چارہ نہیں، تو ایسی صورت میں فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ ماہرین یا آج کل کے دور میں تاجر تنظیموں کے نمائندگان کے مشورے کے ساتھ تسعیر جائز ہے۔

اسی پر قیاس کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں مزدوری بھی دراصل ایک قسم کا "عقد اجارہ" ہے۔ جس میں جانبین کی آپس کی رضامندی سے جو اجرت بھی طے کر لی جائے وہ جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں ایک فریق نے دوسرے فریق کی منظوری زبردستی حاصل نہ کی ہو۔ اس طرح جو اجرت بھی طے کر لی جائے وہ شرعا درست ہے چاہے وہ اجرت اہلیت کی بنیاد پر ہو، کام کی بنیاد پر یا ضرورت کے حساب سے۔

کتاب "قانون العمل فی مصر ولبنان" میں ہے: (طرفین کے اتفاق کے ساتھ قانونی طور پر کم از کم اجرت کو مقرر کر لینا جائز ہے اور آجر مناسب طریقے سے اجیر کی موافقت سے اجرت متعین کر سکتا ہے۔)[1]

---

([1]) ڈاکٹر محمد حسین منصور، قانون العمل فی مصر ولبنان، (بیروت: دارالنھۃ المربیۃ، 1995ء)، ص:170۔

# فصل سوم: خواتین اور بچوں کی مزدوری کی حیثیت

## مبحث اول: فقہ اسلامی میں خواتین کی مزدوری کی حیثیت

## مبحث دوم: فقہ اسلامی میں بچوں کی مزدوری کی حیثیت

## مبحث اول: فقہ اسلامی میں خواتین کی مزدوری کی حیثیت

خواتین کی مزدوری کرنے اور فقہ اسلامی کے تناظر میں اس کا جائزہ لینے سے پہلے ہم اس بات کو جانچنے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاشرے میں خواتین کی کیا اہمیت ہے اور دین اسلام نے ان سے مزدوری لینے کا کیا تصور پیش کیا ہے؟

### معاشرے میں خواتین کی اہمیت

خواتین کسی بھی معاشرے کا بنیادی اکائی اور حصہ ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اور خاص طور پر دیہاتی علاقوں میں خواتین کی جسمانی وفکری حالت ناگفتہ بہ ہے۔ کام کرنے والی اکثر خواتین اپنے بچوں پر توجہ نہیں دے پاتیں جس کے منفی نتائج نکلتے ہیں۔ دیہاتی علاقوں میں چونکہ ذرائع آمدن محدود نوعیت کے ہوتے ہیں لوگوں کا گزر بسر زراعت کے شعبے سے منسلک ہوتا ہے اور وہ آمدن فصل کے تیار ہونے کے بعد ملتی ہے اس لئے وہ اپنے روزمرہ کے اخراجات نکالنے کے لئے مال مویشی پالتے ہیں جن کا چارہ کاٹنے اور ڈالنے سے لیکر دودھ دھونے اور صفائی کرنے کا کام تقریباً گھر کی خواتین سرانجام دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں فصلوں کی کٹائی اور کپاس کی چنائی میں شریک ہو کر بھی اپنا اور بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے تگ ودو کرتی نظر آتی ہیں۔ پسماندہ طبقہ کی بہت سی خواتین دوسرے لوگوں کے گھروں میں کام کاج کر کے تھوڑا بہت آمدن حاصل کرتی ہیں۔

دنیا میں دین اسلام پہلا مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق کو اجاگر کیا۔ دین اسلام سے پہلے کسی بھی معاشرہ میں عورت کے حقوق کا تصور تک نہ پایا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو ذلت وپسماندگی سے اٹھا کر مرد کے مقابل کھڑا کیا اور عورت ومرد کو مساوات کا درجہ دیا۔ قرآن مجید میں عورت کو عزت وتکریم دیتے ہوئے ارشاد ہوا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ ﴿١٨٧﴾﴾ (1)

(وہ عورتیں تم (مردوں) کا لباس ہیں اور تم مردان عورتوں کے لئے لباس ہو۔)

گویا کہ مرد وعورت کو زندگی کی بنیاد قرار دیا گیا اور دونوں کو ایک دوسرے کے لئے ناگزیر قرار دے کر عورت کو وہی مقام دیا گیا جو مرد کو حاصل ہے۔ اس بات کی نشاندہی خطبہ حجۃ الوداع سے ہوتی ہے جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہوا: عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت (مجھ سے) لو، تمہارا عورتوں پر حق ہے اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَاتَّقُوااللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ، بِأَمَانَةِ اللَّهِ)) (2)

(اللہ تعالی سے عورتوں کے معاملے میں ڈرو کیونکہ وہ تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے بطور امانت ہیں۔)

---

(1) البقرۃ:2/187

(2) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 3009

اسلام نے عورت کو تعلیمی، اقتصادی، سیاسی اور عدالتی طور پر مکمل حقیقی حقوق عطا کیے ہیں اور اس بات کی قطعی طور پر اجازت نہیں دی گئی کہ ان پر کسی قسم کا تشدد یا ظلم کیا جائے، اسلام عورت کی ہتک عزت کو حرام قرار دیتا ہے، اسلام میں اس کی نسوانیت و خوبصورتی کا استحصال کرنے سے منع کیا گیا ہے (جیسے آجکل الیکٹرانک میڈیا میں اشیاء کی فروخت کا ذریعہ بنادیا گیا ہے) اسلام نے عورت کو جو مقام و مرتبہ دیا دوسرے معاشروں میں اس طرح سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

شریعت اسلامیہ نے مرد و عورت کی دونوں جنسوں کے لئے مختلف احکام جاری کیے ہیں اور دونوں کو ان کی جسمانی اور فکری ساخت اور خصوصیات کے مطابق مکلف بنایا، عورت مرد سے جسمانی خلیوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔[1]

مرد و عورت کے دائرہ کار کو الگ الگ کر کے خاتون کو چار دیواری کے اندر عزت و احترام کا مرتبہ دیا، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ۝٣٦﴾[2] (مرد عورت کی طرح نہیں ہے۔)

مرد چونکہ تخلیقی اعتبار سے اس قابل ہے کہ وہ صعوبتیں اور مشکلات برداشت کرسکے اور وہ جسمانی طور پر عورت سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے کیونکہ مذکر کے جسمانی اعضاء میں نشوونما تیزی سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہم مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ دونوں کے جسمانی اعضاء میں حرکات مختلف ہوتی ہیں۔ مرد جسمانی طور پر چاق و چوبند ہوتا ہے جبکہ عورت جسمانی طور پر اس طرح نہیں ہوتی۔

یہ بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے جسمانی قوت دینے میں مرد و عورت میں یہ فرق رکھا ہے کہ مرد جسم کے اوپر والے حصہ میں زیادہ طاقت رکھتا ہے خاص طور پر مضبوط کندھے اور طاقتور پٹھوں کا مالک ہے جبکہ عورت مرد پر جسم کے نچلے حصے میں فوقیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالی نے عورت کو طاقت بخشی ہے کہ وہ حمل اور ولادت کا بوجھ برداشت کرسکتی ہے۔[3]

مرد بیج بوتا ہے تو عورت اپنے خون جگر سے اس کھیت میں ہریالی لاتی ہے۔ حمل ٹھہر جانے کے بعد بچہ اپنی ماں کے ذریعے غذا حاصل کرتا ہے اور جب ولادت ہو جاتی ہے تو زمانہ رضاعت میں وہ خون جو عورت کے جسم میں طاقت و توانائی کا ضامن ہوتا ہے وہ دودھ ہو کر جدید نسل کی پرورش کا سامان بنتا ہے۔ اس لئے اسلام نے معاشی مسائل کی تمام ذمہ داری مرد پر عائد کر کے بچوں کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کے معاملات عورت کے سپرد کر دیے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ خاندان کے معاملات میں مرد کو امیر بنایا ہے تو عورت کو اس گھر کا مشیر بنایا ہے۔ اسلام میں مرد کو عورت کے لئے مسؤول اور اس کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا پابند بنایا تو عورت کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ بچوں کی دیکھ بھال کرے۔ اسلام نے ماں کی گود کو انسان کی اولین درس گاہ قرار دیا کہ ماں کی تعلیم و تربیت ہی بچے کو فضیلت و رذیلت کی طرف لے کر جاتی

---

(1) علی قاضی، وظيفة المرأة في المجتمع الإنساني، (قطر: مؤسسة الشرق للنشر والترجمة، طبع اول، 1984ء) ص: 15۔

(2) آل عمران: 36/3

(3) ڈاکٹر شادیہ احمد تل، علم النفس التربوي في الاسلام، (اردن: دار النفائس، طبع اول، 2005ء) ص: 105۔

ہے۔عورت کو اتنی اہم ذمہ داری دینے کے باوجود اسلام نے عورت کو اجازت دی ہے کہ وہ چادر و چار دیواری کا تقدس قائم رکھتے ہوئے گھر سے باہر عملی میدان میں خدمات سر انجام دے سکتی ہے۔

**قرآن مجید سے عورت کے کام کرنے کا جواز**

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾[1]

(مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصّہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ)

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **واعلم أنه يمكن أن يكون المراد من هذه الآية ما يتعلق بأحوال الدنيا ، وأن يكون ما يتعلق بأحوال الآخرة ، وأن يكون ما يتعلق بهما.أما الاحتمال الأول : ففيه وجوه : الأول : أن يكون المراد لكل فريق نصيب مما اكتسب من نعيم الدنيا ، فينبغي أن يرضى بما قسم الله له. الثاني : كل نصيب مقدر من الميراث على ما حكم الله به فوجب أن يرضى به ، وأن يترك الاعتراض۔**[2]

(جان لیں کہ اس آیت سے مراد دنیاوی مشاغل بھی لیے جاسکتے ہیں اور اسی طرح آخرت کے احوال بھی مراد ہو سکتے ہیں۔اگر ہم اس سے مراد پہلا احتمال لیں (یعنی دنیاوی امور و مشاغل) تو اس کی کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں۔اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک گروہ (مرد و عورت) کے لئے دنیا کی نعمتوں میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔لہذا دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اللہ تعالی کی تقسیم پر راضی رہیں۔دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے وراثت میں ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا ہے تو ہر ایک کے لئے لازم ہے کہ اس تقسیم پر راضی رہے اور اعتراض چھوڑ دے)۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالی نے مطلقا اشارہ کیا کہ اس آیت میں کسب سے مراد دنیاوی امور لیے جاسکتے ہیں کیونکہ آیت میں مطلقا کسب کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کو مقید کر کے کسب کو صرف مردوں کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہئے تاہم اختلاف کی گنجائش موجود ہے اگر کوئی یہ کہے کہ یہ استدلال ٹھیک نہیں ہے اور اس آیت میں کسب سے مراد صرف نیک عمل ہی ہے جو کہ آخرت کے ساتھ خاص ہے تو اس کی رائے کا بھی احترام کیا جائے گا۔

---

([1]) النساء32/4

([2]) رازی، محمد بن عمر فخر الدین،مفاتیح الغیب،66/10۔

## حدیث شریف سے عورت کے کام کرنے کا جواز

تاریخ اسلام میں بہت سی خواتین ایسی گزری ہیں جنہوں نے محنت ومشقت کو اپنایا اور تجارت کر کے پیسہ کمایا۔ زمانہ نبوی ﷺ میں مسلم خواتین نے زندگی کے تمام شعبہ جات میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اگر ہم تعلیم وتربیت کا معاملہ دیکھیں تو مجلس نبوی میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ صحابیات کا ذکر بھی ملتا ہے جو مجلس میں شریک ہو کر اسی طرح دین کی باتیں سیکھنے کی کوشش کرتیں جس طرح صحابہ کوشش کیا کرتے تھے۔ بلکہ ایک مرتبہ خواتین نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ خواتین سے متعلق کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو مرد صحابہ کے سامنے نہیں پوچھی جاسکتیں تو رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے لئے ایک دن الگ سے مخصوص کر دیا جس میں مرد صحابہ شریک نہیں ہوتے تھے۔ ڈاکٹر احمد وائلی لکھتے ہیں: "**إن جملة من النساء الصحابيات كن يعملن ورآهن رسول الله ﷺ ولم ينههن بل أقرهن، ومنهن ديطة زوجة عبدالله بن مسعود يقول أصحاب السير: إنها كانت امرأة صناعا، وليس لعبد الله بن مسعود مال، فكانت تنفق عليه وعلى ولده من ثمن صنعتها، فقالت: والله لقد شغلتني أنت وولدك عن الصدقة، فقال: ما أجب إن لم يكن لك أجر أن تفعلي فسألت النبي ﷺ هل لي في النفقة عليهم من أجر؟ فقال ﷺ: لك في ذلك أجر ما أنفقت عليهم فأنفقي عليهم**"[1]

(بیشک بہت سی صحابیات دور نبوی ﷺ میں کام کیا کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھ کر منع بھی نہیں کیا بلکہ ان کو سراہا۔ ان میں سے ایک نام ریطہ کا بھی ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک صنعتکار خاتون تھیں چونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مالدار نہیں تھے تو وہی ان کا اور بچوں کا خرچہ برداشت کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا آپ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) اور آپ کے بچے کے اخراجات کی وجہ سے میں صدقہ نہیں کرسکتی تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے نہیں لگتا کہ تمہیں اس کا ثواب نہ ملتا ہو جو تم خرچ کرتی ہو تو اس بارے میں میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کیا مجھے ان پر خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تم ان پر خرچ کر چکی ہو تمہیں اس کا ثواب ضرور ملے گا اس لئے ان پر خرچ کرتی رہو۔)

---

([1]) ڈاکٹر احمد وائلی، **استغلال الاجیر وموقف الاسلام منہ**، دار المؤرخ العربی (بیروت: طبع اول، 2013ء، ص: 108، 109۔

## عہد رسالت میں خواتین کی کاروباری زندگی

ذیل میں نمونہ کے طور پر چند ایسی خواتین کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے عہد رسالت میں کامیاب کاروباری زندگی گزاری۔

### حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا

حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ وہ مکہ مکرمہ میں چمڑے کا کاروبار کیا کرتی تھیں اورانہیں سے ہی اللہ تعالی کے محبوب نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے سلسلہ میں اپنے ایک ساتھی حضرت عبداللہ بن حارث ہاشمی کے ساتھ بازاریاان کے مقام تجارت پر ملاقات کی تھی۔[1]

### حضرت خولہ رضی اللہ عنہا

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ وہ عطر بیچنے رسول اللہ ﷺ کے بیت اقدس آیا کرتی تھیں اوررسول خدا ﷺ ان کے عطروں کی خوشبوؤں سے ان کو پہچان لیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے گھر میں پایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تم نے ان سے کچھ خریدا بھی ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ وہ آج تجارت کی غرض سے نہیں آئیں بلکہ اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ان کی شکایات کا ازالہ کیا۔[2]

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

**((كانت فينا امرأة تجعل علي أربعاء في مزرعة لها سلقا فكانت إذا كان يوم جمعة تنزع أصول السلق فتجعله في قدر ثم تجعل عليه قبضة من شعير تطحنها، فتكون أصول السلق عرقه وكنا نتصرف من صلاة الجمعة فنسلم عليها، فتقرب ذلك الطعام إلينا فتلعقه، وكنا نتمني يوم الجمعة لطعامها ذلك))**[3]

(ایک عورت کھیتوں میں سبزی (چقندر) کاشت کیا کرتی تھی، جمعہ کے دن چقندر کے پتوں کو نکالتیں اور برتن میں ڈال دیتیں اور پھر اوپر ایک مٹھی جو بھی ڈالتیں تو چقندر کے پتے جوش دینے کے بعد پک کر ذائقہ دیتے اور ہم نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد آکر سلام کرتے تو وہ ہمیں کھانا کھلاتیں اور ہم ہر جمعہ اس کھانے کا انتظار کیا کرتے تھے۔)

### حضرت اسماء بنت ابی بکر

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اپنی روداد ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

---

[1] تفسیر ابن كثير:1/266،267۔

[2] ابن الاثیر عزالدین، أسدالغابه في معرفة الصحابة، (ریاض: مکتبہ اسلامیہ) 5/432۔

[3] صحيح بخاري، 2/351۔

((قالت تزوجني الزبير وما له في الأرض من مال ولا مملوك ولا شيء غير فرسه فكنت أعلف فرسه وأكفيه مؤنته وأسوسه وأدق النوى لناضحه وأعلفه وأستقي الماء وأخرز غربه وأعجن ولم أكن أحسن أخبز فكان يخبز جارات لي من الأنصار وكن نسوة صدق وكنت أنقل النوى من أرض الزبير وهي التي أقطعه النبي صلى الله عليه وسلم على رأسي ثلثي فرسخ فجئت يوما والنوى على رأسي فلقيني النبي صلى الله عليه وسلم ومعه نفر من أصحابه فدعاني ثم قال إخ إخ ليحملني خلفه فاستحييت أني أسير مع الرجال وذكرت الزبير وغيرته وكان من أغير الناس فعرف رسول الله أني قد استحييت فمضى فجئت إلى الزبير فقلت لقيني رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى رأسي النوى ومعه نفر من أصحابه فأناخ لأركب معه فاستحييت وعرفت غيرتك فقال والله لحملك النوى كان أشد من ركوبك معه قالت حتى أرسل إلي أبو بكر بعد ذلك بخادم فكفتني سياسة الفرس فكأنما أعتقني))[1]

(حضرت اسماء بنت ابی بکر روایت کرتی ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جب میرا عقدِ نکاح ہوا تو ان کے پاس ایک گھوڑے کے علاوہ کوئی زمینی جائیداد نہیں تھی اور نہ ہی کوئی خادم تھا۔ میں خود گھوڑے کو چارہ ڈالتی اور پانی بھرتی تھی۔ خود ہی آٹا گوندھتی اور روٹیاں پکاتی تھی اور صحیح طریقے سے پکانا نہیں آتا تھا تو انصار کی کچھ لڑکیاں جو کہ میری سچی سہیلیاں تھیں پکا دیتی تھیں۔ اور زبیر کی زمین جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دی تھی وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی اور وہ زمین میرے گھر سے تقریباً تین فرسخ کے فاصلے پر تھی۔ ایک دن میں سر پر کھجور اٹھا کر آرہی تھی تو رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہو گئی اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ انصار صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تو میں نے زبیر اور اس کی غیرت کو دیکھتے ہوئے مردوں کے ساتھ چلنے سے حیا کر گئی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس بات کو پہچان لیا۔ جب حضرت زبیر سے ملاقات ہوئی تو میں نے سارا واقعہ انہیں سنا دیا تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم تمہارا کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لانا میرے لئے زیادہ تکلیف کا باعث ہے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غلام بھیجا تا کہ وہ گھوڑے کی دیکھ بھال کرلے تب جا کر مجھے اس کام سے آزادی ملی۔)

اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ عورت کن صورتوں میں گھر کے علاوہ دوسری جگہ مزید سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر گھر کی ذمہ داریاں مکمل طور پر سنبھالتی تھیں اور ساتھ ہی کھیت میں کام بھی کرتی تھیں۔ اسلامی تصور بھی یہی ہے کہ عورت اگر گھر کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتی ہے اور بچوں کی پرورش صحیح طریقے سے کرسکتی ہے اور اس کے پاس مزید وقت بھی بچ جاتا ہے جس میں کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو اسلام اسے منع نہیں کرتا تاکہ وہ محنت و مزدوری کرکے اپنے لئے یا بچوں کے لئے حلال روزی کما سکے۔

---

([1])صحیح بخاری، 13/196۔

## حضرت زینب بنت جحش

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے:

((إنھا كانت امرأة صناع اليد فكانت تدبغ وتخرز وتتصدق في سبيل الله))[1]

(ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اسدی خزیمی ایک دستکار خاتون تھیں وہ مختلف چیزیں فروخت کر کے اپنی کمائی فی سبیل اللہ خرچ کر دیتی تھیں۔)

انہیں اپنی دنیاوی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے کسی قسم کے کاروبار کی ضرورت نہیں تھی۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں:

((خرجت سودة بنت زمعة ليلا فرآها عمر فعرفها فقال إنك والله يا سودة ما تخفين علينا فرجعت إلى النبي ﷺ فذكرت ذلك له، وهو في حجرتي يتعشى وإن في يده لعرقا، فأُنْزِلَ عليه، فرفع عنه وهو يقول قد أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن))[3]

(حضرت سودہ بنت زمعہ ایک رات ضرورت کے تحت باہر نکلیں تو حضرت عمر نے انہیں پہچان لیا اور کہا اللہ کی قسم اے سودہ آپ ہم سے چھپ کے نہیں رہتیں، جب میں لوٹیں تو اس بات کا ذکر نبی پاک ﷺ سے کیا اور آپ علیہ الصلوۃ السلام میرے حجرے میں ہی آرام فرماتے تھے جبکہ وحی نازل ہونے کی وجہ سے آپ علیہ الصلوۃ السلام کے ہاتھ میں پسینہ تھا جب آپ اٹھ کے بیٹھے تو فرمایا: بیشک اللہ تعالی نے تمہیں اجازت دی ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امہات المؤمنین کو ضرورت کے تحت باہر نکلنے کی اجازت دی گئی، اور جب امہات المؤمنین کو رخصت مل گئی تو باقی مؤمنات کا ضرورت کے تحت نکلنا بطریق اولی ثابت ہو گیا۔

## عورت کی مزدوری کی شرائط

فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت گھر سے باہر جا کر ایسا کوئی کام کرتی ہے جس سے اس کو مالی فائدہ (تنخواہ کی صورت میں) حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے لئے چند اصول اور ضوابط ہیں جن پر عمل کرنا عورت کے لئے لازم ہے۔[4]

**اول:** اس کا کام شرعی طور پر جائز ہونا چاہئے۔ مثلا ایسا کام وہ نہیں کر سکتی جو شرعی طور پر ممنوع ہے جیسے منشیات کا

---

([1])صحیح بخاری، 2/515۔

([2]) أسدالغابہ:5/494۔

([3]) صحیح بخاری،13/217۔

([4])عبدالرب نوالدین،عمل المرأة وموقف الاسلام منه،ص:108۔

کاروبار کرنااور ہر وہ کام جو شرعی طور پر جائز نہیں ہے یا حرام کی طرف لے جاتا ہو یا معاون ثابت ہوتا ہو۔ یعنی ایسا کام ہونا چاہئے جو اچھا ہو

**دوم:** عورت ایسا کام نہیں کرسکتی جو اس کی طبعیت کے خلاف ہو یا ایسا کام جو عورت کی جسمانی طاقت سے زیادہ ہو یا اتنا زیادہ کام کرنا جو اسکو جسمانی طور پر ناکارہ کردے، ممنوع ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلۡعُسۡرَ ١٨٥﴾ [1]

(اللہ تعالی تمہارے لئے آسانی کرنا چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔)

اسی طرح ایک اور جگہ پر ہے:

﴿مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ حَرَجٖ ٦﴾ [2]

(اللہ تعالی نہیں چاہتا کہ تمہارے لئے کوئی حرج ہو۔)

ایسا کام جو عورت کی جسمانی طاقت سے بڑھ کر ہو جیسے کسی عمارت کا تعمیری کام۔ اسی طرح وہ کام بھی اختیار نہ کرے جس سے اس کے خاوند کے حقوق تلف ہوتے ہوں یا بچوں کے حقوق ٹھیک طرح سے ادا نہ کرسکے، یا اپنی ذات کے حقوق پورے نہ کرسکے۔ مثلاً کوئی بھی ایسا کام جو اس کے بدن کو نقاہت میں لے جائے یا خوبصورتی کو ختم کردے تو وہ کام عورت کو اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔

**سوم:** شوہر یا سرپرست کی اجازت ضروی ہے۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ بیوی کے لئے شوہر سے کام کرنے کی اجازت لینا لازمی ہے تاکہ گھریلو معاملات صلح صفائی سے نمٹتے رہیں۔ اگر شوہر کام پر جانے کی اجازت نہیں دیتا تو بیوی کے لئے لازم ہے کہ وہ شوہر کی تابعداری کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡۚ ٣٤﴾ [3]

(مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ انہوں نے

---

([1]) البقرة:185/2

([2]) المائدة:6/5

([3]) النساء:34/4

اپنے مال خرچ کیے ہیں) اسی طرح حدیث شریف میں ہے:((أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة))[1]

(ہر وہ عورت جب اس حالت میں مرتی ہے کہ اس کا شوہر اس پر راضی ہے تو وہ جنت میں جائیگی۔)

ذکر کردہ نصوص اس چیز کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ شوہر کی فرمانبرداری بیوی پر واجب ہے۔ اور یہ چیز بھی فرمانبرداری کا حصہ ہے کہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر کام کے لئے نہ نکلے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا يحل للمرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه، ولا تأذن في بيته إلا بإذنه، وما أنفقت من نفقة من غير أمره فإنه يؤدي إليه شطره))[2]

(عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ روزہ رکھے خاوند کی گھر میں موجودگی کے باوجود مگر اس کی اجازت سے اور کسی کو گھر میں اس کی اجازت کے بغیر نہ آنے دے اور اس کے حکم کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے۔)

عورت کا کام کے لئے نکلنا بھی روزے کی طرح شوہر کی اجازت سے مشروط ہے جس میں مرد کی مصلحتیں اور ضروریات فوت ہو جاتی ہیں لہذا مرد کی موافقت لازمی ہے۔ عورت کے کام کرنے کے لئے اجازت لینے کے متعلق تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

**پہلی صورت:** عورت شادی کے بعد کام کرنا چاہتی ہے جبکہ اس کا مکمل وقت اب شوہر کا وقت ہے کہ جتنا ہو سکے اپنے شوہر کی خدمت کرے مگر وہ چاہتی ہے کہ کوئی کام کر کے پیسے کمائے اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوئی کمی نہیں رہتی تو اس وقت وہ اپنے خاوند سے اجازت لیتی ہے تب اس کا کام کرنا (مزدوری) جائز ہے ورنہ نہیں۔ فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بیوی اگر کسب معاش کے لئے گھر پر کوئی ذریعہ آمدن بنا لیتی ہے جس سے اس کے گھریلو معاملات خراب نہیں ہوتے۔[3]

**دوسری صورت:** عورت کے کام پر جانے سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی نہیں ہوتی اور شوہر اجازت نہیں دیتا۔ تو اس وقت عورت کے لئے کام پر جانا جائز نہیں ہے۔ سید یزدی[4] لکھتے ہیں: "إذا أجرت الزوجة نفسها بدون إذن

---

([1]) سنن ابن ماجه، حدیث نمبر 1854، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے، صحيح وضعيف سنن ابن ماجة، ج4/ 354۔

([2]) صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5195۔

([3]) شیخ علی، حاشية الخرشي علي مختصرخليل الخرشي العدوي (بیروت: دارالنهضة العلمية) 4/187۔

([4]) سید محمد کاظم بن عبدالعظیم مشہور عالم دین گزرے ہیں جن کا تعلق اہل تشیع سے تھا۔ ولادت 1247ھ اور وفات 1337ھ میں ہوئی۔ انہوں نے نجف میں دینی اور سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔

الزوج فيما ينافي حق الاستمتاع، فالعقد موقوف علي إجازة الزوج"[1]

(جب بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ایسا اجارہ کرتی ہے جس میں خاوند کے حقوق پوری طرح ادا نہیں کر پاتی تو ایسا عقد شوہر کی اجازت پر موقوف ہو گا۔)

**تیسری صورت:** ایک لڑکی شادی کرنے سے پہلے مزدوری یا جاب کرنا شروع کرتی ہے پھر اس کی شادی ہو جاتی ہے تو اب اس کیلئے کیا حکم ہے؟ اس کا جواب "منہاج الصالحین" میں یوں دیا گیا ہے: "إذا أحرت المرأة نفسها للخدمة مدة معينة ثم تزوجت في أثنائها، لم تبطل الإجارة، وإن كانت الخدمة منافية لحق الزوج، وإذا اجرت نفسها بعد التزويج توقفت صحة الإجارة علي اجازة الزوج فيما ينافي حقه، ونفذت الإجارة فيما لاينافي حقه"[2]

(جب عورت ایک مقررہ مدت تک کیلئے اپنی ذات کا اجارہ کرتی ہے پھر اسی دوران اس کی شادی ہو جاتی ہے تو اجارہ باطل نہیں ہو گا اگرچہ وہ اس کی نوکری (خدمت کرنا) خاوند کے حق کے منافی کیوں نہ ہو۔ جب وہ شادی کرنے کے بعد اجارہ کرتی ہے تو وہ اجارہ نافذ نہیں ہو گا جس میں شوہر کے حقوق کی ادائیگی کامل طریقے سے نہیں ہوتی۔ اور وہاں اجارہ نافذ ہو جائے گا جہاں خاوند کے حقوق کے منافی اجارہ نہیں ہے۔)

**چہارم:** اپنی ذات کا یا اپنی ذات کی وجہ سے کسی اور کا فتنہ میں پڑ جانے کا خدشہ نہ ہو کیونکہ اس کا فتنے سے بچنا اس کے کام کرنے سے زیادہ اہم ہے اس لئے عورت کا ایسی جگہ پر کام کرنا ممنوع ہے جہاں مردوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہو اور فتنے کا ڈر ہو۔

**پنجم:** گھر سے باہر کام کرنے کی وجہ سے اسکے باقی گھریلو معاملات کی ادائیگی میں فرق نہ پڑتا ہو۔

**ششم:** شرعی لباس میں جانا۔ ایک مسلمان عورت پر لازم ہے کہ وہ شرعی لباس میں جائے جب کام پر جانا ہو۔ اور جب اس نے ایسی جگہ پر کام کرنے جانا ہو جہاں مرد بھی ہوتے ہوں تو عورت کے لئے احتیاط برتنا اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَـٰبِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ ﴾[3]

(اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تاکہ وہ ستائی نہ جائیں اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔)

---

(1) محمد کاظم یزدی، العروة الوثقى، طہران، 1388ھ، ص:533۔

(2) محسن حکیم، منهاج الصالحين، 2/79، نجف، 1387ھ۔

(3) الأحزاب: 33/59

حاشية الشهاب الخفاجي علي تفسيرالبيضاوي میں ہے: ”أن جميع بدن المرأة عورة حتى الوجه والكف مطلقاً. وقيل: يحل النظر إلى الوجه والكف إن لم يخف فتنة وعلى الأوّل هما عورة إلا في الصلاة فلا تبطل صلاتها بكشفهما ومذهب أبي حنيفة الوجه والكفان والقدمان ليست بعورة مطلقاً“[1]

(اللہ تعالی خواتین کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ جب وہ ضرورت کے لئے نکلیں تو اوڑھنی کر لیا کریں۔ کیونکہ عورت کا تمام جسم ستر میں داخل ہے یہاں تک کہ چہرہ اور ہاتھ بھی۔ بعض کے نزدیک چہرہ اور ہاتھ کو دیکھنا جائز ہے اگر فتنہ کا خوف نہ ہو۔ پہلے قول کے مطابق یہ اعضاء ستر میں داخل تو ہیں مگر نماز میں نہیں۔ اگر نماز میں یہ اعضاء ظاہر ہو جاتے ہیں تو نماز باطل نہیں ہو گی۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ چہرہ، ہاتھ اور بازوں ستر میں داخل نہیں ہیں۔)

ڈاکٹر وحبہ الزحیلی[2] لکھتے ہیں: ”ولا مانع من عمل المرأة خارج المنزل عند الحاجة بشرط التزام ما يقتضيه الدّين والخلق وعدم الخلوة، والسّتر المطلوب شرعا، فكل المرأة عورة ما عدا الوجه والكفين، لكنهما مما يجب غضّ البصر عنهما كباقي جسد المرأة“[3]

(ضرورت کے تحت گھر سے باہر عورت کے کام کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے شرط یہ ہے کہ دین اور اخلاقیات کو لازم پکڑے اور خلوت میں نہ جائے، شرعی پردہ اختیار کرے، چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا تمام جسم شرمگاہ ہے لیکن ان دونوں اعضاء سے بھی نظر پھیر کر رکھنی چاہئے جیسے عورت کے باقی جسم کو دیکھنا منع ہے)

**ہفتم:** مردوں سے اختلاط نہ ہو۔ عورت کو منع کیا گیا ہے کہ وہ مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ کر کام نہیں کر سکتی۔ یعنی ایسی جگہ جہاں کوئی تیسرا آدمی انہیں نہ دیکھ سکے۔ اگر کسی ایسی جگہ پر بیٹھتے ہیں کہ وہ عام جگہ ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مختلف مردوں اور عورتوں کا ایک جگہ پر کام کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شرعی دائرے کے اندر رہو۔ اگر فتنے میں پڑنے کا خوف نہ ہو تو خلوت میں بیٹھنے کا بھی اس حدیث سے جواز ملتا ہے:

((عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: جاءت امرأة من الأنصار إلى النبيﷺ فخلابها فقال: والله إنكم لأحب الناس إليَّ))[4]

(ایک انصاری عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے اور فرمایا اللہ کی قسم

---

[1] شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی مصری حنفی، حاشية الشهاب على تفسير البيضاوي، الْمسماة: عِناية القاضى وكفاية الراضِى عَلَى تفْسيرِ البَيضَاوي (بیروت: دار صادر، 6/372۔

[2] ڈاکٹر وحبہ زحیلی عالم اسلام کے مشہور فقیہ گزرے ہیں۔ ان کی ولادت سن 1932ء میں شام میں ہوئی اور تعلیم مصر میں مکمل کی۔ آپ نے دنیا کے 60 ممالک میں اسلامی فقہ پر لیکچر دیے۔ جامعہ دمشق میں تدریس میں زیادہ وقت گزرا۔ وفات 2015ء میں ہوئی۔

[3] وحبہ زحیلی، التفسيرالمنيرفي العقيدة والشريعة والمنهج، دارالفکر المعاصر، دمشق، طبع ثانی، 1418ھ، 2/322۔

[4] صحیح بخاری: حدیث نمبر: 5234

آپ (انصار) باقی لوگوں سے مجھے زیادہ عزیز ہیں۔)

ابن حجر لکھتے ہیں: "أي لا يخلو بها بحيث تحتجب أشخاصهما عنهم بل بحيث لايسمعون كلامهما إذا كان بما يخافت به كالشيء الذي تستحي المَرأة من ذكره بين الناس. وأخَذ المُصنف قوله في الترجمة "عند الناس" من قوله في بعض طرق الحديث" فخلَ بها في بعض الطرق أوفِي بعض السكك" وهي الطرق المسلوكة التي لا تنفك عن مرور الناس غالبا"[1]

(ظاہری زینت کی جگہوں کو دیکھنا جس میں چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں، رخصت دی گئی ہے اللہ تعالی کے فرمان (وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان کے جسم سے ظاہر ہوتا ہے) اس میں زینت سے مراد زینت کی جگہیں ہیں۔ اور ظاہری زینت کی جگہیں چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ پس چہرے کی زینت سرمہ ہے اور انگوٹھی ہاتھ کی زینت ہے اور چونکہ عورت خرید و فروخت اور لین دین کی محتاج ہوتی ہے اور وہ ان تمام امور کو تب ہی سرانجام دے سکتی ہے جب چہرہ کھلا ہوگا اور ہاتھ بھی۔)

اسی طرح شرح مقنع میں ہے: "وَلا خِلافَ فِي إِبَاحَةِ النَّظَرِ إِلَى الْوَجْهِ، لأَنَّهُ لَيْسَ بِعَوْرَةٍ، مِنْ غَيْرِ خَلْوَةٍ بِهَا"[2]

(چہرے کی طرف دیکھنے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ حصہ شرمگاہ میں داخل نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ علیحدگی میں نہ ہوں۔)

## ملازمت سے منع کرنے والوں کے دلائل:

جن علماء نے عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر عمومی طور پر پابندی لگائی ہے انہوں نے درج ذیل نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے استدلال پکڑا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ ۖ ٣٣﴾[3]

(اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں اور گزشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھریں۔)

تفسیر قرطبی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے: "وإن كان الخطاب لنساء النبي ﷺ، فقد دخل غيرهن فيه بالمعنى، هذا لو لم يرد دليل يخص جميع النساء. كيف والشريعة طافحة بلزوم النساء بيوتهن والإنكفاف عن الخروج منها إلا لضرورة"[4]

---

([1]) احمد بن علی بن حجر ابوالفضل عسقلانی شافعی، فتح الباري شرح صحيح البخاری (بیروت: دارالمعرفہ، 1379ء) 9/333۔

([2]) ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد ابن مفلح، المبدع في شرح المقنع، دارالكتب العلمية، بیروت، طبع اول 1997ء) 6/85۔

([3]) الأحزاب: 33/33

(4) ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، تفسير القرطبي (الجامع لأحكام القرآن)، دارالشعب، قاہرہ، 14/179۔

(اگرچہ اس میں خطاب امہات المؤمنین کو ہے لیکن معنوی طور پر غیر بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں اگرچہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو تمام عورتوں کو خاص کر دے لیکن یہ اس لئے کہ شریعت عورتوں کو لازم کرتی ہے کہ وہ گھروں میں مقیم رہیں اور بغیر کسی حاجت کے گھر سے نہ نکلیں) اسی طرح قرآن پاک میں ایک اور جگہ پر ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ﴿٥٣﴾﴾ [1]

(اور جب (نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔)

اس آیت میں بھی تمام مؤمنات شامل ہیں۔ اگر انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی آئے تو تم پردہ کر لیا کرو تو ان کے لئے بغیر ضرورت نکلنا کیسے مباح سمجھا جا سکتا ہے؟

سنن ترمذی کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: **((المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان))** [2]

(عورت مکمل طور پر مستور رہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان بھی اس کے ساتھ چل پڑتا ہے) یہ تمام دلائل اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ عورت گھر میں رہنے کو ترجیح دے صرف ضرورت کے تحت وہ نکل سکتی ہے۔

بچوں کی اصل تربیت گاہ ان کا اپنا گھر ہے۔ گھر میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا اثر بچوں پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے گھر کا ماحول خراب ہو جاتا ہے اور بچے کی نفسیاتی زندگی میں خلل پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ ایک متوازن انسان بننے کے قابل نہیں رہتا۔ مغرب میں جہاں مادرانہ اور پدرانہ فرائض سے کنارہ کشی کی جا رہی ہے وہاں اب اس بات کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ ایک اچھا گھر اچھے بچے پیدا کرتا ہے۔ [3]

سید قطب [4] لکھتے ہیں: پرورش گاہوں میں تربیت یافتہ نسل شاذ منحرف ناقص انسانیت کی حامل ہے، تربیت گاہوں میں جو عورتیں ماں بنتی ہیں وہ جذبہ مادری سے محروم ہوتی ہیں، پھر بچوں کو تربیت گاہوں میں بھیجنے کے لئے انتہائی احمقانہ اور مجنونانہ حرکت کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ ماں ملازمت کرتی ہے تاکہ بچہ کی تربیت کرنے والی آیا کی تنخواہ دے سکے اور نتیجہ یہ کہ بچہ حقیقی ماں سے محروم اور آیا جذبہ مادری سے محروم۔ [5]

---

([1]) الأحزاب: 33/53

([2]) سنن ترمذي، حدیث نمبر: 342، حدیث نمبر علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، **صحيح وضعيف سنن الترمذي** ج3، ص، 173

([3]) ڈاکٹر ملک حسن اختر، **تعلیم کا فن**، ص: 42۔

([4]) سید قطب کی ولادت سن 1906ء کو مصر میں ہوئی۔ قاہرہ یونیورسٹی میں اعلی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں بطور پروفیسر کام کیا اور بعد میں اخوان المسلمین سے وابستہ ہو گئے۔ ان کی کتاب **معالم في الطريق** کو وجہ بنا کر سن 1966ء میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا جس میں الزام تراشا گیا تھا کہ انہوں نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا۔ ان کی تفسیر فی ظلال القرآن کو عالمی شہرت حاصل ہوئی۔

([5]) محمد قطب، **النظور والثبات في حياة البشرية**، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء، ص: 264۔

## جمہور کے نزدیک خواتین کی مزدوری کی حیثیت:

عورت کا گھر پر ٹھہرنا اس وجہ سے لازم ہے تا کہ وہ امور خانہ کو بہتر طریقے سے سر انجام دے سکے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ باہر نکل ہی نہیں سکتی، کیونکہ ان لوگوں کے دلائل اور شواہد بھی بہت مضبوط ہیں جو عورت کے باہر نکلنے کے جواز کے قائل ہیں۔ لیکن انہوں نے بھی عورت کا باہر نکلنا ضرورت اور حاجت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ جمہور فقہاء کا مؤقف بھی یہی ہے کہ عورت ضرورت کے تحت گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ اب ضرورت کے تحت کیا کیا امور داخل ہیں وہ بیان نہیں کیے گئے اور قرآن پاک میں بھی اللہ تعالی نے اپنی رحمت و محبت کی وجہ سے کہیں حاجات و ضروریات کو مخصوص اقسام کے ساتھ مقید نہیں کیا بلکہ دین اسلام کے قواعد کلیہ کے مطابق چھوڑ دیا کیونکہ ضروریات و حاجات وقت اور جگہ کے حساب سے بدلتی رہتی ہیں۔[1]

## عورت کے مزدوری کرنے کی وجہ

گھر کا معاشی بوجھ اٹھانا اصولا مرد کے فرائض میں سے ہے۔ یہ اس کی ڈیوٹی ہے کہ وہ اپنے لئے اور اپنے اہل خانہ کیلئے محنت و مزدوری کرے اور انہیں روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرے اور ان ضروری اخراجات کو بھی پورا کرے جو بیوی، بچوں کی صحت و تعلیم سے متعلقہ ہیں۔ لیکن اگر صورت حال ایسی بن جاتی ہے کہ مرد کی آمدنی کے ذرائع بہت محدود ہوتے ہیں وہ اپنی مکمل کوشش و کاوش کے باوجود تمام اخراجات کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا، یا خدانخواستہ کسی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے، یا جسم میں وہ طاقت نہیں رہتی جس کے بل بوتے پر وہ گھر کا کفیل تھا، تو اسلام ایسی صورت میں عورت کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے اور اہل خانہ کے لئے کسب معاش کرے۔ ویسے تو بہت سی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے عورت معاشی میدان میں قدم رکھتی ہے، لیکن یہاں پر اختصار سے کام لیتے ہوئے بنیادی وجہ ذکر کی جاتی ہے جسکی وجہ سے عورت مزدوری کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی ہے۔

## گھریلو معاشی تنگدستی

شوہر کی معاشی تنگدستی یا اس کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد عورت گھر کی سربراہ ہوتی ہے۔ اسے اچانک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا اس نے کبھی سوچا تک نہیں ہوتا۔ ایسی مشکل صورتحال میں عورت کے لئے محنت و مزدوری کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔ وہ محنت و مزدوری کی طرف آتی ہے تا کہ معصوم بچوں کی کفالت کر سکے۔ بعض اوقات صورتحال ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ مرد کسی مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے یا بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی صرف بیٹیاں ہوتی ہیں یا بچے چھوٹے ہوتے ہیں اور گھریلو معاشی حالت دگرگوں ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں بوڑھے شوہر کا سہارا بننے کیلئے، یا بہن بھائیوں اور ماں باپ کا سہارا بننے کے لئے اگر کوئی مناسب ملازمت اختیار کرتی ہے، یا کسی گھر میں محنت و مزدوری کرتی ہے تو ایسا کرنے میں شرع نے کوئی قدغن نہیں لگائی ہے۔ اس کی مثال قرآن پاک میں بیان کردہ حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ ہے کہ جب

---

([1]) ڈاکٹر طہ عابدین، المرأة المسلمة بين فقه القرار وضوابط الخروج (سعودب عرب، دار الاندلس، طبع اول، 2004ء) ص: 71۔

وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور گھر میں کوئی بیٹا بھی نہیں ہے تو ان کی دو بیٹیاں روزانہ کنویں پر پانی بھرنے اور بکریوں کو پانی پلانے جاتی تھیں۔ (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) اگر اسلامی تعلیمات کو دیکھا جائے تو ایسی صورتحال میں اسلامی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سرکاری بیت المال سے تمام ضرورت مندوں کو حصہ دے اور حکومت ہی تمام ضرورت مندوں، محتاجوں اور معذور لوگوں کا بوجھ برداشت کرے اور کفیل بنے۔ اس کے علاوہ اسلام نے زکوۃ وصدقہ کی شکل میں بھی اس طبقہ کی خبر گیری کا حکم دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کیا میں تمہیں بہترین صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اپنی اس بیٹی پر خرچ کرو جو بیوہ یا مطلقہ ہو کر تمہارے پاس آگئی ہے اور اس کا کوئی کمانے والا نہیں رہا۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی صنعت وحرفت سے واقف تھیں اس کے ذریعے اپنے اور اپنے خاوند اور اپنے بچوں کے اخراجات بھی پورے کرتی تھیں۔ ایک بار خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

**((إني امرأة ذات صنعة أبيع منها وليس لي ولا لولدي ولا لزوجي نفقة))**[2]

(میں ایک کاریگر عورت ہوں، چیزیں تیار کر کے بیچتی ہوں کیونکہ میرے پاس میرے بچوں کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے، تو کیا وہ ان پر خرچ کر سکتی ہوں آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں تم کو اس کا اجر ملے گا۔)

اسی طرح ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

**((قالت جاءت امرأة ومعها ابنتان لها، فسألتني فلم تجد عندي شيئا غير تمرة واحدة، فأعطيتها إياها فأخذتها فقسمتها بين ابنتيها ولم تأكل منها شيئا ثم قامت فخرجت وابنتاها فدخل علي النبيﷺ فحدثته حديثها، فقال النبي ﷺ : من ابتلي من البنات بشيء فأحسن إليهن كن له سترا من النار))**[3]

(ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اس کی دو بیٹیاں بھی اس کے ساتھ تھیں، اس نے مجھ سے سوال کیا تو میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہ تھا، وہی میں نے اس کو دے دی، اس نے دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنی بیٹیوں کو دے دیا اور خود کچھ نہ کھایا، پھر اپنی بیٹیوں کے ساتھ واپس چلی گئی۔ اچانک حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے پورا واقعہ بیان کر دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی بیٹیوں کی وجہ سے آزمایا جاتا ہے اور وہ آزمائش میں پورا اترتا ہے تو قیامت والے دن وہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے رکاوٹ بن جائیں گی۔)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے اپنی بیٹیوں کے لئے تگ ودو کرنے کو سراہا اگرچہ اس عورت نے سوال کر کے جستجو کی۔ اور وہ عورت جو کسی سے سوال نہیں کرتی بلکہ بذات خود محنت ومشقت کر کے کماتی ہے تاکہ

---

(1) **سنن ابن ماجه**، کتاب الادب، باب بر الوالدوالاحسان الى البنات، **حدیث نمبر**:3667۔

(2) **سنن ابوداؤد**، کتاب الطلاق، باب فى المبتوتةتخرج بالنهار، **حدیث نمبر**:2297۔

(3) **صحیح مسلم**، كتاب البروالصلةوالآداب، باب فضل الإحسان إلي البنات (**بیروت**: داراحیاء التراث العربی، 4/2027۔

اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے، اس کا احسان اپنی اولاد پر بطریق اولی ہو گا کہ وہ حلال اور صاف ستھرا رزق بچوں کو کھلا رہی ہے، اور بھیک مانگ کر یا صدقہ کے پیسے لے کر نہیں کھلا رہی۔ [1]

ابن قیم جوزی نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کا قول ذکر کیاہے کہ عورت اس وقت کیا کرے جب شوہر اخراجات اٹھانے سے قاصر ہو جاتا ہے: "**فقال: ليس لها أن تفسخ عقد الزوجية، لكن يرفع الزوج يده عنها لتكتسب**"[2]

(عورت کے لئے منع ہے کہ وہ اپنے عقد زوجیت کو ختم کر دے بلکہ شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کو اجازت دے کہ وہ کما سکے)

دور حاضر میں صرف روٹی، کپڑا اور مکان ہی انسانی ضروریات میں سے نہیں بلکہ وہ چیزیں بھی ضروریات زندگی میں شامل ہو گئی ہیں جن کے بغیر گذارہ نہیں ہے مثلا تعلیم اور صحت بھی ضروریات زندگی میں سے ہیں۔ بعض اوقات تعلیم پر خرچ کرنا فوقیت رکھتاہے بنسبت اس کے کہ آپ کھانے پینے اور مکان پر خرچ کریں۔ ہر وہ چیز جو انسانی زندگی کو آسان بناتی ہے اور وسعت لاتی ہے وہ ضرویات میں سے ہے۔ اب اکیلا ایک آدمی شوہر ہو یا باپ، بھائی ہو یا کوئی سرپرست اعلی، تمام ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ صاحب جائیداد ہو۔ لیکن اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ محتاج ہوتے ہیں کسی ایسے آدمی کی طرف جو ان کا معاون و دست بازو بنے۔

دنیامیں صرف دین اسلام ایسا مذہب ہے جو عورت کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتاہے اگر اسے گھر سے باہر محنت و مزدوری کی اجازت دی ہے تو وہ بوقت مجبوری اور ضرورت کے تحت دی ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ رواج سرعام طوطی بولنے لگاہے کہ عورت کو چاہے مجبوری نہ بھی ہو تب بھی وہ گھر سے باہر کام کو ترجیح دیتی ہے۔ یہ مغربی معاشرے کے مرہون منت ہے کہ اس نے ہمیں یہاں لا کھڑا کر دیاہے، جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مشرقی روایات اور مغربی طرز زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ڈاکٹر مصطفی سباعی لکھتے ہیں: اسلامی نقطہ نظر سے لڑکی اور عورت کا عمومی طور پر خود کو کام کرنے کے لئے مکلف کر دینا صحیح نہیں ہے کہ وہ اس وجہ سے کمائے کہ اس نے خود پر، اپنے والدین، بھائی یا شوہر پر خرچ کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ازدواجی زندگی میں گھر کے اوپر بہت سے ضروری اور اہم کام کرنے ہوتے ہیں جن میں سے ایک بچوں کی تربیت کرنا شامل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے خود کو دوسرے مردوں کے دھوکہ، فریب اور مکر سے بچا کے معاشرے میں عزت کے ساتھ رہنا ہوتا ہے۔ [3]

درج بالا سطور میں عورت کے اس مقام و مرتبہ کو واضح کرنے کی کوشش کی جو اسلام نے انہیں دیاہے۔ اور عورت

---

([1]) عبدالحلیم ابوشقہ، تحریر المرأة في عصر الرسالة (کویت: دار القلم للنشر والتوزیع، طبع اول، 1990ء) 2/360۔

([2]) ابن قیم جوزی، زاد المعاد في هدي خير العباد، 5/513۔

([3]) ڈاکٹر مصطفی سباعی، المرأة بين الفقه والقانون، (قاہرہ: دار السلام، طبع رابع، 2010ء) ص: 114۔

کے متعلق مغربی فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مغربی فلسفہ یہ ہے کہ جب لڑکی بالغ یا تقریبا سترہ سال کی ہو جاتی ہے تو اس کے والدین یا قریبی رشتہ داروں پر اس کا خرچ اٹھانا لازم نہیں رہتا، بلکہ اس نوجوان لڑکی کے لئے خود سے کوئی کام ڈھونڈ کے اپنے لئے پیسہ جمع کرنا ہوتا ہے تاکہ اپنی شادی کا بندوبست کر سکے اور جب شادی ہو جاتی ہے تو گھر اور بچوں کے اخراجات میں شوہر کو حصہ دینا پڑتا ہے (تاکہ گھر کا بوجھ ایک پر نہ پڑے)۔اور جب تک وہ عورت کما سکتی ہے اسے کمانا ہوتا ہے چاہے اس کا بیٹا بڑا ہو کر دنیا کا امیر ترین انسان ہی کیوں نہ بن گیا ہو۔

# مبحث دوم: فقہ اسلامی میں بچوں کی مزدوری کی حیثیت

بچوں کی مزدوری کرنے اور فقہ اسلامی کے تناظر میں اس کا جائزہ لینے سے پہلے ہم اس بات کو جانچنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چھوٹے بچوں کی کیا اہمیت ہے اور دین اسلام نے ان سے مزدوری لینے کا کیا تصور پیش کیا ہے؟

## اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بچوں پر شفقت

دین اسلام میں بچوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بچوں کے ساتھ نرمی، محبت، عاطفت اور شفقت کا درس نہ صرف اپنی تعلیمات کے ذریعے دیا بلکہ عملی طور پر بچوں سے پیار و محبت کر کے اس چیز کو واضح کر دیا کہ اسلام میں بچوں کی بہت اہمیت ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

((لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا))[1]

(جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔)

اسی طرح ارشاد نبوی ہے: ((من یحرم الرفق یحرم الخیر))[2]

(جو نرمی سے محروم ہے وہ تمام خیر سے محروم ہے۔)

قبل از ظہور اسلام بچوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا تھا خاص طور پر بچیوں کی پیدائش کو غیرت وحمیت کے خلاف سمجھ کر زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے نہ صرف اس مکروہ طریقہ کو ختم کیا بلکہ آقائے نامدار ﷺ نے فطرتی تقاضوں کو بحال کیا اور خاص طور پر بچوں کے ساتھ حسن سلوک کا بھی حکم دیا۔

الغرض بچے اللہ تعالی کا وہ عطیہ ہیں جس کا کوئی آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن جو شعور اور فہم و فراست اللہ تعالی نے ایک بالغ آدمی اور سن رسیدہ کو دی ہوتی ہے وہ فہم و شعور ایک دس پندرہ سالہ بچے میں نہیں پایا جاتا۔ انہیں اپنا نفع ونقصان کی پہچان حاصل نہیں ہو پاتی۔ اس لئے اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ بچوں کو بہتر سے بہتر تربیت دی جائے، اسلام میں بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کریں۔

## بچپن کا اطلاق

اب رہا سوال یہ کہ بچپن کا اطلاق بچے کی کس عمر تک ہو گا؟ اور کب وہ جوان شمار کیا جائے گا یا کی جائے گی؟

مولانا خالد سیف اللہ لکھتے ہیں: بچہ اور کم عمر کا اطلاق کس سن وسال کے لڑکوں اور لڑکیوں پر ہو گا؟ اس سلسلہ میں

---

[1] مسندأبي يعلى، احمد بن علی بن المثنی ابویعلی موصلی تمیمی، دار المأمون للتراث، دمشق، طبع اول، 1984ء) 7/238۔

[2] صحیح مسلم، حدیث نمبر:45

جدید میڈیکل تحقیق کی روشنی میں ۱۴ سال کی عمر طے کی گئی ہے۔ حیرت انگیز طور پر بڑے چھوٹے کی تحدید کے لئے جو عمر رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی یہ وہی عمر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے مطابق کے موقع سے مجھے جہاد میں شرکت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے مجھے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی۔ پھر جب غزوہ خندق میں میری پیشی ہوئی تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ جب نافع نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہی بڑے اور چھوٹے کے درمیان عمر کی حد ہے، چنانچہ اپنے گورنروں کو خط لکھا کہ جو لڑکے پندرہ سال کے ہو گئے ہوں ان کے لئے فوجی خدمت کا وظیفہ مقرر کر دیں۔[1]

## بچوں کا مزدوری کرنا

بچوں کا محنت و مزدوری کرنا کسی نہ کسی وجہ سے ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ باپ کا انتقال ہو گیا یا باپ کمائی سے معذور ہوا اور گھر میں کوئی اور کمانے والا نہیں ہوتا، تو بے چاری بیوہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ اپنے کم عمر مہکتے پھولوں کو مشقت کی اس بھٹی میں ڈال کر چند ایک پیسے کمائے جس سے اپنا تن ڈھانپ سکیں، پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں، اپنی اور گھر کی عزت و آبرو کی حفاظت کر سکیں۔ یہی مجبوریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے چھوٹے بچے محنت و مزدوری پر مجبور ہو جاتے ہیں تاکہ وہ اپنے معذور باپ کا سہارا بن سکیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ کا انتقال ہو جاتا ہے تو بچے کی دیکھ بھال کی ذمہ داری اخلاقی طور پر خاندان کے قریبی لوگوں پر عائد ہوتی ہے لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ وہ لوگ ان جیسے بچوں کی مدد کرنے کی بجائے جائداد اور باقی مال کو ہڑپ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ وہ کسی غریب کی جھونپڑی کو ایک نظر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ ہمارا ظالم اور خود غرض سماج ان کی مجبوری کو دیکھ کر اس کی بچی کچھی جمع پونجی بٹورنے بلکہ بعض اوقات اس کی عزت و آبرو کا بھی سودا کرنے کو تیار نظر آتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسے مواقع پر ان بے کس و بے آسرا لوگوں کو اپنا بچہ مزدوری پر لگانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ آخر کار وہ اپنی تعلیم ترک کر کے کسب معاش میں لگ جاتا ہے کیونکہ حالات ایسے بن جاتے ہیں کہ بچہ محنت و مزدوری کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا، وہ اپنی والدہ کا سہارا بننے کی کوشش کرتا ہے انہیں حالات کو مد نظر رکھ کر فقہاء نے لکھا ہے: "فللأب أن يؤاجرابنه الصّغير في عمل من الأعمال لأنّ ولايته على الصّغيركولايته على نفسه، لأنّ شفقته عليه كشفقته على نفسه، وله أن يؤاجر نفسه "[2]

(باپ کے لئے جائز ہے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کا کسی بھی عمل میں اجارہ کرے کیونکہ ولی ہونے کی وجہ سے اس کا بیٹے کے لئے حکم ایسے ہی ہے جیسے اپنی ذات کے لئے کوئی فیصلہ ہو، کیونکہ باپ کا بیٹے پر شفقت کرنا ایسے ہی ہے جیسے اس کا اپنی ذات پر شفقت کرنا، اسی طرح بیٹے کو مزدور رکھنا ایسے ہی ہے جیسے اپنی ذات کا اجارہ کرنا۔)

---

([1]) اسلام اور جدید فکری مسائل، ص:272،273۔

([2])علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (بیروت: دار الكتب العلمية، طبع ثانی، 1986ء) 4/177۔

علامہ کاسانی نے وجہ بھی بتائی ہے کہ باپ اپنی موجودگی میں اپنے بیٹے کو اجارہ پر اس نیت سے لگا سکتا ہے جب نیت صرف مال کمانا نہ ہو بلکہ مال کمانے کے ساتھ ساتھ تربیت، تہذیب اور کاروبار کرنے کا فن سکھانا مقصود ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء نے مطلقاً بچوں کی مزدوری کی اجازت نہیں دی بلکہ ایسے اجارہ کی اجازت دی ہے جس میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا پہلو نظر انداز نہ کیا گیا ہو، اور اس بات کو علامہ کاسانی نے تہذیب اور تادیب کا نام دیا ہے۔ اگر والدین بچوں کو ایسی جگہ پر مزدوری میں لگاتے ہیں جہاں ان کی تعلیم و تربیت میں فرق نہیں پڑتا بلکہ اضافہ ہوتا ہے تو ایسے اجارہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جس طرح والد مجبوری میں اپنے بچے کو مزدوری پر لگا سکتا ہے اسی طرح بیوہ عورت بھی اپنے بچے کو مزدوری پر لگا سکتی ہے۔ ویسے تو ان جیسے حالات میں عزیز و اقارب کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مشکل حالات میں دست تعاون دراز کریں اور بچے کو کسب زر کا ذریعہ نہ بننے دیں اور اسے تعلیم و تربیت سے دور مت رکھیں کیونکہ بچے کا تعلیم و تربیت سے دور ہونا اسے پسماندہ اور محروم رکھنے کے مترادف ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں تلقین کی گئی ہے کہ کم عمر بچوں کو کسب معاش کا مکلف نہ بنایا جائے کیونکہ جب وہ کمانے کے عادی بن جائیں گے تو ان کے ہاتھ میں پیسہ آجائے گا اب اگر کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ انہیں کوئی کام کرنے کو نہیں ملتا تو کم عقلی اور تعلیم و تربیت میں ناپختگی کی وجہ سے وہ چوری کرنے لگ جائیں گے۔ (1)

بچے کا کام کرنا اور محنت و مزدوری کرنا ایسے معاملات میں سے ہیں جہاں نقصان بھی مرتب ہوتا ہے اور فوائد بھی ہوتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ نقصان بچے کی صحت سے متعلقہ ہے جبکہ دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ والدین اس کی تعلیم و تربیت اور نشوونما پر خاطر خواہ توجہ نہیں دے پاتے اور چھوٹے بچے ہی کل کو معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اگر آج ان کی تعلیم و تربیت میں کمی رہ گئی تو کل کو ایک خوبصورت اور اجلا ہوا معاشرہ تشکیل نہ پا سکے گا۔ اور بچوں کے کام کرنے پر کچھ ایسے فوائد مرتب ہوتے ہیں جن کی امت کو مخصوص حالات میں ضرورت پڑتی ہے اپنے بچوں کی طاقت سے فائدہ اٹھانے کے لئے۔ اور خود بچے اپنی شخصیت کو نکھارنے میں کبھی کبھار مشقت والا کام کرنے میں محتاج ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایسا کام جو ان کی ذہنی صلاحیت و استعداد میں نکھار پیدا کرے وہ کام بچے کے لئے کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر بچے کو ٹیکنیکل تعلیم یا ایسے ہنر سیکھنے میں لگا دیا جاتا ہے جہاں تعلیم بھی ہے اور کسب معاش بھی تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اصل میں تعلیم ہے نہ کہ کسب معاش۔ اگر کسب معاش ساتھ ہے بھی تو اس کی حیثیت ضمناً ہے۔

---

(1) (لاَ تُكَلِّفُوا الأَمَةَ غَيْرَ ذَاتِ الصَّنْعَةِ الْكَسْبَ، فَإِنَّكُمْ مَتَى كَلَّفْتُمُوهَا الْكَسْبَ، كَسَبَتْ بِفَرْجِهَا، وَلاَ تُكَلِّفُوا الصَّغِيرَ الْكَسْبَ، فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يَجِدْشيئاً سَرَقَ، وَعِفُّوا إِذْ أَعَفَّكُمُ اللَّهُ، وَعَلَيْكُمْ مِنَ الْمَطَاعِمِ بِمَا طَابَ مِنْهَا) مالک بن انس، **موطا امام مالک**، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، 1412ھ، ج2، ص:160

## باپ کی زندگی میں بچے کا مزدوری کرنا

اگر باپ خود کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو یا خود کمارہا ہو تو اپنی نابالغ اولاد کو کسب معاش اور ملازمت پر مجبور کرنے اور تعلیم چھڑوا دینے کو شریعت اچھا نہیں سمجھتی۔ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا والدین کا شرعی، اخلاقی، اور قانونی فریضہ ہے۔ قبل ازوقت مشقت کرانا ان کی صحت اور جسمانی نشوونما پر برے اثرات مرتب کرتی ہے۔ والدین اپنے ننھے پھول پیسے کمانے کے چکر میں دوسروں کے حوالے تو کر دیتے ہیں لیکن انہیں اندازہ نہیں ہوتا کہ چند ٹکوں کی خاطر ہمارے جگر کے ٹکڑوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے، بچوں سے ان کی طاقت و قوت سے بڑھ کر کام کرایا جاتا ہے، صحتمند خوراک مہیا نہیں کی جاتی، رہنے کے لئے صحیح جگہ نہیں ملتی، بچوں کا معاشی مستقبل تاریک ہو جاتا ہے اور ان کے لئے پوری زندگی ایسی ہی معمولی مزدوری اور کم آمدنی پر انحصار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔ بچے مزدوری کی وجہ سے نہ صرف تعلیم و تربیت سے دور ہو کر خود جاہل رہتے ہیں بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو بھی صحیح راستہ نہیں دکھا پاتیں، تعلیم و تربیت سے دوری کی وجہ سے بچوں میں اخلاقی تنزلی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔[1]

بچوں کے مزدوری کرنے سے جہاں اس کا اپنا تعلیمی و تربیتی نقصان ہوتا ہے وہیں ہمارے معاشرے اور ملک و قوم کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ کام کاج میں مصروف چھوٹے چھوٹے بچوں میں سے کئی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی ذہانت ان کی آنکھوں سے چھلک رہی ہوتی ہے بہت ذہین اور فہیم ہوتے ہیں۔ اگر ان کی صحیح تعلیم و تربیت کر کے قومی دھارے میں لایا جائے تو خاندان کی فلاح و کامیابی کے ساتھ ساتھ ایک عظیم معاشرے کی بنیاد بھی مضبوط ہو گی۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ بچوں کو قبل ازوقت کسب معاش کی بھٹی میں نہ جلائیں۔ اپنے وقتی فائدے کے لئے ان کو ہمیشہ نقصان میں نہ ڈالیں۔ اسی طرح دکاندار اور کارخانہ داران اور مل مالکان جن کے پاس کم عمر بچے محنت و مزدوری کرتے ہیں ان کو بھی چاہئے کہ قوم کے ان نونہالوں کے حقوق کو محسوس کریں۔ پہلے تو انہیں چاہئے کہ ان سے مختصر اور چھوٹا کام لیں اور اگر کام زیادہ لینا ہے تو اتنا لیں جتنا وہ اپنی طاقت و بساط کے مطابق کر سکنے کے قابل ہوں۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے کہ مزدور سے اتنا کام لیا جانا چاہئے جتنا وہ برداشت کر سکنے کے قابل ہو، جب ایک مزدور کے بارے یہ اسلامی نقطہ نظر ہے تو ایک چھوٹے بچے سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لینا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

## مزدور بچے کو مارنے کی ممانعت

فقہاء نے مارنے سے منع کیا ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

(مستاجر کے لئے جائز نہیں کہ وہ لڑکے کو مارے۔ کیونکہ اس کے سرپرست نے اسے مارنے کی اجازت نہیں دی بلکہ خدمت حاصل کرنے کے لئے دی ہے۔ اور مارنا خدمت کے لوازمات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی بچے کو حصول خدمت کے لئے مارنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مستاجر بغیر مارے اس لڑکے سے خدمت لے سکتا ہے اس لئے مستاجر کو مارنے کی اجازت نہیں

---

([1]) عصام انور سلیم، **قانون العمل** (اسکندریہ، منشأة المعارف، طبع ثانی، 2002ء) ص: 510۔

دی گئی۔ ہاں اگر اسے کوئی شخص جانور دیتا ہے تب اگر مارنے کے سوا سواری نہیں ہو سکتی یا وہ جانور سے استفادہ مارے بنا نہیں کر سکتا تو مستاجر کو اجازت ہے کہ وہ جانور کو مار سکتا ہے لیکن مزدور لڑکے کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔)[1]

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا والد نابالغ بچے کو کاروبار کرنے کا پابند بنا سکتا ہے یا نہیں؟ یا والد کے انتقال یا کسی معذوری کی صورت میں چھوٹے نابالغ بیٹے کا کسی سے کوئی معاہدہ ہوتا ہے تو کیا وہ معاہدہ شرعی طور پر ٹھیک ہو گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ چھوٹا نابالغ بچہ عقد کر سکتا ہے یا نہیں؟

## احناف کا مؤقف:

اگر بچہ سمجھدار نہیں ہے تو اس کا اپنے مال میں یا ذاتی زندگی کے معاملات میں کسی قسم کا لین دین یا تصرف واقع نہیں ہو گا۔ اگر وہ سمجھدار ہے تو پھر اس کے تصرف کرنے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ وہ اپنے مال میں ایسا تصرف کرتا ہے جس سے اس کے مال کو واضح نقصان ہوتا ہو جیسے طلاق دینا، غلام کو آزاد کرنا، قرض یا صدقہ دینا۔ اس طرح کا عقد قطعی طور پر واقع نہیں ہو گا چاہے ولی اجازت ہی کیوں نہ دے۔ دوسری قسم اس کے تصرف کی یہ ہے کہ وہ ایسا تصرف کرتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو جیسے ہدیہ قبول کرنا یا اسلام قبول کرنا تو اس طرح کا عقد نافذ ہو گا چاہے ولی اجازت نہ دے۔ تیسری قسم تصرف کی یہ ہے کہ نابالغ بچہ ایسا عقد کرتا ہے جس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہو جیسے خرید وفروخت کرنا تو یہ ایسا عقد ہے جس میں دونوں احتمالات موجود ہیں کہ فائدہ بھی ہو سکتا ہے اور نقصان بھی۔ اگر فائدہ نظر آتا ہے تو یہ عقد دوسری قسم سے متعلقہ ہو جائے گا لیکن اگر دونوں احتمالات موجود ہوں اور فائدے کا حصول واضح طور پر نظر نہیں آتا تو ایسا عقد صحیح ہو گا مگر ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا اور ولی کی اجازت بھی تب تسلیم نہیں کی جائے گی جب اس میں واضح طور پر نقصان ہو۔)[2]

## مالکیہ کا مؤقف:

جب ایسا بچہ عقد کرتا ہے جو خرید وفروخت یا اس جیسے معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو جس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہو تو اس کا تصرف کرنا واقع ہو جائے گا۔ پھر اگر مصلحت ولی کے اجازت دینے میں ہے تو ولی کو کہا جائے گا کہ وہ اجازت دے۔ اگر مصلح رد کر دے تو ولی کو چاہئے کہ وہ ایسا معاملہ رد کر دے۔[3]

## شوافع کا مؤقف:

شوافع کہتے ہیں کہ چار طرح کے آدمیوں کی خرید وفروخت واقع نہیں ہوتی، ان میں سے ایک بچہ ہے چاہے وہ

---

([1])برہان الدین ،المحیط البرھانی، ص:306۔

([2])جزیری، عبد الرحمن بن محمد عوض، الفقه على المذاهب الأربعة، (بیروت: دارالکتب العلمیة، طبع ثانی، 2003ء)، 2/324۔

([3])ایضاً، 2/325

خرید و فروخت کی تمیز رکھنے والا ہو یا نہ ہو۔ دوسرا پاگل اور تیسرا غلام ہے چاہے وہ مکلف ہی کیوں نہ ہو اور چوتھا نابینا شخص ہے اگر کوئی اور بھی ان کے لئے خرید و فروخت کرتا ہے تو وہ بیع باطل ہو گی۔ (1)

**حنابلہ کا مؤقف**:

فقہاء نے کہا ہے کہ بچے کا کم قیمت کی چیز کا خرید و فروخت کرنا ٹھیک ہے چاہے اس میں چیزوں کو فرق کرنے کی صلاحیت نہ پائی جاتی ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو درداء نے ایک بچے سے چڑیا خرید کر آزاد کی تھی۔ (2)

ان کے نزدیک بچے کا خرید و فروخت اور عقد کرنا ٹھیک ہے اور ولی کی اجازت سے مشروط نہیں ہے۔

**امامیہ کا مؤقف:**

ڈاکٹر احمد وائلی لکھتے ہیں:

امامیہ کے ہاں مشہور قول یہ ہے کہ ایسا بچہ جو ابھی بالغ نہیں ہوا چاہے وہ سمجھ بوجھ بھی رکھنے والا ہو اس کا عقد کرنا باطل ہے اگرچہ اس نے ولی کی اجازت سے ہی کیوں نہ کیا ہو۔ عام ازیں اس نے وہ عقد بذات خود کیا یا اپنے نائب کے ذریعے کیا ہو، وہ عقد کم قیمت اشیاء میں ہو یا قیمتی اشیاء میں۔ مگر یہ کہ ایسی چیزیں جنہیں استثنیٰ حاصل ہے جیسے صدقہ کرنا اور وصیت کرنا۔ عقد کے باطل ہونے کی وجہ حدیث نبوی ہے کہ: تین طرح کے لوگ مرفوع عن القلم ہیں جن میں سے ایک بچہ ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ ممانعت کی وجہ حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بچے کے ارادے اور غلطی سے کوئی کام کرنے کی ایک ہی حیثیت ہے۔ امامیہ مذہب کے مشہور قول سے فقہاء کی ایک جماعت نے اختلاف بھی کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ اگر بچہ سمجھدار اور صحتمند ہے تو ولی کی اجازت سے عقد کر سکتا ہے۔ (3)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہاء کی بچوں کے عقد کے جائز اور ناجائز ہونے میں دو قسم کی آراء ہیں۔ ایک رائے کے مطابق بچے کا عقد باطل ہے کیونکہ بچے میں صحیح اور غیر صحیح کی تمیز نہیں ہوتی اس لئے مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا عقد واقع نہ ہو۔ اور ہر عقد میں اختیار کا ہونا عام شرائط میں سے ہے۔ اور بچے کو اختیار تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب وہ شعور رکھتا ہو اور فائدہ مند اور نقصان دہ چیز کی پہچان رکھتا ہو، جبکہ بچہ شعور و آگاہی کی طاقت نہیں رکھتا۔ فقہاء کی دوسری رائے یہ ہے کہ بچے کا عقد کرنا جائز ہے اور نافذ العمل بھی ہے لیکن یہ بھی دو طرح کے فقہاء ہیں ایک جماعت کے ہاں عقد کی صحت کے لئے ولی کی اجازت لازمی ہے مصلحت کے تقاضا کے پیش نظر۔ جبکہ ایک دوسری جماعت کے ہاں ولی کی اجازت لازمی نہیں ہے کیونکہ جنہوں نے

---

(1) جزیری، عبد الرحمن بن محمد عوض، الفقه على المذاهب الأربعة، 2/325

(2) ایضا، 2/145۔

(3) احمد وائلی، استغلال الاجیروموقف الاسلام منه، ص:114۔

شرط اگر لگائی ہے تو مصلحت کو مد نظر رکھ کر لگائی ہے اگر بچہ نفع ونقصان کی پہچان حاصل کرلیتا ہے تو اسے پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

## بچوں سے زبردستی مشقت طلب کام کروانا

ذخیرہ میں ہے:"إذا استأجرصبيا أو مجنونا بغير إذن وليه، امتنع، فإن وقع فالأكثر من المسمي أو أجرة المثل لوجود السببين، كالتعدي في الدابة والغصب، فإن عطيا في عمل يعطب في مثله: خير السيد بين الكراء وقيمة العبد لوجود السببين كذلك، وفي الصبي الأكثر من المسمي والأجرة"[1]

(جب کسی نے کوئی بچہ یاپاگل کواس کی وارث کی اجازت کے بغیر اجارہ پر رکھاتومستاجر نے ممنوع کام کیاہے جس کی وجہ سے اس نے جو اجرت بیان کی تھی اس سے زیادہ دیناپڑے گایااجرت مثلی دینی پڑے گی۔ دواسباب کی وجہ سے جیسے کوئی جانور غصب کرکے اس سے فائدہ اٹھاتاہے توجتنااس نے جانور سے فائدہ اٹھایااتنی ہی اجرت دینی پڑے گی اسی طرح مالک غلام کو بھی اختیار حاصل ہوگا کہ انہی دواسباب پائے جانے کی وجہ سے غلام کی محنت ومشقت کی قیمت اس سے زیادہ وصول کرے گا جو مستاجر نے بچے کو بتائی تھی۔)

## ولی کی اجازت کے بغیر بچے کی کام کرتے ہوئے ہلاکت

اگر کام کرنے کے دوران بچے کی ہلاکت ہوجاتی ہے تومستاجر دیت اداکرنے کاپابند ہوگا۔امام بزدوی فرماتے ہیں:"فإن عطب العبد في العمل كان المستأجر ضامنا لقيمته لأنه غاصب له حين استعمله بغير إذن مولاه ولا أجرعليه لأن ملكه بالضمان من حين وجب عليه الضمان وإنما أوجبنا الأجرعليه لنفع المولي ووجوب الضمان أنفع له من لزوم الأجر بخلاف الصبي الحر فإنه وإن هلك في العمل فله الأجر بقدرما قام من العمل"[2]

(اگر کام کرنے کے دوران غلام (بچے) کی ہلاکت ہوجاتی ہے تومستاجر اس کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے غصب کرکے مالک کی اجازت کے بغیر اسے استعمال کیا۔اور مستاجر پر اجرت دینالازم نہیں ہے اور ضمان دینااس وجہ سے ضروری ہوا کیونکہ اس کی ملکیت (غصب کرنے کی وجہ سے) بحیثیت ضامن تھی اور جب وہ اجرت کی بجائے ضمان دے گا تواس سے مالک کو زیادہ فائدہ پہنچے گا بنسبت اجرت کے۔ بخلاف آزاد بچے کے کہ اگر وہ کام کرنے کے دوران ہلاک ہوجاتاہے تواس کے کام کی مقدار کے مطابق اجرت دے گا۔)

وہ چھوٹا بچہ جسے اس کے باپ کی اجازت کے بغیر کام پر لگادیا گیالہذا اس چھوٹے بچے کو غلام بچے پر قیاس کیاجاسکتاہے۔

---

([1])شہاب الدین احمد بن ادریس،الذخیرہ، تحقیق: استاد محمد بوخبزہ،(،بیروت: دارالغرب الإسلامي،)5/373، 374۔

([2])عبدالعزیز بن احمد بن محمد، كشف الأسرار عن أصول فخرالإسلام البزدوي،)،دار الكتاب الإسلامي) ص:255،254۔

## نابالغ بچہ یا بچی سے مزدوری کرانا

فقہ مالکی کی کتاب "التوضیح شرح مختصر ابن الحاجب" میں ہے: "**لا بأس أن يستأجر الرجل الغلام لم يبلغ الحلم والجارية لم تحض، من أنفسهما إذا عقلا وكان ما فعلوه نظرا، ويدفع إجارتهما إليهما ويبرأ بذلك الدافع مالم يكن شيء له بال، وكذلك إذا عقد عليهما أخ أو عم، يجوز في ذلك ما يجوز إذا عقداه**"[1]

(اس بات میں کوئی حرج نہیں اگر آدمی اپنے ایسے لڑکے یا لڑکی کو اجارہ پر دیتا ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے یا پختہ ذہن نہیں رکھتے یا جب وہ عقلمند ہو جائیں اور خود سے معاہدہ کر لیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور جو وہ کمائیں گے یا اجارہ کریں گے تو وہ اجارہ کے خود پابند ہونگے۔ اسی طرح جب ان کا بھائی یا چچا کوئی عقد کرتا ہے تو یہ بھی اسی طرح جائز ہے جیسے ان کا بذات خود عقد کرنا صحیح تھا۔)

(1) خلیل بن اسحاق مالکی، التوضيح شرح مختصرابن الحاجب في فقه الإمام مالك، تحقیق: ڈاکٹر احمد بن عبد الکریم نجیب (شام: مرکزنجیبویة للمخطوطات وخدمة التراث، طبع اول، 2008ء) 7/140۔

# باب سوم

# پاکستانی آئین و قانون میں مزدور کے حقوق کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

## فصل اول: دستور 1956ء اور لیبر پالیسیز

## فصل دوم: دستور 1962ء اور لیبر پالیسیز

## فصل سوم: آئین پاکستان 1973ء اور لیبر پالیسیز

## فصل اول: دستور 1956ء اور لیبر پالیسیز

### مبحث اول: دستور 1956ء کا خلاصہ اور 1955ء، 1959ء، کی لیبر پالیسیز

### مبحث دوم: فقہ اسلامی کی روشنی میں مذکورہ لیبر پالیسیوں کا تجزیاتی مطالعہ

# مبحث اول: دستور 1956ء کا خلاصہ اور 1955ء، 1959ء کی لیبر پالیسیز

## دستور کا معنی و مفہوم

عربی میں دستور کا لفظ آئین کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دستور کا لفظ بھی اصولی طور پر عربی زبان کا نہیں ہے۔ جیسا کہ بہت سے ایسے الفاظ جو دراصل کسی اور زبان میں استعمال ہوتے تھے بعد میں عربی کا حصہ بن گئے اسی طرح دستور کا لفظ بھی عربی زبان کا حصہ بن گیا جو کہ پہلے فارسی میں استعمال ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب جب دوسری اقوام سے ملے اور ان کی زبان سے واقفیت حاصل کی تو ایسے کلمات عربی زبان کا حصہ بن گئے جن کے لئے پہلے کوئی نام عربی میں استعمال نہیں ہوتا تھا تو اس طرح وہ کلمات عربی میں داخل ہوئے اور اس زبان کا حصہ بن گئے۔ یہ عمل تقریباً دنیا کی سب زبانوں میں پایا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسے کلمات اختیار کیے جو پہلے ان میں استعمال نہیں ہوتے تھے، لہذا عربی زبان پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اس میں غیر عربی کلمات کیسے داخل ہو گئے۔

انگریزی اور فرانسیسی زبان میں دستور کی اصطلاح (Constitution) مشتق ہے دراصل Constitutio لاطینی زبان کے لفظ سے، جس کا معنی بنیاد اور تاسیس بنتا ہے جس کو انگریزی زبان میں اگر ترجمہ کریں تو Organi Law یا Basic Law جس کا مقصد ہوتا ہے بنیادی اور اصلی قانون۔ یہی وجہ ہے کہ دستور عثمانی سن 1876ء اور مصری دستور کو 1923ء، سے پہلے اساسی قانون کہا جاتا تھا۔ دستور جو معرب لفظ ہے اپنے معنی میں بہت وسعت رکھتا ہے اگرچہ یہ لفظ اپنے موجودہ معنی میں صرف 100 سال پہلے مستعمل ہوا اسی وجہ سے ابن خلدون اور قاضی ماوردی جیسے محققین نے بھی اس لفظ کو استعمال نہیں کیا۔

معجم الوسیط میں ہے:

**"الْقَاعِدَة يعْمل بمقتضاها والدفتر تكْتب فِيهِ أَسمَاء الْجند ومرتباتهم (مَع) و (فِي الإصْطِلَاح المعاصر) مَجْمُوعَة الْقَوَاعِد الأساسية الَّتِي تبين شكل الدولة ونظام الحكم فِيهَا (ج) دساتير."[1]**

(دستور (آئین) سے مراد قاعدہ ہے جس کے مقتضی پر عمل کیا جاتا ہے اور دستور سے مراد وہ وہ دفتر بھی ہے جس میں لشکریوں کے نام اور ان کے مرتبے لکھے جاتے ہیں۔ جب کہ اصطلاحی طور پر قانون کا اطلاق ان بنیادی قوانین کے مجموعہ پر ہوتا ہے جو کسی حکومت کی تشکیل اور نظام حکومت کو واضح کرتے ہیں جبکہ اس کی جمع دساتیر آتی ہے۔)

---

([1]) ابراہیم مصطفی ودیگر، **المعجم الوسیط**، مجمع اللغة العربية بالقاهرة، دار الدعوة، 1/283

جبکہ تاج العروس میں اس طرح تعریف کی گئی ہے:

''(الدستور، بالضمّ): هو إسم (النّسخة المعمولة للجماعات) كالدفاتر (الّتي منها تحريرها) ويجمع فيها قوانين الملك وضوابطه، فارسية (معآعبة، ج دساتير).''

''وفي مفاتيح العلوم لإبن كمال باشا: الدستور: نسخة الجماعة، ثم لقب به الوزير الكبير الّذي يرجع إليه فيما يرسم في أحوال النّاس، لكونه صاحب هذا الدفتر.''[1]

(دستور، دال کی پیش کے ساتھ اس نسخہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جو مختلف جماعتوں کے لئے بنائے گئے ہیں جیسے دفاتر جس میں ملک کے قوانین اوراس کے ضوابط کو جمع کیاجاتاہے۔ اس کی جمع دساتیر آتی ہے۔ ابن کمال کی مفاتیح العلوم میں ہے کہ دستور جماعت کے ایک نسخہ کے لئے استعمال ہوتاہے پھر اسکا استعمال بڑے وزیر کے لئے ہوتاہے جس کی طرف رجوع کیاجاتاہے لوگوں کے احوال کے متعلق، کیونکہ وہ صاحب دفتر ہوتاہے۔)

چونکہ عربی زبان میں آئین کے لئے دستور کا لفظ استعمال ہوتاہے اس لئے ہم یہاں پر لفظ دستور کا جائزہ لیتے ہیں۔

''أضواء على السياسة الشرعية''میں دستور کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

''هو مجموعة القواعد التي يرجع إليها في تنظيم الدولة والمجتمع الدستور كلمة معربة عن الفارسية، وأصلها فيها: الأساس أو القاعدة، وقال الفيروز آبادي في "القاموس المحيط" (باب الراء، فصل الدال): الدستور، بالضم: النسخة المعمولة للجماعات التي منها تحريرها، معربة، ج (أي: جمعها): دساتير، كما تطلق على الأصل والقانون، والوزير الكبير الذي يرجع في أحوال الناس إلى ما يرسمه، ينظر: قصد السبيل فيما في اللغة العربية من الدخيل" للمحبي 28/2، وجاء في المعجم الوسيط "الدستور" الدستور: القاعدة يعمل بمقتضاها والدختر تكتب فيه أسماء الجند ومرتباقم، معربة، وفي الإصطلاح المعاصر: مجموعة القواعد الأساسية التي تبين شكل الدولة ونظام الحكم فيها ومدي سلطتها إزاء الأفراد، وجمعها دساتير.''[2]

(دستور قواعد کے مجموعہ کا نام ہے جن کی طرف کسی حکومت یاسوسائٹی کو جمع کرنے کے لئے رجوع کیاجاتا ہے۔ دستور ایسالفظ ہے جوفارسی سے عربی زبان میں منتقل ہوا جس کا مطلب ہے بنیاد یا قاعدہ۔ فیروزآبادی القاموس المحیط، باب الراء، فصل الدال میں کہتے ہیں: دستوردال کی پیش کے ساتھ، ایسے نسخہ کے لئے بولا جاتاہے جو مختلف جماعتوں کے لئے استعمال کیاجاتاہے جن میں ان کی تحریرات ہوتی ہیں۔ یہ کلمہ معرب ہے جسکی جمع دساتیر آتی

---

(1) مرتضی زبیدی، محمد بن محمد بن عبدالرزاق حسینی تاج العروس من جواهر القاموس، تحقیق: مجموعة من المحققين، دار الهداية، 292/11

(2) سعد بن مطر، أضواء علي السياسة الشرعية، بیروت، دارالاكولة، ص:191

ہے اور دستور کا اطلاق اصل اور قانون پر ہوتا ہے اوراس کا اطلاق وزیر کبیر کے لئے بھی ہوتا ہے جسکی طرف لوگوں کے مختلف احوال کے بارے میں جو وہ لکھتاہے اس کی طرف رجوع کیاجاتاہے۔ حوالہ کے لئے محبی کی **قصد السبیل فيما في اللغة العربية من الدخيل** (جلد دوم، ص: 28) کودیکھاجاسکتاہے اسی طرح المعجم الوسیط میں ہے: دستور سے مراد قاعدہ ہے جس کے مقتضی پر عمل کیاجاتاہے اور دستور سے مراد وہ دفتر بھی ہے جس میں لشکریوں کے نام اوران کے مرتبے لکھے جاتے ہیں۔ جب کہ اصطلاحی طور پر قانون کا اطلاق ان بنیادی قوانین کے مجموعہ پر ہوتا ہے جو کسی حکومت کی تشکیل اور نظام حکومت کوواضح کرتے ہیں جبکہ اس کی جمع دساتیر آتی ہے۔)

## آئین1956ء کاخلاصہ

1- پاکستان کاپہلا آئین 234 دفعات اور چھ گوشواروں اور 13 حصوں پر مشتمل تھا۔

2- صدر کو مملکت اور عاملہ کاعلامتی سربراہ مقرر کیاگیاتھا۔اور لازمی تھا کہ وہ مسلمان ہو، عمر چالیس سال سے زائد ہو اور قومی وصوبائی اسمبلیوں کے اراکین اسے پانچ سال کی مدت کے لئے منتخب کریں گے اور یہ انتخاب کثرت رائے سے ہوگا۔

3- صدر مملکت کو سنگین بدعنوانی یا آئین کی خلاف ورزی کی پاداش میں قرارداد عدم اعتماد کے ذریعے معزول کیاجاسکتا تھا۔ صدر ہی وزیر اعظم کا تقرر کرے گا جسے قوقی اسمبلی صدر مملکت اسمبلی کا اجلاس بلا سکتا تھا، ملتوی کر سکتا تھااوراسے توڑ بھی سکتا تھا۔

صدر کو سزائیں معاف کرنے اوران میں کمی کااختیار حاصل تھا۔ آئین کے تحت صدر کو جو ہنگامی اختیارات حاصل تھے ان کے تحت وہ ہنگامی صورت حال کا اعلان کر سکتا تھا لیکن اس کے لئے یہ شرط تھی کہ صدر کو یقین ہو کہ اندرونی یابیرونی طور پر ملک کو خطرات لاحق ہیں۔

4- تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔

5- کسی شخص کو جان یا آزادی سے محروم نہیں کیاجائے گا سوائے اس کے کہ جب قانون اس کی اجازت دے۔

6- بلاجواز گرفتاری سے تحفظ اور صفائی کا موقع دیئے بغیر سزا نہ دی جائے گی۔

7- کسی فرد کو کسی ایسے فعل کی سزا نہ دی جائے جو قانون کی سزامیں اضافہ کے وقت قابل سزا نہ ہوگا جب کہ اس فعل کاارتکاب کیاگیا۔اور کسی فرد کو کسی جرم کی علت میں اس سے زیادہ سزا نہ دی جائے گی جتنا کہ قانون کی روسے اس وقت مقرر تھی جبکہ جرم مذکور کاارتکاب ہوا تھا۔

8- ہر شہری کو آزادیِ تقریر حاصل ہوگی۔ لیکن یہ آزادی مناسب پابندیوں کے تابع ہوگی جو پاکستان کی

سلامتی، غیر ملکوں سے دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کی خاطر یا توہین عدالت، ازالہ حیثیت عرفی یا تحریک جرم کے سلسلے میں بروئے قانون عائد کی جائیں۔

9- اجتماع کی آزادی ہو گی۔

10- جماعتیں اور یونین سازی کا حق حاصل ہو گا۔

11- ہر شہری کو یہ بنیادی حق حاصل ہو گا کہ وہ مملکت پاکستان کے تمام حصوں میں آزادی کے ساتھ نقل و حرکت کرے۔ اور اس کے کسی حصہ میں بھی سکونت پذیر اور آباد ہو، وہ املاک حاصل کرے، اسے قبضہ میں رکھے یا اس سے دستبردار ہو جائے۔

12- ہر شہری کو اپنی مرضی کا پیشہ، ملازمت اور تجارت اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہو گی۔

13- تعلیمی اداروں میں داخلے کی آزادی اور مذہبی تعلیم حاصل کرنے کی آزادی حاصل ہو گی۔[1]

14- کسی شہری کو بھی عام تفریحی گاہوں، مجمع گاہوں میں جو صرف مذہبی مقاصد کے لئے نہ ہوں آنے جانے سے روکا نہیں جا سکتا اور نہ کسی شہری سے نسل، مذہب، ذات پات یا جائے پیدائش کی بناء پر امتیازی سلوک کیا جائے گا۔

15- کسی شخص کو غیر قانونی طور پر اس کی املاک سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اس کی جائیداد پر سوائے سرکاری مقصد کے جبر اقبضہ کیا جائے گا اور اس کا معاوضہ حسب قانون دیا جائے گا یا معاوضہ کی رقم کا تعین کیا جائے گا۔

16- غلامی اور بیگار ہر شکل میں ممنوع ہے۔

17- کسی شہری کو جو پاکستان کی ملازمت میں تقرری کی قابلیت رکھتا ہو صرف نسل، مذہب ذات سکونت یا جائے پیدائش کی بناء پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

18- ہر شخص کو قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ کسی بھی مذہب کی پیروی کرے اس پر عمل کرے اور یہاں تک اس کی تبلیغ کرے۔

19- کسی فرد کو کوئی ایسا ٹیکس دینے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی اس کے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کی تبلیغ یا حمایت پر صرف ہو۔[2]

پاکستان کا یہ پہلا آئین اپنے اندر کئی خوبیوں اور خامیوں کا حامل تھا۔ اس میں بہت سی ایسی شقیں تھیں

---

[1]- اسد سلیم شیخ، **ہماری دستوری تاریخ**، (لاہور، اظہار سنز اردو بازار، 2011ء)، ص:316

[2] **ایضاً**۔

جو اسلامی مزاج کی تمام ضروریات اپنے اندر رکھتی تھیں۔ اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا تھا کہ قانون سازی قرآن وسنت کی روشنی میں لائی جائے گی اور موجودہ غیر اسلامی قوانین کو بتدریج اسلامی ڈھانچے میں ڈھالا جائے گا۔ یہ آئین بہت دیر تک زندہ نہ رہ سکا۔ وہ آئین جو 9 سال کی محنت شاقہ کے بعد تشکیل پایا تھا اس کی بدقسمتی کا آغاز بھی اس کے نفاذ کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ اسی سال ملک میں ایک بدترین دور کا آغاز ہو گیا تھا۔ ملک کے سیاستدانوں نے نہایت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا، اپنی سرگرمیوں، بیانات اور قول و فعل سے اس آئین کی دھجیاں بکھیرنا شروع کر دیں۔ چونکہ صدر مملکت کے پاس بہت اختیارات تھے اور صدر مغربی پاکستان کے انٹرسٹ گروپوں کا نمائندہ تھا انہوں نے ڈھائی سال کے قلیل عرصے میں سات وزیر اعظم تبدیل کئے۔

ملک کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ اس نازک مرحلہ میں کوئی ایسی مقبول اور ہر دلعزیز قیادت موجود نہیں تھی جو صورت حال پر قابو پانے کی اہل ثابت ہوتی۔ اس صورت حال کا ایک حل عام انتخابات تھے جن سے سیاسی ابتری پر قابو پایا جاسکتا تھا لیکن صدر مملکت سکندر مرزا صاحب انتخابات کروانے سے گریزاں تھے۔ آخر کار صدر مملکت میجر جنرل سکندر مرزا نے 7 اکتوبر 1958ء کو آئین و جمہوریت کی بساط لپیٹ دی اور ملک پر مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس ساری کاروائی میں کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ ابھی بیس دن گزرے تھے کہ ایوب خاں نے سکندر مرزا کو معزول کر کے ملک سے باہر بھیج دیا اور صدر مملکت اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے طور پر اکتوبر 1958ء کو جملہ اختیارات خود سنبھال لئے۔ اور مارشل لاء کا یہ سلسلہ 8 جون 1962ء تک جاری رہا۔

## پہلی لیبر پالیسی (1955ء):

پاکستان جب 14 اگست 1947ء کو آزاد ہوا تو اس وقت پاکستان کے مزدوروں کو درپیش مسائل کا کوئی اندازہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ایسا قانون تھا جو ان مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا۔ پاکستان میں مزدوروں اور آجروں کے درمیان کوئی واضح عدل و انصاف نہیں تھا اور نوزائیدہ حکومت نے ہم کہہ سکتے ہیں وراثت میں باقی مسائل کے ساتھ اس مسئلہ کو بھی لے لیا۔ مزدور سمجھتے تھے کہ مل مالکان کو جو آمدن اور منافع ملتا ہے وہ ان کی محنت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اگر وہ محنت نہ کرتے تو آمدن کا حصول نہ ہوتا جبکہ اس محنت کی اجرت بہت کم ملتی ہے۔ وہ مزدور جو محنت کر کے ہزاروں گز کپڑا تیار کرتا ہے اس کے گھر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اہل خانہ کو موسم سرما میں سردیوں کا اور گرمیوں میں اسی موسم کا لباس تک مہیا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

ان جیسے مسائل کو حل کرنے کے لئے سنجیدگی سے غور و غوض شروع کر دیا گیا کہ کوئی ایسی واضح پالیسی ہونی چاہئے جس سے آجر و اجیر کے حقوق واضح اور متعین ہوں۔ اس لئے لیبر پالیسی پر کام شروع کر دیا گیا اور سردست

برصغیر میں رائج سابقہ قوانین سے راہنمائی لی گئی۔

آزادی سے قبل برصغیر میں 1934ء میں فیکٹری ایکٹ پاس ہوا تھا جو مزدوروں کو سماجی تحفظ دینے کے لئے حکومت برطانیہ کی طرف سے پہلا قدم تھا، اس قانون کو بعض تبدیلیوں کے ساتھ برقرار رکھا گیا۔ اس قانون میں چھٹی بمع تنخواہ، کنٹین، علاج کی سہولتیں اور بعض دوسرے اقدامات کو یقینی بنایا گیا۔ اس قانون میں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی کہ کوئی مل یا فیکٹری کا مالک کسی بچے کو فیکٹری میں کام پر نہیں رکھ سکتا۔

اس کے علاوہ لیبر پالیسی بننے سے پہلے جو قانون متعارف کرایا گیا تھا وہ انڈسٹریل ڈسپیوٹس ایکٹ تھا جس میں آجر واجیر کے تعلقات پر بات کی گئی تھی۔ یہ ایکٹ یکم اپریل 1947ء کو نافذ العمل ہوا تھا یہ ایکٹ تقسیم ہند سے پہلے مرکزی ایکٹ تھا۔ اس ایکٹ میں منفی تنازعوں کی تحقیقات اور تصفیہ کو ورکس کمیٹیوں، مصالحتی اور تحقیقاتی اور صنعتی ٹربیونل کے ذریعے حل کرنے کے بارے میں حق دیا گیا۔ پہلی بار اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ کارکنوں کو معاہدہ کے علاوہ بھی کچھ حقوق حاصل ہیں۔ ٹریڈیونین آفیسر کو کارکنوں کی نمائندگی کا حق دیا گیا۔ یہ ایکٹ 1959ء تک جاری رہا۔

آخر کار پاکستان کی پہلی لیبر پالیسی 1955ء کو لیبر منسٹر جناب نورالحق چوہدری نے اعلان کیا اور یہ پالیسی بنانے والی شخصیت سابق لیبر منسٹر ڈاکٹر اے ایم ملک تھے۔

## پہلی لیبر پالیسی 1955ء کے اہم نکات:

1- ٹریڈیونین کا صحتمندانہ کردار ہو۔

2- مزدوروں کے بنیادی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

3- مزدور کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے، مزدوروں کی فلاح وبہبود کے لئے اقدامات کیے جائیں اور مزدوروں کی ویلفیئر پر زور دیا جائے گا۔

4- قومی دولت کی افزائش اور انڈسٹریل ڈویلپمنٹ اور پیداواری اضافہ اور انڈسٹریل اور ایگریکلچر میں اضافہ کو مدنظر رکھا جائے اور انڈسٹریل امن کے لئے کوششیں کی جائیں۔

5- آجر واجیر کے درمیان اختلاف ہونے کی صورت میں مثبت بات چیت، مشورہ، کسی توسط اور مصالحت کے ذریعے حل کیا جائے۔ [1]

6- ہڑتال اور احتجاج سے منع کر دیا گیا جب کیس عدالت میں چلا جائے۔

---

[1] **پاکستان اکنامک سروے، 12، 2011**، ادارہ شماریات حکومت پاکستان، ص:167

7- صنعتی تعلقات بر قرار رکھنا اور مزدوروں کا آپس میں تعلق قائم رکھنا۔

08- صنعتی تنازعات کا تیز رفتار حل، گفت وشنید کے ذریعے کیا جائے گا۔

09- اصول و قواعد کا مؤثر نفاذ ہو۔ جان بوجھ کر اور بے جا طور پر مزدور کو تنگ نہ کیا جائے۔[1]

## دوسری لیبر پالیسی 1959ء:

دوسری لیبر پالیسی کا اعلان 1959ء کو فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور حکومت میں کیا گیا تھا۔ پالیسی کا اعلان لیفٹیننٹ جنرل برکی نے کیا تھا جو بعد میں لیبر منسٹر بھی بنے تھے۔ یہ لیبر پالیسی بیوروکریٹک کہلاتی ہے لیکن فطرتاً قانونی حیثیت رکھتی ہے۔ مزدوروں اور مالکوں کے درمیان غیر مناسب حربے ختم کرنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس کا طریقہ کار امریکن قوانین پر زیادہ مشتمل تھا۔ یہ پالیسی ماڈل قسم کی مثالی لیبر پالیسی تھی۔

دوسری لیبر پالیسی میں تقریباً وہی باتیں دہرائی گئیں جو پہلی لیبر پالیسی میں کی گئی تھیں۔

## لیبر پالیسی کے اہم نکات:

01- ٹریڈ یونین کی صحتمندانہ سرگرمیوں کی تعریف کی گئی۔

02- آجر و اجیر کے تعلقات مثبت رکھنے پر زور دیا گیا۔

03- ILO کی سفارشات کے نفاذ پر زور دیا گیا۔

04- صحت افزاء تجارتی یونین کی ترقی کی اجازت دی گئی۔

05- مزدور اور مالک کے درمیان بہتر نتائج کے لئے اچھے تعلقات کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

06- قوانین کے تحت صنعتی تنازعات کا حل اور احتجاج کی پالیسی کو نظر انداز کرنا۔

07- صحت، تعلیم، تفریح، رہائش، دیہاڑی اور کام سے متعلق بنیادی ضروریات مہیا کی جائیں گی۔

08- بے روزگاری کے خاتمے کے لئے مناسب اقدامات اٹھائے جائیں گے، روزگار ایجنسیوں کے قیام، روزگار پروگرام بغیر کسی فیس کے ترتیب دینے پر زور دیا گیا۔[2]

---

([1])۔ **ریسرچ سٹڈی پاکستان لیبر موومنٹ** ( لاہور، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، 2015) ص:02

([2]) **ایضا**، ص:03

## مبحث دوم: فقہ اسلامی کی روشنی میں مذکورہ لیبر پالیسیوں کا تجزیاتی مطالعہ

### لیبر پالیسی 1955ء کا تجزیاتی مطالعہ

#### ٹریڈ یونین کا صحتمندانہ کردار

اسلام کا اقتصادی نظام اس میکنزم پر زور دیتا ہے جس میں ٹریڈ یونین کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اگر مالک مزدور کو اس کے حقوق اچھے طریقے سے دیتا رہے اور مزدور مالک کو اس کے حقوق دیتا رہے تو اس طرح ٹریڈ یونین کی ضرورت ہی نہ ہو۔ مالک اور مزدور کے حقوق و فرائض کیا ہیں؟ یہ دیکھنے کے لئے صفحہ نمبر 80 پر جائیں۔

#### مزدوروں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش

مزدوروں کا چاہے اجرت کا مسئلہ ہو یا تعیین وقت کا، فقہاء نے تفصیل سے بیان کیا ہے دیکھیں ص 217۔ یہ شق پالیسی کے اندر مزدور کے حقوق کے لئے حوصلہ افزا تھی۔

#### اصول و قواعد کا مؤثر نفاذ اور صنعتی تنازعات کا تیز ترین حل

صنعتی تنازعات میں آجر اور اجیر کے درمیان کیس کا فیصلہ جلدی ہو جانا چاہئے۔ پالیسی میں قانون کے مؤثر نفاذ کا ذکر کیا گیا ہے قانون کی حد تک تو بات ٹھیک ہے لیکن قانون کے نفاذ کا مسئلہ ہے اس میں قانون کا قصور نہیں ہے اس کے نافذ نہ ہونے کا قصور ہے۔ اسلام تو قانون کے نافذ ہونے کی بات کرتا ہے اور وہ نافذ ہو نا برابری کی سطح پر ہو۔

مزدور اور مالک کے درمیان کوئی بھی معاہدہ ہو ان دونوں کے درمیان معاہدے کی تکمیل ضروری ہے، سید ابوالاعلی لکھتے ہیں: صلح حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ صلح نامہ طے ہو جانے کے بعد ایک مسلمان نوجوان ابو جندل جن کا باپ صلح نامے کی شرائط آنحضرت ﷺ سے طے کر رہا تھا، بیڑیوں میں بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے کہا مسلمانو مجھے بچاؤ، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب معاہدہ ہو چکا ہے۔ اب ہم تمہاری مدد نہیں کر سکتے تم واپس جاؤ، اللہ تمہارے لئے کوئی راستہ کھولے گا، ان کی حالتِ زار کو دیکھ کر مسلمانوں کی پوری فوج رو پڑی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جب فرمادیا کہ عہد کی خلاف ورزی ہم نہیں کر سکتے تو ان کو بچانے کے لئے ایک ہاتھ بھی آگے نہ بڑھا اور کفاران کو زبردستی گھسیٹ کر لے گئے۔ یہ عہد و پیمان کی پابندی کی بے نظیر مثال ہے اور اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔[1]

مولانا مودودی صاحب نے واضح کیا کہ مزدور اور مالک کے درمیان معاہدہ ضروری عمل ہے کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کے نبیوں یعنی حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کے درمیان معاہدہ کا ذکر ملتا ہے جب

---

([1]) مودودی، سید ابوالاعلی مودودی، تفہیمات (اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2002ء) 4 / 24

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی خواہش پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بطور ملازم قبول کر لیا تھا۔ حقوق وفرائض کا تعین بھی معاہدہ کی روشنی میں ہو گا مزدور معاہدہ کے مطابق فرائض ادا کرے گا اور آجر معاہدہ کے مطابق مزدور کے حقوق پورے کرے گا۔

### قومی دولت کی افزائش اور پیداوار میں اضافہ

قومی دولت کی افزائش اور پیداوار میں اضافہ سے مراد حکومتی سطح پر ایسے اقدامات اٹھانا ہے جس سے انسانی محنت کے بعد ملکی ترقی اور پیداوار میں اضافہ ہو۔ انسان چاہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ وسائل کو عقل و فکر اور جسمانی محنت کے ذریعے استعمال میں لائے یا ملکی پیداوار میں اضافے کے لئے جدید ٹیکنالوجی اور آلات کو استعمال کرے دونوں صورتوں میں فقہ اسلامی میں اس عمل کو پسند کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝١٠ ﴾(1)

(جب نماز (جمعہ) ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تم کامیابی پاسکو)

اس آیت کی روشنی میں ترک دنیا کی بجائے تلاش رزق کا حکم دیا گیا ہے اور انسانی بساط کے مطابق اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب انسان اپنی توانائی کو محنت وکسب پر صرف کرے گا تو یقیناً اس کی اپنی معیشت کے ساتھ ساتھ ملکی ترقی میں بھی اس کا اہم کردار ہو گا۔

### آجر واجیر کے درمیان اختلاف

آجر و اجیر کے درمیان اختلاف ہونے کی صورت میں تصور عدل سے کام لیا جائے قرآن پاک میں ہے

((إعدلواهوأقرب للتقوي))(2)

(انصاف کرو کیونکہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے)

اسلام کے تصور عدل کو اپناتے ہوئے اختلاف کی شکل کو ختم کر سکتے ہیں اور دونوں کے حقوق پورے کیے جائیں اور جو بھی پالیسی بنائی جائے اس کے مکمل نافذ نہ ہونے تک عدل کو قائم نہیں کیا جاسکتا اور وہ پالیسی عدل کے نظام پر پورا اتر ہی نہیں سکتی۔

---

(1) الجمعہ: 10/62

(2) المائدۃ: 8/5

آجر اور مزدور کے تعلقات میں زمانہ جاہلیت میں بھی ناخوش گواریاں موجود تھیں، مزدوروں کی کمزور جماعت کا ہمیشہ کی طرح جاہلی عرب میں بھی استحصال ہوتا رہا ہے۔ اس دور کے غریبوں اور کمزوروں کے اسلام کی دعوت قبول کرنے میں پہل کرنے کی سعادت پانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اسلام انسانی مساوات، ہمدردی اور بھائی چارہ کا داعی تھا اور ہے اور سرمایہ داروں اور وڈیروں کے اسلام نہ قبول کرنے یا تاخیر سے قبول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ غریب اور امیر مزدور اور سرمایہ دار برابر سمجھے جائیں۔ متعین حقوق اپنے ساتھ متعین فرائض بھی لاتے ہیں، جن کی صورت بالکل احکام کی سی ہوتی ہے۔ یہ فرائض صرف معروف و مسلم حقوق ہی کے ساتھ نہیں، بلکہ انسانی زندگی کے تمام شعائر اور اجتماعی تعلقات کی ہر صورت سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر فرض کے ساتھ ایک حق ہوتا ہے اور عموماً فرائض کی اصلیت حق ہی ہے مگر انسان فطرتاً ہر اس چیز کو اہمیت دینے کا عادی ہے جو فرض کے نام سے پکاری جائے کیونکہ فرض میں حکمیت ہوتی ہے اس لئے اخلاقی قوانین سے مراد اخلاقی فرائض واحکام ہی ہوتے ہیں۔ [1]

شریعت میں ملازمین اور مزدوروں کے حقوق کسی مفصل ضابطے کی شکل میں تو مذکور نہیں ہیں، مگر ایسے اصول ہمیں یقیناً دیے گئے ہیں جن کی روشنی میں ہم تفصیلی ضوابط مرتب کرسکتے ہیں۔ دور خلافت راشدہ میں ان اصولوں کی بناپر سرکاری و غیر سرکاری ملازمین سے جو معاملہ ہوتا تھا اس کی تفصیلات حدیث و تاریخ میں یکجا موجود نہیں ہیں بلکہ مختلف ابواب و فصول میں بکھری ہوئی ہیں۔ ان تفصیلات میں بھی آپ کے سوالات کا جواب شاید کم ہی ملے گا۔ [2]

سید ابوالاعلی کے نزدیک تمام انسانوں کے درمیان مساوات قائم ہونی چاہئے کیونکہ اسلام اسی چیز کا تقاضا کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: انسان پر انسان کی فضیلت صرف اخلاق اور پاکیزہ کردار کی بناپر ہے نہ کہ رنگ ونسل، زبان یا وطن کی بناپر۔ اور یہ فضیلت بھی اس غرض کے لئے نہیں ہے کہ پاکیزہ اخلاق کے انسان دوسرے انسانوں پر اپنی بڑائی جتائیں، کیونکہ بڑائی جتانا بجائے خود ایک برائی ہے جس کا ارتکاب کوئی خداترس اور پرہیزگار آدمی نہیں کرسکتا اور یہ اس غرض کے لئے بھی نہیں ہے کہ نیک آدمی کے حقوق برے آدمیوں کے حقوق پر فائق ہوں یا اس کے حقوق ان سے زیادہ ہوں، کیونکہ یہ انسانی مساوات کے خلاف ہے جس کو اس آیت کی ابتدا میں اصول کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ [3]

یہ فضیلت دراصل اس وجہ سے ہے کہ نیکی اخلاقی حیثیت سے برائی کے مقابلے میں بہر حال افضل ہے۔ اور مولانا

---

([1]) مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیمات 5 / 249۔

([2]) رسائل و مسائل، سید ابوالاعلی مودودی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2002ء، 2 / 242۔

([3]) مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیمات، 4 / 18

آجر ہو یا اجیر، دونوں انسانی مساوات کے حق دار ہیں ان کے درمیان صرف درجات کا فرق پایا جاتا ہے ایک مالک یا سرمایہ دار ہے تو دوسرا مزدور یا نوکر۔ اسلام نے تمام لوگوں کو برابری کا حق دیا ہے۔ قرآن پاک اور بکثرت احادیث وارشادات نبویہ میں یہ بات ذکر کی گئی ہے دوسروں کو ادب واحترام کا رشتہ عطا کیا جائے۔ اسلام میں کسی بھی شخص کو زبردستی اپنا ماتحت یا غلام نہیں بنایا جاسکتا۔ ہر ایک کو عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ مزدور کے حقوق کو بخوشی پورا کیا جائے۔ انسان ظلم وزیادتی سے پرہیز کرے اور اپنے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہے۔

ہر شخص اپنی جگہ پر آزاد خود مختار لیکن ایک ہی کل کے پرزوں کی طرح ایک دوسرے سے وابستہ ایک دوسرے کا صحیح تمدنی صورت میں محتاج، مگر ہر قسم کی بے جا قیود اور پابندیوں سے محفوظ اپنے فرائض کی ادائیگی میں پورے شوق ومحنت سے مصروف، اور اپنی محنتوں کے نتائج سے کامل طور پر بہرہ مند اپنی استعداد کے مطابق ترقی کرنے کے لئے ہر شخص کی راہ کھلی ہو، چھوٹے بڑے کی اس میں تمیز نہ ہو امیر وغریب اور قوی وضعیف کا امتیاز اٹھ جائے، ضعیف قوی کا غلام نہ ہو اور طاقتور کمزور کو نہ کھا جائے۔ اسلام نے تمام نسلی اور قومی امتیازات کو مٹایا ہے۔ وہ پوری نوع انسانی کو ایک قرار دیتا ہے اور انسان کے بنیادی حقوق کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام وہ پہلا دین ہے جس نے تمام انسانوں کو جو کسی مملکت میں شامل ہوں، ایک جیسے بنیادی حقوق عطا کیے ہیں۔ فرق اگر ہے تو یہ ہے کہ اسلامی ریاست چونکہ ایک نظریے اور اصول پر قائم ہوتی ہے، اس لئے اس نظریے کو جو لوگ مانتے ہوں، اسلامی ریاست کو چلانے کا کام انہی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ اسے مانتے اور سمجھتے ہیں وہ اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں، لیکن انسان ہونے کی حیثیت سے اسلام تمام ان لوگوں کو یکساں تمدنی حقوق عطا کرتا ہے جو کسی اسلامی ریاست میں رہتے ہوں۔ قانون کی نگاہ میں سب باشندے مساوی ہیں کسی شخص کو کسی قسم کی سزا نہیں دی جاسکتی، جب تک کہ وہ قانون کی خلاف ورزی نہ کرے، اور سزا قانون ہی کے مطابق دی جاسکتی ہے۔(1)

زمانہ جاہلیت میں مزدور کو استحصال کیا جاتا تھا، آجر واجیر کے درمیان ظالم ومظلوم جیسا تعلق تھا اسلام کی برکت سے مزدور مظلومیت سے نکل کر رشتہ محبت وہمدردی اور انسانی برابری پر استوار ہوا، اسلام نے اس تصور کو ختم کر دیا کہ مزدور مالی طور پر کمزور اور ضرورت مند ہے اس لئے اس کا استحصال کیا جائے اور سرمایہ دار مال ودولت ہونے کی وجہ سے طاقت ور اور دوسروں کے استحصال کا سبب بنے۔ اس سب کے باوجود اسلام نے آجر واجیر میں سے ہر ایک کے حق کو بیان کر دیا تاکہ فریقین میں سے کوئی بھی استحصالی نظام کا خود کو شکار نہ سمجھے۔ اور ہر ایک کے حقوق کو متعین کر دیا۔

شریعت کی روشنی میں اشارہ ملتا ہے کہ حقوق وفرائض سے ہٹ کر اسلام کا نظریہ احسان بھی ہے جس میں دوسرے کی

---

([1]) مودودی، سید ابوالاعلی، تحریک آزادی ہند اور مسلمان (لاہور اسلامک پبلیکیشنز، 1999ء)، 1 / 290۔

ضرورت اور محتاجی کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں تو کسی صورت میں بھی جبر و ظلم کی اجازت نہیں کہ آجر اپنے اجیر کی محتاجی اور ضرورت مندی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس پر جبر کرے اور ظلم کا شکار بنائے۔ کسی کی محتاجی اور مجبوری سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ اسلام میں دوسرے کے حقوق غصب کرنے اور مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ حقدار کو اس کا حق اس سے پہلے کہ وہ اپنے حق کے لئے تگ ودو کرے ادا کر دینا چاہئے۔

## ہڑتال اور احتجاج سے منع کیا گیا جب عدالت میں کیس ہو

آجر واجیر کے درمیان اختلاف ہونے کی صورت میں عدالت ہی مصالحت کرا سکتی ہے اگر کیس عدالت میں چلا گیا ہو تو فریقین کو لڑنے جھگڑنے سے منع کیا گیا۔ فقہاء کے نزدیک مزدور کو اتنی اجرت ملنی چاہئے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکے تاکہ اسے احتجاج اور ہڑتال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے اور مزدور کی طرف سے بھی فرائض کی تکمیل ہونی چاہئے تاکہ مالک کو کوئی اعتراض نہ ہو، حدیث نبوی ہے:

**((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ.))**(1)

(ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب وہ کوئی ظلم ہوتا دیکھے تو اسے اپنی قوت بازو سے روک دے اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر زبان سے اس کے خلاف جدوجہد کرے اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو پھر دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔)

پالیسی میں جو بات کہی گئی ہے وہ فقہ اسلامی کے عین مطابق ہے اگر کوئی بھی فریق لڑائی پر پھر بھی آمادہ ہو تو اس کے خلاف آواز اٹھائی جائے، چاہے وہ مزدور ہو یا مالک۔(2)

آجر واجیر کے درمیان اختلاف ہونے کی صورت میں کمیشن قائم کرنا فقہ اسلامی کے مطابق ہے۔ عقد يتفق طرفاه بمقتضاه علي عرض المنازعات التي نشأت بينهما علي فرد أو أفراد متعددين ليفصلوا فيه بدلا من المحكمة المختصة.(3)

---

(1) مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، رقم الحدیث:186

(2) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر:186

(3) احمد محمود، التحكيم العادي في الشريعة الإسلامية والقانون الوضعي، (قاہرہ دارالنهضة العربية، 1419ء طبع اول)، ص:58

(ایک معاہدہ جس کے تحت دونوں فریقوں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو ایک یا ایک سے زیادہ افراد کو پیش کرنے پر راضی ہوتے ہیں، جن کا فیصلہ مجاز عدالت کی بجائے کمیشن کرے گا۔)

صحابہ کرام بھی اپنے درمیان کسی اختلاف پر تیسرے فریق کو حَکَم بناتے تاکہ وہ شریعت کی روشنی میں فیصلہ کرے جیسے

بیہقی نے سنن کبري میں روایت کیاہے: كان بين عمروأبي رضي الله عنهما خصوصة في حائط فقال عمر رضي الله عنه بيني وبينك زيدبن ثابت، كماتحاكم عثمان وطلحة إلي جبير بن مطعم رضي الله عنهم.[1]

(حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک دیوار کے متعلق اختلاف پیدا ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے اورآپ کے درمیان زید بن ثابت بطور حکم فیصلہ کریں گے جیسے حضرت عثمان اور طلحہ رضی اللہ عنہما حضرت جبیر بن مطعم کے لئے حکم بنے تھے (حالانکہ وہ قاضی نہیں تھے)۔

اسلامی معاشرہ عدل وانصاف کا متقاضی ہے آجر ہو یا اجیر کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہونی چاہئے،اور جب بات ہو مظلوم طبقہ کی اور خاص طور پر مزدور کی تو ایسی صورت میں تو مزید احتیاط کی ضرورت ہے کہ آجر کے ہاتھوں مزدور پر ظلم نہ ہو۔ مزدور کو اگر اجرت سے محروم کر دیا جائے یا اس کی مزدوری کم دی جائے یا ٹال مٹول سے کام لیا جائے یہ عدل وانصاف کے خلاف ہو گا اور مزدوروں پر ظلم ہو گا جو اللہ تعالی کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے۔

حقوق وفرائض کا آپس میں تعلق پایا جاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ ہر حق اپنے ساتھ ایک فرض لاتا ہے اور ہر فرض ایک حق کے لئے داعی ہوتا ہے اس کے صرف یہ سطحی معنی نہیں کہ ایک شخص جب کوئی حق رکھتا ہے تو دوسروں پر اس کی حرمت قرض ہو جاتی ہے بلکہ دراصل اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو جب کوئی حق ملتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس حق کو جماعت کے فائدہ کے لئے استعمال کرے۔

## مزدوروں کی ویلفیئر سے متعلق قانون

ہوش ربا مہنگائی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والا طبقہ مزدوروں کا ہے۔ ضروری اشیاء کے حصول میں محرومی کے باعث عوام الناس میں بالعموم اور مزدوروں میں خاص طور پر بہت زیادہ بے چینی اوراحساس محرومی پیدا ہوتا ہے جس سے معاشرہ افراتفری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں صرف مال بڑھانے کے لئے نرخوں میں اضافہ کو ظلم

---

([1]) ابن قدامہ، المغنی،10/94

قرار دیا گیا ہے۔ اور شریعت میں ظلم کی قطعی طور پر ممانعت ہے، جیسے حدیث شریف میں ہے کہ عصبیتِ جاہلیہ یہ ہے کہ تو ظلم و زیادتی کے کاموں میں بھی اپنی قوم کی حمایت کرے۔[1]

فقہ اسلامی کی نظر میں مزدور کی ویلفیئر کے بارے میں سوچنا اس پر احسان کے مترادف ہو گا اور شریعت میں احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ مزدور جو تازہ کما کر کھاتا ہے اس کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے کہ مستقبل کے کسی خطرے کو مدنظر رکھ کر اپنی جمع پونجی بنا سکے اس لئے اگر کمپنی کی طرف سے یا حکومتی سطح پر ایسے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں جس سے مزدور کو فائدہ ہو تو وہ اس پر احسان ہو گا، حدیث میں آتا ہے ((إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ))[2] (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے بارے میں احسان کا حکم دیا ہے۔)
فقہاء کے نزدیک مقررہ اجرت سے زائد کوئی بھی منفعت مزدور کو پہنچانا "الحلوة المرسومة"[3] کے قبیل سے ہو گا جس طرح قاری قرآن کو مقررہ اجرت سے زیادہ دیا جا سکتا ہے اسی طرح آجر بھی اجیر کو مقررہ اجرت سے زائد دے سکتا ہے۔[4]

مزدور آدمی کا حد درجہ خیال رکھنا چاہئے کیونکہ مزدور سے بڑھ کر کون کمزور ہو سکتا ہے۔ آجر اور فیکٹری کے مالکان کوئی ایسا قدم مت اٹھائیں جس سے مزدور کو فائدہ کی بجائے نقصان اٹھانا پڑے۔ مزدور کا خیال مالک یا آجر کی طرف سے اس طرح رکھا جا سکتا ہے کہ اس کی اجرت پوری پوری ادا کی جائے اور اجرت کے علاوہ احسان کرتے ہوئے باقی ضروریات کو بھی مکمل کرنے کی کوشش کی جائے جن کو پورا کرنے کا آجر پابند تو نہیں لیکن عمل کرنے سے اخلاقیات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر آجر اجیر کی اضافی مدد کرے گا تو احسان کرنے والوں میں سے شمار کیا جائے گا۔

## صحت، تعلیم، تفریح، رہائش کا انتظام

پالیسی کے اندر صحت، تعلیم تفریح اور رہائشی انتظامات کی بات کی گئی جو فقہ اسلامی کے عین مطابق ہے۔
مزدور کی صحت کا خیال رکھنا مستاجر کے لئے لازمی ہے۔ مزدور سے اس کی استطاعت کے مطابق کام لے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مزدور کے لئے حسب استطاعت کام کتنا ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مزدور کی جسمانی اور ذہنی

---

([1]) محمد بن يزيد، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:3949

([2]) مسلم بن حجاج، صحيح مسلم، باب الأمر بإحسان الذبح، دار الجیل، بیروت، رقم الحدیث:5167
([3]) الحلوة المرسومة سے مراد مدرس کا ختم قرآن کے وقت اجرت کے علاوہ کسی چیز کا تقاضا کرنا، یہ فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔
([4]) ابن عابدین، رد المحتار، 9 /77.

طاقت کو مد نظر رکھ کر اسے کام پر لگایا جائے گا اس سے طاقت سے زیادہ مشقت طلب کام نہیں دیا جائے گا۔ ہمارے معاشرے میں عام طور طور پر ایسا نہیں ہوتا، ہم اپنے کام کی تکمیل چاہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو اس مظلوم طبقہ کے آرام اور صحت کا احساس کس قدر تھا اس کا اندازہ اس ارشاد نبوی سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ))(1)

(اوران پر ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو، اوراگر تمہیں کبھی ایسا کرنا بھی پڑے تو پھر (ان کے شریک حال بن کر) ان کی مدد کرو۔)

اسی طرح مزدور کے لئے تفریح کا حکم بھی شریعت کے مطابق ہے جس طرح کہ حدیث میں ہے:

((رَوِّحُوا الْقُلُوبَ سَاعَةً فَسَاعَةً، وفي روايةٍ سَاعَةً وسَاعَةً أي أرِيحُوهَا بَعضَ الأوقَاتِ))(2)

(وقتاً فوقتاً اپنے دلوں کو راحت دیا کرو۔)

ایک اور حدیث میں ہے:((لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ))(3)

(قاضی دو آدمیوں کے درمیان اس وقت فیصلہ نہ کرے جب وہ غصہ کی حالت میں ہو۔)

فقہاء نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب شدید بھوک لگی ہو، پیاس لگی ہو یا بہت بڑی پریشانی ہو، یا انسان ایسی تھکاوٹ کا شکار ہو جس میں مشقت نہ اٹھا سکتا ہو، یا کام میں دل نہ لگ رہا ہو، یا ذہن حاضر نہ ہو تو انسان کو احتیاط کرنی چاہیے۔(4)

## بے روزگاری کے خاتمے سے متعلق قانون کا تجزیہ

اسلامی معاشرے میں ہر ایک کو روزگار فراہم کرنا یا ایسے اسباب مہیا کرنا کہ وہاں سے لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا ہوں یہ حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ اب یہ عوام کی مرضی ہے کہ اپنے لئے وہ کونسا کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ رزق کے وسائل کو تلاش کرنا عوام کی ذمہ داری ہے۔ فقہ اسلامی میں بھی اسی عمل کو پسند کیا گیا ہے کہ انسان کسب و محنت کر کے رزق کے وسائل کو تلاش کرے نہ کہ توکل کر کے گھر بیٹھا رہے اور اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کے لئے بھی مسائل پیدا کرتا رہے۔ اگر ہم اپنے اسلاف کا طریقہ دیکھیں تو ان کی زندگی میں محنت و عنصر کا جذبہ قابل تقلید نظر آتا ہے، ان کی زندگی کس طرح جدوجہد کرتے رہنے کا عملی نمونہ تھی، اس کا اندازہ ہم مسند

---

(1) صحيح بخاري، رقم الحديث: 2545

(2) مصنف ابن ابي شيبه، رقم الحديث: 36263۔

(3) صحيح بخاري، باب هل يقضي القاضي أو يفتي وهوغضبان، رقم الحديث: 7158

(4) ابن قدامه، المغني، 19/14

احمد بن حنبل کی اس روایت سے لگا سکتے ہیں چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز فاقے سے تھے، کام تلاش کر کے پیٹ بھرنے کی خاطر وہ شہر مدینہ میں نکلے، راستے میں انہیں ایک بڑھیا نظر آئی جو مکان بنانے کے لئے ڈھیروں گارا اکٹھا کر رہی تھی، اسے اس کام کے لئے پانی کی ضرورت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تعمیر کے مقام تک پانی پہچانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا، پانی لانے کا معاوضہ ایک کھجور فی بالٹی طے ہوا، حضرت علی نے پوری 16 بالٹیاں پانی ڈھو کر لانے تک اس مشقت کو برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے وہ کھجوریں لیکر بارگاہ مصطفی ﷺ میں لائے تو انہوں نے مل کر کھجوریں کھائیں۔[1]

جس طرح احادیث میں محنت کرنے والے کی حوصلہ افزائی کی گئی اسی طرح اس شخص کی حوصلہ شکنی کی گئی جو محنت سے نہیں کماتا بلکہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر سوال کر کے کھاتا ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ہے:

((لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ ، أَوْ مَنَعُوهُ.))[2]

(اگر تم میں سے کوئی ایک رسی سے بندھا ہوا لکڑی کا گٹھا اپنی پشت پر اٹھا کے لاتا ہے اور اسے بیچ کر اپنی ذات کو ذلت سے بچا لیتا ہے تو اس کے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے، وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔)

اسی طرح آپ ﷺ نے بھیک مانگنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے فرمایا:

((مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ القِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.))[3]

(تم میں سے وہ آدمی (جو بلا ضرورت مانگنے والا ہے) ہمیشہ مانگتا رہے گا حتی کہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہو گا۔)

اسی طرح یہ بھی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معاشرے میں کسب حرام کے تمام دروازے بند کرے اور کسب حلال کی تمام راہیں کشادہ کرے اور انہیں معاشی و تعلیمی سکیموں کے ذریعے تعلیم سے آراستہ کرنے کے بعد روزگار بھی مہیا کرے۔ اور جو حکومت اپنے شہریوں کو غربت وافلاس اور محرومیوں سے نہیں نکال سکتی وہ اسلامی نکتہ نظر سے قطعی طور پر حکومت کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔

---

(1) احمد بن حنبل، مسند الإمام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 1135۔

(2) بخاری، صحیح بخاري، کتاب بدء الوحی، باب الاستعفاف عن المسئلة، (بیروت: دارالطوق النجاۃ، طبع اول، 1422ھ) رقم الحدیث: 1470

(3) ایضا، رقم الحدیث: 1474۔

# دوسری لیبر پالیسی 1959ء کا تجزیاتی مطالعہ

1- ٹریڈ یونین کی صحتمندانہ سرگرمی کی تعریف کرنا مثبت عمل ہے شریعت میں اتفاق واتحاد کی اہمیت واضح کی گئی ہے اگر یونین کے افراد اور فیکٹری مالکان میں ماحول ساز گار ہو تو اس کا اثر مثبت نکلے گا اور لڑائی جھگڑے سے دونوں فریق بچ سکتے ہیں۔

صحت افزا تجارتی یونین کی ترقی، آجر کے حقوق میں سے ہے۔ اس پالیسی میں جہاں مزدوروں کی یونین کی بات کی گئی ہے وہیں آجروں کے اپنے حقوق سے متعلق یونین سازی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ تاجروں کا مثبت کام کے لئے اتحاد باعث خیر ثابت ہو سکتا ہے۔ جس طرح مزدور مل جل کر اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرتے ہیں اسی طرح تاجر حکومت کی ان پالیسیوں کے خلاف متحد ہو کر آواز بلند کر سکتے ہیں جو تاجرانہ سرگرمیوں کے خلاف ہوں۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے لئے خیر کے کاموں میں مدد کرنے کا قرآن وحدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ[1] ((اور تم خیر کے کاموں میں اور تقوی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔))

اس پالیسی میں اہم پوائنٹ یہ ہے کہ آجر واجیر میں اتفاق واتحاد کی اہمیت کو واضح کیا گیا اور شریعت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ سید ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں:

اگر مزدور کے حقوق کو پورا کرنا آجر کے فرائض میں شامل ہے تو شریعت میں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ آجر کے حقوق کو بھی پورا کیا جائے جو مزدور کے فرائض میں سے ہے۔ گویا تمام لوگ حقوق وفرائض میں برابر برابر ہیں۔ سید ابو الاعلی لکھتے ہیں: جو لوگ اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت مان لیں، اور ہر قسم کے تعصبات چھوڑ کر ملت اسلام میں شامل ہو جائیں، ان کے حقوق وہی ہیں جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور ان کے فرائض بھی وہی ہیں جو مسلمانوں کے فرائض ہیں، یہ دینی بھائی چارہ اور حقوق وفرائض کی یکسانی اسلامی معاشرے میں مساوات کی بنیاد ہے اور اس میں کسی کے حقوق وفرائض کسی دوسرے کے حقوق وفرائض سے کسی معنی میں بھی کم یا زیادہ نہیں ہیں۔[2]

مولانا مودودی صاحب نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ آجر واجیر کے درمیان حقوق وفرائض میں مساوات بنیادی عنصر ہے۔ معاہدہ فریقین کے درمیان اساسی حیثیت رکھتا ہے جو حقوق وفرائض معاہدہ میں بیان کیے گئے ہوں گے جب فریقین اس پر عمل کریں گے تو کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہو گی آجر کا حق ہے کہ اس کا کام ٹھیک طریقے سے کیا جائے اور اس پر فرض ہے کہ اجیر کی اجرت بروقت ادا کی جائے اسی طرح اجیر پر فرض ہے کہ مقررہ کردہ کام خلوص

---

([1]) المائدۃ:5/2۔

([2]) مودودی، سید ابو الاعلی، تفہیمات، 4/:38

نیت کے ساتھ اچھے طریقے سے کرے جب کہ اس کا حق بنتاہے کہ مقررہ کردہ اجرت وصول کرے۔ اجرت کے علاوہ رہائش وغیرہ کے اخراجات اگر معاہدے میں مذکور ہیں تواجیر کا اخراجات وصول کرنا حق بنتاہے جبکہ آجر کے اوپر ان حقوق کو مہیا کرنا فرض بنتاہے۔ اسی طرح معاہدے کے مطابق جو جو چیز مقرر کی گئی ہے آجر دینے کا پابند ہو گا اور اجیر اس سے زیادہ وصول کرنے کا حق دار نہیں ہو گا اسی طرح آجر بھی خوش ہو گا کہ اس پر کوئی اضافی بوجھ نہیں ڈالا گیا اور مزدور بھی خوش ہو گا کہ اسے مقرر کردہ حقوق وصول ہوئے ہیں۔

لیبر پالیسی کی شق نمبر 10 فقہ اسلامی کے خلاف ہے جس میں پرامن احتجاج سے بھی منع کر دیا گیا حالانکہ پرامن احتجاج سب کا قانونی حق ہونا چاہئے اور شریعت میں بھی پرامن احتجاج سے منع نہیں کیا گیا۔ اس میں اتنی بات تو درست ہے کہ تنازعات کو مصالحت کے ذریعے حل کیا جائے لیکن اس میں پرامن احتجاج سے بھی منع کر دیا گیا ہے یہ درست نہیں ہے۔

مزدور یا محنت پیشہ ہڑتال کے زمانے میں کام پر تو نہ جائیں لیکن ہڑتالوں کے ہنگاموں اور مظاہروں سے بھی الگ رہیں۔ جن مطالبات کے لئے ہڑتال کی گئی ہو ان کے متعلق یہ رائے قائم کریں کہ آیا وہ منصفانہ ہیں یا غیر منصفانہ۔ اگر مطالبات کا کچھ حصہ منصفانہ اور کچھ غیر منصفانہ ہو تو ہڑتالیوں اور مستاجروں دونوں کو مطلع کر دیں کہ ہم ان مطالبات کے اتنے حصے کو صحیح اور اتنے حصے کو غلط سمجھتے ہیں۔[1] شریعت میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر جھگڑنے والے فریقین کے درمیان صلح کی کوشش کی جارہی ہو تو لڑائی کو روکنی چاہئے اور فیصلے کا انتظار کرنا چاہئے۔ قرآن پاک میں ہے:((وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ.([2]

((اگر ایمان لانے والوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑے تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ اگر ان دو میں کوئی ایک دوسرے کے خلاف سرکشی کرے تو اس گروہ کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر وہ لوٹ آئے تو دونوں کے درمیان صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔))

علامہ مودودی صاحب کی رائے کے مطابق مزدور اپنے جائز مطالبات کے لئے ہڑتال کر سکتے ہیں اگر ہڑتال کی اپیل کی جاتی ہے کہ فلاں بات کے خلاف مظاہرہ کرنے یا جذبات کا اظہار کرنے کے لئے اپنی اپنی دکانیں بند کریں یا کاروبار ٹھپ کر دیں اگر کوئی شخص اپنی دکان مرضی سے بند کرتا ہے تو ٹھیک اور اگر مرضی سے بند نہیں کرتا تو پھر کسی سے

---

([1]) مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیمات، 1 / 328۔

([2]) الحجرات:9

زبردستی دکان بند نہیں کرائی جا سکتی۔[1] اگر ہرتال اسی حدتک ہوتی ہے توٹھیک ہے لیکن جب ہڑتال کسی کے لئے باعث تکلیف بنے تو شریعت میں ایسی ہڑتال کی پھر اجازت نہیں ہے۔کیونکہ شریعت میں اپنے قول وفعل سے کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[2]

(تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی اس (بھلائی) کو پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔)

مزدور اگر اپنی ذات کے لئے فوائد پسند کرتا ہے تو دوسروں کے لئے بھی فوائد پسند کرے اور اپنے کسی عمل سے کسی کو نقصان نہ دے۔اسے دیکھنا چاہئے کہ اس کے احتجاج سے کسی تیسرے فریق کو نقصان تو نہیں ہو رہا؟ اگر مزدوروں کے احتجاج اور ہڑتال سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے یا اس احتجاج اور ہڑتال میں جلاؤ، گھیراؤ کی پالیسی اپنائی جاتی ہے تو شریعت میں ایسی ہڑتالوں کی قطعی طور پر اجازت نہیں ہے۔

کسی بھی جگہ یونین کا کوئی اتحاد قائم کرنے کا مقصد آپس میں اتفاق واتحاد کی فضا قائم رکھنا اور مل کر چلنا ہوتا ہے۔لیکن بعض اوقات ایسے اتحاد کا وجود بھی منظر عام پر آجاتا ہے جو مثبت پہلو نہیں رکھتا بلکہ منفی رویے کو تقویت پہنچانے کے لئے ہوتا ہے۔اس لئے کوئی بھی یونین ہو اس کے قیام عمل کے وقت اگرچہ مثبت سوچ رکھی جاتی ہے لیکن بعد میں اس یونین کا غلط استعمال ہوتا ہے جس میں مزدور کو فائدہ پہنچنے کی بجائے بعض اوقات نقصان بھی پہنچتا ہے۔ڈاکٹر طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

معاشی میدان میں تجارتی انجمنیں (Trade Unions) بنائی جاسکتی ہیں۔اسلام ایسی انجمنیں بنانے کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب بھی دیتا ہے حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

**((تري المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى عضوا تداعي له سائرجسده بالسهر والحمي.))**

(تم مؤمنوں کو ان کے آپس میں رحم کرنے، آپس میں محبت کرنے اور آپس میں لطف واحسان کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھو گے۔کسی ایک عضو کو جب کبھی تکلیف ہوتی ہے اور سارا جسم بیداری اور تکلیف میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔)

حدیث مبارکہ اس امر کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ مزدوروں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی یونین بنائیں لیکن

---

([1]) عثمانی، تقریر ترمذی، مفتی محمد تقی، مرتب: محمد عبداللہ میمن، میمن اسلامک بکس لیاقت آباد، کراچی، ط1، 1999ء، 2/320، 319

([2]) بخاری، **صحيح بخاري**، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، رقم الحديث: 13

یہ یونین ذاتی مفاد، سیاسی امور، وسیع استحصال، اور اختلاف برائے اختلاف کے مقاصد کی حامل نہ ہو، بلکہ مزدوروں کی اجتماعی فلاح و بہبود، ان کے جائز مطالبات کو منوانا، جملہ فطری حقوق کے حصول، معاشی و معاشرتی خوشحالی، بہتر مستقبل اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے ہو۔ مزدور یونین کا غلط استعمال خود مزدوروں کے نقصان، معاشی بدحالی، کارخانوں اور ملوں کی تالہ بندی، ہڑتالوں، جھگڑا فساد، لاقانونیت، قتل و غارت، بھوک، بے روزگاری، بیماری، افلاس اور مجموعی طور پر ملکی معیشت کے زوال کا باعث ہوگا۔ اسلام ان سب معاشی اور سماجی برائیوں کی سخت سے مخالفت کرتا ہے اور اس طرح ان پر تشکیل کی گئی ایسی تمام انجمنوں (Unions) کا شدت سے رد کرتا ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ اگر نیک مقصد کے حصول کے لئے کوئی مشترکہ جدوجہد کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اسلام ایسی کسی کاوش کو قابل ستائش سمجھتا ہے۔ اگر لیبر یونین کا مقصد کسی مثبت سرگرمی کا حصول ہو یا جائز مطالبات منوانا ہوں تو لیبر یونین پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایسی یونین جس کا مقصد بلیک میلنگ، دنگا فساد اور ہر وقت ہڑتال کرنا ہو تو وہ یونین مزدور کے مسائل میں اضافہ کرنے کا سبب تو بنتی ہے لیکن حل کرنے کا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ خود لیبر یونینز اصلاحات طلب ہیں وہ یونین جن کے بنانے کا مقصد مزدور کے مسائل اجاگر کرنا اور حل کرنا ہوتا ہے اس میں مزدوروں کی نمائندگی نظر ہی نہیں آتی۔ لہذا وہ لیبر یونین جس میں مزدور کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ اس کا مقصد اجتماعی فلاح و بہبود ہو، مزدوروں کو فائدہ پہنچے اور نقصان نہ ہو، اس یونین کا مقصد مزدوروں کو بنیادی ضروریات کی فراہمی ہو تو ایسی یونین اور اتحاد کی تشکیل کی اسلام حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

اگر لیبر مل کر اتفاق سے کوئی احتجاجی پروگرام بناتی ہے تو ان پر شرعی طور سے کوئی قدغن نہیں ہے۔ اکیلے شور مچا کر کوئی بھی اپنے مطالبات نہیں منوا سکتا۔ صرف اتفاق و اتحاد کی ہی ایسی صورت نظر آتی ہے جس سے مسائل کے ہونے میں امید لگائی جا سکتی ہے۔ اگر ہڑتال ایسی کی جارہی ہے جس میں صرف جذبات کی ترجمانی ہو کسی کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو تو ایسی ہڑتال کی شرعی طور پر کوئی ممانعت نہیں ہے۔ وہ نقصان پہنچانا اس صورت میں بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کی دوکان کو زبردستی بند کروا دی جائے، یا پہیہ جام ہڑتال کی جائے تو شریعت میں ایسی ہڑتال کی کوئی گنجائش نہیں جیسا کہ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

دوسری طرف یہ پہیہ جام ہڑتال ہے۔ جس میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ ہم کسی گاڑی کو سڑک پر آنے نہیں دیں گے چاہے وہ کوئی بھی گاڑی ہو۔ اس میں تو صریح ظلم ہے اور نہ جانے اس کی وجہ سے کتنے انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرنا ہے۔ مثلاً کوئی بیمار پڑا ہے تو اب ہڑتال کی وجہ سے اس کو ہسپتال نہیں لے جا سکتے۔ یا مثلاً کوئی شخص روز کما کر کھانے والا ہے تو اب ہڑتال کی وجہ سے نہ وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ سکتا ہے نہ ائیرپورٹ پہنچ سکتا ہے۔ گویا اس

---

[1] قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، **اقتصادیات اسلام**، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2007ء، ص: 735، 736

پہیہ جام ہڑتال کی وجہ سے بے شمار انسانوں کوزبردستی ان کی ضروریات سے روک دیناہے۔اسے لئے اس قسم کی ہڑتال شرعاکسی طرح بھی جائز نہیں۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ ایسی ہڑتال کی مفتی صاحب کے نزدیک قطعاکوئی گنجائش نہیں ہے جس سے کسی کوتکلیف یانقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔اگر دیکھاجائے توہمارے ملک میں بہت کم ایساہوتاہے کہ ہڑتال کی جائےاوردوسرے کے مال ودوکان کو نقصان نہ پہنچایاجائے۔ ہمارے ملک میں ہڑتال کامطلب یہ لیاجاتاہے کہ جلاؤگھیراؤکرو اورتوڑ پھوڑکرکے گاڑیوں کوجلادو،اگر سرکاری املاک ملتی ہیں تونقصان پہنچاؤ۔لہذاایسی ہڑتالوں کی شریعت میں مکمل طور پرممانعت ہے۔

## 1959ءکی لیبرپالیسی میں مزدوراورمالک کے درمیان تعلقات پرفقہ اسلامی کی روشنی میں تقابلی مطالعہ:

مزدورومالک یاآجرواجیر کے درمیان تعلقات کادرست ہوناصنعتی ترقی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتاہے۔عام طورپرہوتایہ ہے کہ آجر اس کوشش میں رہتاہے کہ زیادہ سے زیادہ منافع کس طرح حاصل کرے اورمزدوروں سے کس طرح زیادہ سے زیادہ کام لے۔اس کے برخلاف مزدوروں کی حالت یہ ہے کہ کس صورت میں کم سے کم کام کیاجائےاورزیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کی جائیں۔

اسلام اس طرح کی طبقاتی کشمکش کاکسی طورپرقائل نہیں ہےاورنہ اس طرح کاکوئی اسلامی تصورہے۔اسلام اس بات پرزورپردیتاہے کہ ایک دوسرے کی عزت نفس کاخیال رکھاجائے،اسلام کہتاہے کہ ایک دوسرے سے دست وگریبان ہونے کی بجائےایک دوسرے کااحترام کیاجائےاورچاہے آجیرہویااجیر،دونوں ایک دوسرے کے حقوق اداکریں۔مالک جہاں ایک طرف اپنی ملکیت پرتصرف کاحق رکھتاہےوہیں دوسری طرف اسے حکم دیاگیا ہے کہ خداکاخوف رکھنے والااوردوسروں کی عزت کرنے والاہوکیونکہ کوئی شخص کتناہی عابدوزاہدکیوں نہ ہواگروہ خداکے بندوں سے خوش اخلاقی سے پیش نہیں آتااس کے اعمال کی قدروقیمت عنداللہ نہیں ہے۔

فقہ اسلامی کے مطابق مالک ومزدورکے درمیان صرف آجرواجیرتک تعلق نہیں ہوتابلکہ ان کے درمیان رشتہ اخوت قائم ہوتاہے،مالک ومزدورکے درمیان وہ امیدیں قائم ہوجاتی ہیں جوایک بھائی کودوسرے بھائی سے ہوتی ہیں،اگرکسی ایک بھائی کوتکلیف پہنچتی ہے تودوسرے بھائی بھی تکلیف محسوس کرتاہے۔اگرایک بھائی سے کوئی غلطی سرزدہوتی ہے تودوسرامعاف کردیتاہےاورخدمت گارسے اگرکوئی غلطی ہوجاتی ہے تواسے معاف کرنے کی زیادہ تاکیدکی گئی ہے۔[2]

---

([1]) عثمانی، مفتی محمد تقی، **تقریر ترمذی**، ص:320

([2])سلیمان بن الاشعث، **سنن ابوداؤد**، 7/470

سرمایہ دار کو شرعی طور پر کوئی ممانعت نہیں کہ وہ اپنی جائیداد یا سرمائے میں اضافہ کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کسی کی آہیں اور چیخیں شامل نہ ہوں۔ دنیا میں آسائشیں حاصل کی جائیں مگر اس طرح کہ کسی کی خوشحالی کی قیمت غریب کو غریب تر بنا کر وصول نہ کی جائے۔

اسلامی فقہ کا نظریہ وہ ہے جو پہلے گزر چکا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جب حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں مزدوری کرنے پر رضامندی ظاہر کی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے تمہاری طاقت سے زیادہ مشقت نہیں لوں گا۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی فقہ میں مزدور کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور آجر کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے ماتحت بھی گوشت پوست کے ایسے انسان ہیں جن کی غلطیوں سے درگزر کیا جائے، انہیں وہی کھلایا جائے جو مالک خود کھاتا ہے، انہیں وہی پہنائے جو مالک خود پہنے، اسلامی معاشرے میں نہ تو مزدور کو اچھوت تصور کیا جاتا ہے اور نہ ہی کمتر یا کسی دوسری دنیا کی مخلوق، بلکہ مزدور کو بھی مالک کے برابر حقوق حاصل ہیں اور مزدور کی تمام جائز ضروریات کی تکمیل مالک پر اخلاقی فرض ہے۔[1]

---

([1])بخاری، **صحیح بخاري:** كتاب بدء الوحي، باب قول النبيﷺ العبيد إخوانكم فأطعموهم مما تأكلون، **رقم الحديث:** 2545۔

# فصل دوم: دستور 1962ء اور لیبر پالیسیز

## مبحث اول: دستور 1962ء کے خدوخال اور 1969ء، 1972ء، کی لیبر پالیسیز

## مبحث دوم: مذکورہ لیبر پالیسیوں کا فقہ اسلامی کی روشنی میں تجزیاتی وتقابلی مطالعہ

# مبحث اول: دستور 1962ء کے خدوخال اور 1969ء، 1972ء، کی لیبر پالیسیز

## آئین 1962ء

یہ آئین جنرل ایوب خان کے دور میں نافذ کیا گیا۔ ایوب خان نے بنیادی جمہوریتوں کا نظام متعارف کرایا۔ صدر ایوب خان یہ سوچتے تھے کہ پاکستان کے مخصوص حالات میں یہی بنیادی جمہوریتوں کا نظام ہی زیادہ موزوں اور بہتر ہے کیوں کہ اس نظام کے تحت لوگوں کی انتظامیہ میں براہ راست شراکت اور ہمدردیاں شامل تھیں۔ صدر ایوب خان نے جب جمہوریتوں کے نظام کا نفاذ کر کے عوام میں مقبولیت اور کسی حد تک اعتماد حاصل کر لیا تو 17 فروری 1960ء کو انہوں نے ایک آئینی کمیشن قائم کیا جس کے سربراہ جسٹس شہاب الدین تھے۔ طویل غور و غوض کے بعد اس کمیشن نے 6 مئی 1961ء کو اپنی رپورٹ پیش کر دی، جس میں واضح کہا گیا کہ ملک میں پارلیمانی حکومت کی ناکامی کی وجہ ہر دلعزیز اور مخلص قیادت کا فقدان ہے۔ لیکن جب صدر ایوب خان نے نئے آئین کا اعلان کیا تو آئینی کمیشن کی سفارشات کو بالائے طاق رکھ دیا گیا اور ان سفارشات میں سے صرف صدارتی نظام کی تجویز کو قبول کیا گیا وہ بھی ان شرائط کے ساتھ نہیں جن کا ذکر کمیشن نے اپنی رپورٹ میں کیا تھا۔[1]

## دستور 1962ء کے خدوخال

یہ آئین 250 دفعات اور 5 گوشواروں پر مشتمل تھا بعد میں ترامیم بھی اس میں شامل ہوئیں۔ بعد میں جو صدارتی احکامات اور مارشل لاء کے ضوابط جاری کیے گئے تھے انہیں بھی دستور میں شامل کر لیا گیا جس کی وجہ سے تعداد اکتیس ہو گئی تھی۔ اس آئین کی دیگر نمایاں خصوصیات درج ذیل تھیں:

1- پاکستان کا نام "جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔ بعد میں ترمیم کر کے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کا نام دیا گیا۔

2- بنیادی حقوق فراہم کرنے کی بات کی گئی۔ یہ ان حقوق میں حفاظت جان اور نقل و حرکت کی آزادی، گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ، غلامی اور جبری بیگار سے تحفظ، نقل و حرکت کی آزادی، اجتماع، جماعت سازی، شغل یا پیشہ کی آزادی عقیدے اور مذہب کی آزادی، کسی مخصوص مذہب کی خاطر ٹیکس دینے کے خلاف تحفظ، مذہبی تعلیمی اداروں کے بارے میں تحفظ، حقوق املاک کی حفاظت، شہریوں کی مساوات، پبلک مقامات میں جانے کی آزادی، ملازمتوں کے سلسلہ میں تفریق کے خلاف تحفظ، ثقافت، رسم الخط اور زبان کا تحفظ، چھوت چھات کا خاتمہ وغیرہ

---

[1]- آئین 1962ء کو قومی اسمبلی آف پاکستان کی ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو: www.na.gov.pk ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے
www.na.gov.pk/uploads/documents/1391139448_469.pdf:

کے متعلق بات کی گئی۔

3- زکوۃ، اوقاف اور مساجد کی مناسب تنظیم کا بندوبست، اخلاقی اقدار کی پابندی، اقلیتوں کے جائز حقوق کا تحفظ، پسماندہ علاقوں کی طرف خصوصی توجہ، تعلیمی اور اقتصادی مقاصد کو فروغ دینا، کم مراعات یافتہ ذاتوں، نسلوں، قبیلوں اور گروہوں کے ارکان کو دوسرے اشخاص کے برابر لانے کے لئے اقدامات کرنا۔ ناخواندگی کا خاتمہ، خواتین کے حقوق کا تحفظ، افراد کے معیار زندگی کو بلند کرنا، معاشرتی و سماجی تحفظ کی فراہمی، شہریوں کے مابین مساوات، سود کا خاتمہ، قحبہ گری، قمار بازی اور مضر صحت ادویات نوشی کی حوصلہ شکنی وغیرہ۔

4- مرکزی حکومت کے صدر دفاتر اسلام آباد میں تھے ڈھاکہ کو پاکستان کا ثانوی دارالحکومت بھی بنایا گیا۔ بنگالی اور اردو دونوں کو پاکستان کی قومی زبانیں قرار دیا گیا تاکہ مشرقی پاکستان کے لوگ مطمئن رہیں۔

5- اس دستور میں اسلامی مشاورتی کونسل قائم کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا جس کا مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو مشورے فراہم کرنا تھا تاکہ کوئی قانون اسلام اور قرآن وسنت کے منافی تشکیل نہ پائے۔

6- اس آئین میں پارلیمانی نظام حکومت کی بجائے صدارتی طرز حکومت کو اپنایا گیا تھا۔

7- آئین کی رو سے قومی اسمبلی کے روبرو صدر مملکت کا مؤاخذہ عمل میں لایا جاسکتا تھا۔ قومی اسمبلی کے کل اراکین میں سے کم از کم ایک تہائی اراکین صدر کے خلاف مواخذہ کی تحریک پیش کرسکتے تھے۔

8- صدر کی رخصت علالت یا غیر حاضری میں قومی اسمبلی کا سپیکر قائم مقام صدر کے فرائض سرانجام دیتا لیکن اس کے اختیارات محدود تھے۔

9- صدر کے خلاف کسی قسم کی فوجداری کاروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ صدر کی حیثیت افواج کے سپریم کمانڈر کی تھی، اسے سزاؤں کی معافی، موقوفی اور التوا کا اختیار حاصل تھا۔

10- آئین کی رو سے پاکستان میں ایک سپریم کورٹ اور صوبے میں ایک ہائیکورٹ قائم کی گئی۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی برطرفی کا طریقہ کار وہی اپنایا گیا جو پہلے والے آئین میں درج تھا۔ [1]

جنرل ایوب خان کے دور میں ملک میں سیاسی استحکام رہا اور خوب اقتصادی ترقی ہوئی۔ لیکن حالات نے ایسی کروٹ لی کہ صدر ایوب نے صدارت سے استعفی دے دیا اور تمام تر اختیارات بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل آغا محمد یحیی خان کے سپرد کر دیئے جنہوں نے اختیارات سنبھالتے ہی ملک میں 25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء لگا دیا اور 1962ء کا آئین منسوخ کر دیا۔ اور ملک ایک مرتبہ پھر بے آئین ہو گیا۔ 7 دسمبر 1970ء کو الیکشن کرائے گئے۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے جیتی جبکہ مشرقی پاکستان سے صرف ایک سیٹ ملی باقی عوامی لیگ

(1) Report of the Constitutional Commission, 1960, Chapter-7.P-10.

جیت گئی۔ جنرل یحیی خان نے ون یونٹ ختم کر دیا اور مغربی پاکستان میں پھر چار صوبے وجود میں آ گئے۔ وحدت مغربی پاکستان کے خاتمے سے ایک دن قبل یعنی 30 مارچ 1970ء کو یحیی خان نے بنیادی قانونی ضابطہ (Leagal Frame Work Order) جاری کیا جو قومی اسمبلی کے لئے آئین سازی کی بنیاد قرار دیا گیا۔ اس آرڈر میں آئین سازی کے بنیادی اصول متعین کر دیئے گئے جو پاکستان کے سابقہ منسوخ شدہ آئین میں موجود تھے۔ جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے:

1- آئین میں ملک کی اسلامی نظریاتی اساس کا تحفظ کیا جائے گا۔

2- ملک کی آزادی، جغرافیائی اور قومی وحدت کی ضمانت دی جائے گی۔

3- آئین جمہوری ہو گا اور مقررہ وقفوں کے بعد انتخابات کروائے جائیں گے۔

4- آئین وفاقی طرز کا ہو گا جس میں تمام اختیارات بشمول آئین سازی، انتظامیہ، مالیاتی اختیارات وفاقی مرکز اور صوبوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔

5- آئین میں پاکستان کے تمام علاقوں کے لوگوں کے لئے قومی معاملات میں زیادہ سے زیادہ شمولیت کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔[1]

16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان کا سانحہ ہوا اور ملک دولخت ہو گیا۔ اس وقت پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ہندوستان کی فوجی مداخلت پر احتجاج کر رہے تھے کہ جنرل یحیی خان نے انہیں واپس بلا لیا اور 20 دسمبر 1971ء کو عنان حکومت ان کے سپرد کر دیا۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے قائد ذوالفقار علی بھٹو پندرہ سال کے طویل دورانیہ کے بعد پاکستان کے پہلے سویلین صدر بن گئے۔ انہوں نے اپنی پارٹی کے منشور کے مطابق بہت سی انقلابی اصلاحات کا اعلان کیا۔ ان کی جماعت کا منشور اسلام، سوشلزم اور جمہوریت کا ایک امتزاج تھا۔ ان کو یہ کریڈٹ ضرور جاتا ہے کہ انہوں نے قوم کی امنگوں کو پورا کیا اور نیا آئین دیا جسے قومی اسمبلی نے 12 ستمبر 1973ء کو منظور کیا۔ نئے آئین کی رو سے صدر کے تمام اختیارات محدود کر دیئے گئے اور تمام اختیارات وزیر اعظم کو دے دیئے گئے۔ اس آئین کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ عوام کے منتخب نمائندوں نے اسے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اور اسمبلی کے تمام اراکین نے اس کے حق میں ووٹ دیا۔ اس کے خلاف اسمبلی میں ایک بھی آواز بلند نہیں ہوئی۔

## 1969ء کی لیبر پالیسی:

تقریباً دس سال کے عرصہ کے بعد تیسری پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ 25 مارچ 1969ء میں جب دوسری

---

([1]) مخدوم زادہ سید حسن محمود، میرا سیاسی سفر (لاہور، یادداشتیں، 1986ء) ص:54

بارمارشل لاء لگایا گیاتب مارشل نور خان صاحب کی سربراہی میں مزدوروں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جن کی تجاویز کو مدنظر رکھ کر 1969ء کی لیبر پالیسی وضع کی گئی۔ نومبر 1969ء میں انڈسٹریل ریلشنز آرڈیننس جاری کیا گیا، یہ آرڈیننس اب نافذ العمل ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں ترامیم کی گئیں۔

مزدور قوانین کے حوالے سے یہ قانون بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس قانون میں محنت کشوں کو ٹریڈ یونین بنانے کا حق دیا گیا ہے۔ مزدوروں کو بغیر کسی امتیازی حیثیت دیے اپنی مرضی کی انجمن سازی کا متعلقہ انتظامیہ کے قواعد اور اجازت سے بنانے کا حق دیا گیا۔ لیکن ساتھ یہ بھی شرط رکھی گئی کہ مزدور صرف کسی ایک یونین کا ہی نمائندہ ہو گا ایک سے زیادہ کا نہیں۔ جس طرح مزدوروں کو یونین سازی کا حق دیا گیا اسی طرح آجروں کو بھی "ایسوسی ایشن" بنانے کا حق دیا گیا۔ آجروں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے انجمن سازی کریں اور جسے دل چاہے اپنی انجمن کا نمائندہ منتخب کریں۔ اسی طرح آجروں کو اختیار دیا گیا کہ انتظامی امور نمٹانے اور اپنے پروگرام وضع کرنے کے لئے قواعد و ضوابط بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح کارکنوں اور آجروں کی تنظیمیں مل کر یونین سازی کر سکتے ہیں اور چاہیں تو منشور بھی مرتب کر سکتے ہیں اور رجسٹرار ٹریڈ یونین کے پاس رجسٹرڈ کروا سکتے ہیں۔ اگر ایک سے زائد ایسی ٹریڈ یونینز جو ایک ہی قسم اور نوعیت کی ہوں مل کر فیڈریشن بنا سکتی ہیں جسکو رجسٹرار مقامی کے پاس رجسٹرڈ کروا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ قومی سطح پر یونین سازی یا تنظیم بنانے یا ٹریڈ یونین کی رجسٹریشن کے لئے "انڈسٹریل ویلفیئر کمیشن" کے نام سے ادارہ بنایا گیا جس کا مرکزی دفتر اسلام آباد میں قائم کیا گیا۔

اس لیبر پالیسی کی اہم جزئیات درج ذیل ہیں:

1- اس پالیسی کے تحت صنعتی آرڈیننس 1969ء [1] کا نفاذ کیا گیا۔ پارٹیوں کو اجازت دی گئی کہ وہ ایک دوسرے کے لئے مالی پابندیاں عائد کریں مثال کے طور پر ہڑتالیں یا تالہ بندی اور پہلے 30 دن حکومت اختلافات میں مداخلت نہیں کر سکتی تھی مبادا کہ پارٹیاں مذاکرات کی خواہش کریں۔

2- خیال یہ تھا کہ مزدور اور ملازمین اتنے سمجھدار ہو جائیں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور وہ تیس دن کی ہڑتال اور تالہ بندی کی چھوٹ کا غلط استعمال کرنے سے باز رہیں لیکن بدقسمتی سے نتیجہ اس کے برعکس تھا۔

3- صنعت کو ان آزادی کے موقعوں کی وجہ سے سخت نقصان ہوا جو کہ خودکشی کے برابر تھا۔

---

([1]) اس آرڈیننس میں مزدوروں کے حقوق کا تحفظ نئے قوانین کے تحت کیا گیا اور مالک مزدوروں کو بآسانی نہیں نکال سکتا تھا۔ واضح کیا گیا کہ اجیر کی تعریف میں یہ شامل نہیں ہے کہ اسکی ملازمت کا معاہدہ ایک آجر کے ساتھ ہو بلکہ کوئی بھی فرد جو تنخواہ کے لئے عام طور پر کم از کم ہفتہ میں چوبیس گھنٹے کے لئے یا کسی ادارے کے ساتھ تعلق ہو یا ملازمت کے معاہدہ کے تحت کام کرتا ہو، ایک اجیر ہو گا۔ ٹھیکیدار کی طرف سے ملازم رکھے گئے کارکن جو کہ کام کرنے کے لئے ہوں مزدور کہلائے جائیں گے۔

4-اس پالیسی کے تحت 1934ء کے فیکٹری ایکٹ[1] میں کچھ ترامیم ہوئیں اور کچھ دوسرے قوانین کو بھی اہمیت دی گئی۔

5-مندرجہ ذیل قوانین کا نفاذ کیا گیا جس کی بناء پر اس پالیسی کے لیبر قوانین نتیجتاً مضبوط ہو گئے۔

☆ صنعتی تعلقات کے قوانین 1969ء۔[2]

☆ ان صحت افزا اقدامات کی بدولت مزدوروں کے لئے مل بیٹھنے کی آزادی، مشترکہ سودے بازی، کم سے کم اجرت کا مقرر کیا جانا اور مزدوروں کی بہبود جیسے اچھے معاملات سامنے آئے۔[3]

## 1972ء کی لیبر پالیسی:

چوتھی مزدور پالیسی کا اعلان 1972ء میں محترم ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں کیا گیا۔

1-اس پالیسی کا بنیادی مقصد انتظامیہ اور مزدوروں کے درمیان اچھی فضا قائم کرنا۔

2-ایک صنعتی ادارے میں مزدوروں کے کردار کا فیصلہ کرنے کے لئے فلسفہ یہ ہے کہ مشترکہ مفادات کے لئے کام کیا جائے۔

3-پیداوار ایک مشترکہ معاملہ ہے تمام سطح پر اس سلسلہ میں مدد، تعاون، مشاورت اور تخلیقی شرکت چاہئے۔

4-انتظامیہ اور مزدوروں میں سے ہر ایک کی ذمہ داریوں کے حوالے سے مؤثر شرکت ہو۔ مزدوروں کے نمائندوں کو مقرر کیا جائے اور مزدوروں کی بہبود کے فنڈ کے لئے گورننگ باڈی کی تشکیل ہو۔

5-1972ء کی ذوالفقار علی بھٹو کی پالیسی نے مزدور کی اصلاحات کو بڑھایا۔[4]

ان اصلاحات میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل تھیں:

**(1)** نئے قوانین شامل کیے گئے مثلاً مزدوروں کی بہبود 1971ء، صنعتی تعلقات کا قانون 1969ء (اس میں مزدوروں کے حقوق کا تحفظ نئے قوانین کے تحت کیا گیا اور مالک مزدوروں کو بآسانی نہ نکال سکتا تھا)۔

**(2)** مزدور قوانین کے دائرہ کار کو بڑھا دیا گیا اور مندرجہ ذیل فائدے مہیا کئے گئے۔

---

([1]) فیکٹری ایکٹ میں چھٹی مع تنخواہ، کنٹین، علاج کی سہولتوں اور دوسرے حفاظتی اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس ایکٹ میں فیکٹری کے اندر صفائی، ہوا، روشنی اور پانی کے انتظامات سے متعلق ہے۔ اس قانون میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کسی بھی مزدور سے ہفتے میں 48 گھنٹے سے زیادہ کام نہیں لیا جائے گا، مزدور کو ہفتے میں ایک چھٹی لازمی دی جائیگی جبکہ خواتین سے رات کے وقت کام نہیں لیا جا سکتا۔

([2]) دیکھیے حاشیہ نمبر 1۔

([3])۔ **پاکستان اکنامک سروے، 12، 2011**، ادارہ شماریات حکومت پاکستان، ص: 167

([4])۔ **ایضاً**۔

1-منافع میں شرکت۔

2-سالانہ بونس۔

3-گروپ انشورنس۔

4-گروپ مفادات سکیم وغیرہ وغیرہ۔

**(3)** اس پالیسی سے متعلق مالکان نے تنقید شروع کر دی اور بے ضابطگیوں اور مزدوروں کی طرف سے کم پیداوار اور ٹریڈ یونینز کی غلط سرگرمیوں سے متعلق شکایات دینا شروع کر دیں۔

**(4)** حکومت نے چوتھی مزدور پالیسی 10 فروری 1972ء کو اعلان کی۔ جس کو 1975ء میں مزید تبدیل کیا گیا۔

**(5)** یہ دراصل تیسری پالیسی کو وسیع کیا گیا اور بنیادی نکات میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔[1]

## مندرجہ بالا پالیسی کے اہم نکات:

اس پالیسی کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

1- فیکٹری کی سطح پر مینجمنٹ میں مزدوروں کی شمولیت۔

2- مشترکہ سودے بازی ایجنٹ[2] کو یہ حق دیا گیا کہ وہ کمپنی کے اکاؤنٹس کو آڈٹ کرنے کے لئے آڈیٹر مقرر کرے۔

3- مزدوروں کے منافع میں شراکت کی شرح 2 فیصد سے 4 فیصد اور بعد میں 5 فیصد کر دی گئی۔ یہ مزدوروں کی محرومیوں کو ختم کرنے کا لائحہ عمل تھا، منافع کی صورت میں قانونی بونس ایک ماہ کی مکمل تنخواہ۔

4- لیبر عدالتوں کو اختیارات دیے گئے کہ وہ کیس کے دوران مذاکرات کرے اور مزدور کی محرومیوں کا ازالہ کرے جو کہ مزدور کی معطلی کے بعد ہوئیں۔

5-مزدوروں کے لئے پنشن سکیم کا اجراء۔

6-تنازعات کے حل کے لئے مزدور کونسل کی سطح پر اقدامات۔

7-ہڑتال اور تالہ بندی کے دن 21 سے کم کر کے 14 کر دیے۔

8-مزدوروں کی برطرفی کی جو بھی وجہ ہو اسے بیان کیا جائے، کنٹریکٹ ملازمین کے لئے قوانین کا نفاذ۔

11-مالک کے لئے مقرر کیا گیا کہ وہ مکمل پنشن دے اور سوشل سکیورٹی فائدے بھی مہیا کرے اور باقاعدہ

---

(1) **ریسرچ سٹڈی پاکستان لیبر موومنٹ**، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، 2015، ص:03

(2) مزدور اور مالک دونوں کی صلح کے لئے تشکیل کردہ کمیٹی۔

ادارے کی شکل دے۔

12- مزدوروں کی گروپ انشورنس سکیم، مزدوروں کے تحفظ کے لئے مؤثر اقدامات۔ قوانین کے تحت مزدوروں کے معاملات کو سلجھانااوران قوانین میں گاہے بگاہے تبدیلی پیدا کرنا۔ اوراسے باقاعدہ ایوارڈ کی شکل دی جائے اور صنعتی تنازعات کو مزدوروں کے مفادات کے تحت حل کیاجائے۔ ناجائز مزدوروں کے قوانین پر عمل درآمد نہ کیاجائے اوراس سلسلے میں سزادی جائے۔ [1]

**خلاصہ:**

اہم نکات درج ذیل ہیں:

1) اس پالیسی کو غربت کے خلاف جہاد قرار دیا گیا۔

2) کارکنان کو اداروں میں شمولیت کی بنیاد فراہم کی گئی۔

3) کیونکہ مزدور پیداوار کا ایک حصہ مہیا کرتے ہیں لہذا پیدوار میں وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔

4) پالیسی میں بتایا گیا کہ بذریعہ اجتماعی سوداکاری اپنے مفادات کا تعین کیاجاسکتاہے۔

5) سابقہ قوانین کو ترامیم کے ساتھ جاری کیا گیااورورکرز انتظامیہ پارٹی میں پنشن کو ترغیب دی گئی کہ وہ بھی اس مل کے حصہ دارہیں لیکن اس بات کا غلط مطلب لیا گیاجس وجہ سے انڈسٹری خسارے کا شکار ہوگئی۔

6) اس لیبر پالیسی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مزدوروں کوان کے جائز حقوق فراہم کیے گئے، سٹینڈنگ آرڈر آرڈیننس 1968ء[2] میں بھی ترامیم کی گئیں اور کارکنوں کوزیادہ سے زیادہ سہولیات دی گئیں۔

7) ان کے جانی تحفظ میں سوشل سکیورٹی آرڈیننس 1969ء[3] کانفاذ کیا گیا جس کے تحت مزدور کارکنوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیااورانہیں بنیادی حقوق دلائے گئے۔

---

([1]) **ریسرچ سٹڈی پاکستان لیبر موومنٹ**، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، 2015، ص:03

([2]) اس میں گریجویٹی کی تشریح کی گئی ہے۔ گریجویٹی کے لئے اجرت کا تعین مدت ملازمت کے آخری ماہ میں زیادہ سے زیادہ لی گئی تنخواہ کے برابر ہوگا۔ جس میں تمام مستقل نوعیت کے الاؤنس شامل ہوں گے یہ تقریبا گراس تنخواہ کے برابر ہے۔ کسی بھی مستقل کارکن کوملازمت چھوڑنے یابرخاستگی پر (30) دن کی تنخواہ کے برابراس کی ملازمت کے ہرسال یا (6) ماہ سے زیادہ کی مدت ملازمت پر دی جائیگی دوران ملازمت اگر کسی ورکر کی موت واقع ہوجائے توگریجویٹی کی ادائیگی مرحوم کارکن کے زیر کفالت افراد کو دی جائیگی۔

([3]) یہ پاکستانی مزدوروں کے لئے صوبائی سطح پر سماجی تحفظ کا قانون ہے اوراس کا اطلاق صنعتی، تجارتی، پیشہ ورانہ، زرعی اور دوسرے اداروں پر ہوتا ہے اس کے تحت مزدوروں کی ماہانہ تنخواہ3000روپے تک تھی جو کہ ترمیمی آرڈیننس 2001ء کے تحت بڑھا کرماہانہ5000روپے مقرر کردی گئی تھی۔

## مبحث دوم: مذکورہ لیبر پالیسیوں کا فقہ اسلامی کی روشنی میں تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

### 1969ء کی لیبر پالیسی کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

**مندرجہ بالا پالیسی کی خوبیاں:**

مندرجہ ذیل اس پالیسی کی قابل ذکر خوبیاں ہیں۔

1- ٹریڈ یونینز کی نشوونما اور حوصلہ افزائی کے لئے مضبوط اقدامات ( نتیجتاً مشترکہ سودے بازی، ایجنٹ کا خیال متعارف ہوا)

2- صنعتی اختلافات ان کے حل کا لائحہ عمل۔

3- مذاکرات کے ذریعے مشترکہ سودے بازی کا دائرہ وسیع اور مضبوط کرنا۔

4- مزدوروں کو ہڑتال اور تالہ بندی کا حق تفویض کرنا۔

5- مشترکہ سودے بازی کے اصول کی پبلک سیکٹر ملازمین تک رسائی۔

6- کم سے کم اجرت کا ملک کے تمام علاقوں میں مقرر کیا جانا۔

7- کم سے کم اجرت بورڈ کے ادارے کا قیام

8- مزدوروں کی بہبود کا فنڈ اور گھروں کی تعمیر۔

علامہ ابن خلدون کے نزدیک اجرت مساویانہ ہونی چاہئے، وہ فرماتے ہیں: چھوٹے شہروں کے باشندے عموماً محدود ذرائع آمدن رکھتے ہیں وہ اس طرح کی زندگی کی سہولیات میسر نہیں پاتے جس طرح بڑے شہروں کے لوگوں کا طرز زندگی ہوتا ہے۔ فاس کا قاضی جو تنخواہ لے رہا ہوتا ہے وہ تنخواہ تلمسان کے قاضی سے کہیں کم ہوتی ہے لیکن ضروریات زندگی کو پورا کرنا اور سہولیات سے فائدہ مند ہونا بطور شہری دونوں کا برابر حق ہے۔ اسی نظریہ کو عوام کے تمام طبقات پر لاگو کر سکتے ہیں۔[1]

علامہ ابن خلدون کے اس نظریہ کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عوام میں سے وہ طبقہ جس کے پاس سہولیات کا فقدان اور آمدن کم ہوتی ہے وہ محنت و مزدوری کرنے والے لوگ ہیں۔

مزدوروں کو مالکوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا چاہئے بلکہ حکومت کو خود بھی ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ مزدوروں کی مالی معاونت کے ساتھ ساتھ ان کی ضروریات زندگی پوری ہوتی رہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ

---

([1]) ابن خلدون، عبد الرحمن، **تاریخ ابن خلدون**، 1/361۔

میں لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور مدینہ میں عصا لے کر گھومتے تھے، ایک دن اتفاقاً ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ نے ٹوکتے ہوئے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ؟ اس نے کہا میرا دایاں ہاتھ مشغول ہے تین مرتبہ یہ بات چیت ہوئی، پھر آپ نے پوچھا تمہارا دایاں ہاتھ کس شغل میں مشغول ہے اس نے کہا کہ غزوہ موتہ میں ماؤف ہو گیا ہے، راوی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگے اور فرمایا کون تمہیں وضو کراتا ہو گا؟ کون تمہارا سر دھوتا ہو گا؟ کون تمہارے کپڑے دھوتا ہو گا اس طرح بہت سی چیزوں کا ذکر کیا اور اس کے لئے ایک خادم مقرر کر دیا، ایک سواری مقرر کر دی اور کھانے پینے کے علاوہ دیگر ضروریات کا بندوبست کیا۔[1]

اگر اس واقعہ کی روح کو سمجھا جائے اور اس نظریہ کو وسعت دی جائے تو بہت سی گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ اس واقعہ سے شاہ صاحب نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ریاست کو چاہئے ایسے ادارے قائم کرے جو محنت کشوں، مزدوروں، بے روزگاروں، اندھوں، بہروں، معذوروں اور مختلف امراض میں مبتلا افراد کے لئے مناسب روزگار، دیکھ بھال، ضروریات کا خیال رکھے اور کسی بھی مستحق فرد کو بے سہارا نہ چھوڑے۔

معاوضہ مقرر کرنے میں چند امور کا لحاظ کرنا ہو گا، مثلاً اس کے کام کی نوعیت کیا ہے، اس کی اپنی صلاحیت کیا ہے، اس نوعیت کے کام اور اس قابلیت کے آدمی کے لئے معروف ضروریات زندگی کیا ہیں اور اس خاص ملازم کی خانگی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ عام مستاجر افراد و ادارت کے بس کا تو یہ کام نہیں ہے کہ ملازم کے کنبے کے افراد جس تناسب سے بڑھتے جائیں، اس کی تنخواہ میں بھی اسی تناسب سے اضافہ کیا جاتا رہے، البتہ حکومت کو اس کی ذمہ داری لینی چاہئے یا پھر بڑے بڑے کاروباری اور صنعتی اداروں کو بھی اس کا پابند بنایا جا سکتا ہے، رخصت کے لئے اجازت کا معاملہ بھی ایک طرح سے لین دین کے معاملات سے مشابہ ہے، اس لئے اصول تو یہی چاہتا ہے کہ تحریری درخواست اور تحریری اجازت کی پابندی ہو البتہ پرائیویٹ ملازمت میں جہاں ایک شخص کا معاملہ ایک شخص سے ہی ہوتا ہے، وہاں زبانی اجازت کے استثناء کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ معاوضوں میں تفاوت کے علاوہ دیگر جملہ حقوق میں اصولاً اعلیٰ وادنیٰ ملازمین میں یکسانی ہونی چاہئے۔[2]

---

([1]) شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، 2/153۔

([2]) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، رسائل و مسائل، 2/245۔

اجیر تو اپنی مناسب اجرت لینے کا حق دار ہے جو معروف طریقہ پر اس کے کام کی نوعیت اور مقدار کے لحاظ سے مارکیٹ کی شرح کے مطابق طے ہو جائے۔ اس اجرت کو نہ تو اس دلیل کی بناء پر بڑھنا چاہئے کہ کاروبار میں منافع ہو رہا ہے اور نہ اس دلیل پر گھٹنا چاہئے کہ کاروبار میں گھاٹا آ رہا ہے۔ اجیر کا کام اس کو طے شدہ اجرت کا بہر حال مستحق بناتا ہے ان اجرتوں میں کمی بیشی اگر ہو گئی تو اس فطری قانون کے تحت ہوتی رہے گی جس کے تحت دوسری تمام اشیاء کی قیمتیں گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہیں۔ کام لینے والے کم اور کام کے خواہش مند زیادہ ہوں گے تو اجرتیں آپ ہی آپ کم ہوں گی۔ کام کرنے والے کم اور کام لینے والے زیادہ ہوں گے تو اجرتیں خود بڑھ جائیں گی۔

اس پالیسی میں کم سے کم اجرت بورڈ کے ادارے کے قیام کی بات کی گئی ہے جو کہ خلاف شریعت نہیں ہے اگر مزدوروں کی اجرت میں کام یا ذہانت کے اعتبار سے اجرت مختلف مقرر کی جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مزدوروں کے معاوضہ جات میں زیادہ فرق نہیں ہونا چاہئے ورنہ کم آمدنی مزدور میں احساس کمتری پیدا ہو گا اور وہ ٹھیک طریقے سے کام نہیں کر سکے گا۔ سید ابو الاعلی لکھتے ہیں: سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ عملاً ان اسباب کو رفع کیا جائے جو اوپر والے طبقے کو اسراف پر آمادہ کرتے ہیں۔ اس طبقے کے جو لوگ اونچی ملازمتوں میں ہیں ان کی تنخواہیں ہی ان کی فضول خرچیوں کا اصل باعث ہیں، نچلے درجے کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافے کی ضرورت ہے، کیونکہ بسا اوقات حقیقی ضروریات کی فراہمی ہی انہیں بد عنوانیوں پر مجبور کرتی ہے۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ ادنی اور اوسط درجے کے ملازمین کی کثیر تعداد یہ چاہتی ہے کہ وہ رشوت خوری اور دوسری ناجائز کاروائیاں نہ کرے لیکن بعض حالات میں وہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ بہر حال اصلاح حال کے لئے یہ سارے اقدامات ناگزیز ہیں۔[1]

اس پالیسی میں مزدوروں کے لئے جو ایک اہم پیش رفت ہوئی وہ سوشل سکیورٹی ایکٹ ہے جس کو بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے اس لئے ذیل میں اس آرڈیننس کے اہم نکات کو بیان کیا جاتا ہے۔

## 1969ء کی لیبر پالیسی کے تحت مزدوروں کو سوشل سکیورٹی ایکٹ کے تحت مزدوروں کو سہولیات:

1) لواحقین کو مکمل طبی امداد کی فراہمی یقینی بنائی گئی۔

2) بیماری کی صورت میں مزدور کو آخری تنخواہ کا ۷۵٪ نقد معاوضہ اور کینسر کے مریضوں کو ۱۰۰٪ اجرت کی ادائیگی کی جائے گی۔

3) کام کے دوران زخمی ہونے کی صورت میں کارکن کو ۱۰۰٪ معاوضہ دیا جائے گا۔

4) کام کے دوران زخمی ہونے کی وجہ سے کارکن کو گریجویٹی یا پنشن کی ادائیگی ۱۰۰٪ کی جائے۔

5) کام کے دوران کارکن کی وفات کی صورت میں تجہیز و تکفین کے لئے لواحقین کو رقم کی ادائیگی۔

---

([1]) مودودی، سید ابو الاعلی، رسائل و مسائل، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2002ء، 2/151۔

6)کارکن کے ہسپتال میں ایڈمٹ ہونے کی صورت میں ہر قسم کی ادویات کی فراہمی کے علاوہ انتقال خون کی رقم کی ادائیگی اور خرچہ وخوراک کی فراہمی ادارہ کی جانب سے ہوگی۔

7) اگر کارکن کام کے دوران حادثہ کی وجہ سے معذوری کا شکار ہوجاتا ہے تو اس کو مصنوعی اعضاء فراہم کرنا مالک کی ذمہ داری ہے۔

8)حادثہ یا بیماری کی صورت میں مالک ایمبولینس سروس فراہم کرے یا دوطرفہ کرایہ ادا کرے۔

9) کارکن کی وفات کی صورت میں میت کو اس کے آبائی شہر یا قصبہ میں پہچانے کے لئے اخراجات کی ادائیگی۔

اس پالیسی کے نکہ پنجم اور نہم میں مزدور کے دوران کام وفات پاجانے کی صورت میں حکم دیا گیا ہے کہ مزدور کی میت کو متعلقہ علاقے تک پہنچانے کے لئے ادارہ کی جانب سے انتظامات کیے جائیں گے۔فقہ اسلامی کی نظر میں اس کو نظریہ احسان پر محمول کرسکتے ہیں۔شریعت میں احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔وہ مزدور جو تازہ کما کر کھاتا ہے اس کے ورثاء کے لئے کتنا مشکل ہوگا کہ اس کی میت کو واپس لایا جائے اس صورتحال میں اگر ادارہ معاونت کرے گا تو شرعی طور پر اسے احسان کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔ جیسے حدیث میں آتا ہے ((إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَىْءٍ))[1]

(اللہ تعالی نے ہر چیز کے بارے میں احسان کا حکم دیا ہے۔

مزدور آدمی کا حد درجہ خیال رکھنا چاہئے کیونکہ مزدور سے بڑھ کر کون کمزور ہوسکتا ہے۔آجر اور فیکٹری کے مالکان کوئی ایسا قدم مت اٹھائیں جس سے مزدور کو فائدہ کی بجائے نقصان اٹھانا پڑے۔مزدور کا خیال مالک یا آجر کی طرف سے اس طرح رکھا جاسکتا ہے کہ اس کی اجرت پوری پوری ادا کی جائے اوراجرت کے علاوہ احسان کرتے ہوئے باقی ضروریات کو بھی مکمل کرنے کی کوشش کی جائے جن کو پورا کرنے کا آجر پابند تو نہیں لیکن عمل کرنے سے اخلاقیات کی تکمیل ہوتی ہے۔اگر آجر اجیر کی اضافی مدد کرے گا تو احسان کرنے والوں میں سے شمار کیا جائے گا۔

کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بننا چاہئے۔ مزدور کا تعلق بھی غریب فیملی سے ہوتا ہے اور تازہ کما کر کھانے والا ہوتا ہے اس کا سہارا بننا بھی اسلامی عمل ہے۔حکومت کو چاہئے کہ ایسے اقدامات اٹھائے جو مزدوروں کے لئے حوصلہ افزاء ثابت ہوں۔مزدوروں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے بیت المال یا کسی ادارے کو پابند کیا جاسکتا ہے کہ مزدوروں کی ضروریات کا خیال کرے۔شریعت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تمہارے علم میں یہ بات آئے کہ فلاں شخص اپنی ضروریات زندگی سے محروم ہے تو اس کی ضروریات پورا کرنے کی کوشش کی جائے چاہے وہ مدد مانگے یا نہ

---

([1]) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، باب الأمر بإحسان الذبح، دار الجیل، بیروت، رقم الحدیث:5167

مانگے۔

اس پالیسی کے نکتہ ششم میں کارکن کے ہسپتال میں داخل ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی ادویات کی فراہمی کی بات کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ خرچہ وخوراک کی فراہمی کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو کہ شرعی طور پر محل نظر ہے۔اس قانون پر وہ ادارہ تو عمل کر سکتا ہے جس کا شمار بڑے اداروں میں ہو لیکن وہ ادارہ جو ڈاؤن جارہا ہو اور قرض تلے دبا ہو اس کے لئے اس قانون پر عمل کرنا ناممکن ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے: کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے کے طور پر نقصان پہنچانا۔ [1]

اب وہ ادارہ جو پہلے ہی قرض کے بوجھ تلے دبا ہو اس پر کارکن کے علاج کی ذمہ داری بھی لگا دیں تو وہ ادارہ مزید نقصان میں چلا جائے گا جو شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔

اسلام تمام انسانوں کی عزت کی بات کرتا ہے، کسی شخص کو ذلیل کرنے سے منع کیا گیا ہے، سید ابوالاعلی لکھتے ہیں:

اسلام کے نزدیک یہ حق انسان کو انسان ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے کہ اس کے ساتھ اس کی کھال کے رنگ یا اس کی پیدائش کی جگہ یا اس کو جنم دینے والی نسل وقوم کی بنا پر کوئی امتیاز نہ برتا جائے اسے دوسروں کی بہ نسبت حقیر نہ ٹھہرایا جائے، اوراس کے حقوق دوسروں سے کم تر نہ رکھے جائیں، امریکہ کے افریقی النسل لوگوں کا مشہور لیڈر میلکم اکس جو سیاہ نسل کے باشندوں کی حمایت میں سفید نسل والوں کے خلاف مدتوں شدید کشمکش کرتا رہتا تھا، مسلمان ہونے کے بعد جب حج کے لئے گیا اور وہاں اس نے دیکھا کہ ایشیا، افریقہ، یورپ، امریکہ، غرض ہر جگہ کے اور ہر رنگ ونسل کے مسلمان ایک ہی لباس میں ایک خدا کے گھر کی طرف چلے جارہے ہیں، ایک ہی گھر کا طواف کررہے ہیں، ایک ہی ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں اوران میں کسی قسم کا امتیاز نہیں ہے تو وہ پکار اٹھا کہ یہ ہے نسل اور رنگ کے مسئلے کا حل، نہ کہ وہ جو ہم امریکہ میں اب تک کرتے رہے ہیں۔ [2]

مزدور کو عزت وتکریم دینا اس کا شرعی حق ہے کیونکہ دین اسلام مزدوروں اور محنت کشوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مزدور کو تعظیم دیتا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے بذات خود محنت کر کے اس کا عملی ثبوت دیا اور صحابہ کو بھی تلقین کی کہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھا کریں۔ اسلام نے مزدور کو جو عزت دی اس کا عشر عشیر بھی دوسرے مذاہب نہ دے سکے۔ لہذا مزدور کو بھائی سمجھ کر اس کے مقام ومرتبہ کا خیال رکھا جائے۔

---

([1]) محمد بن یزید، سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: 2340، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ صحيح وضعيف سنن ابن ماجة ج5، ص340

([2]) ایضا، 4/24۔

## 1969ء کی لیبر پالیسی میں کم از کم اجرت سے متعلق بورڈ کے قیام پر فقہ اسلامی کی روشنی میں تقابلی مطالعہ:

اسلامی نقطہ نظر سے کسی بھی شخص کو دوسرے شخص پر کی جانے والی زیادتیوں اور حق تلفیوں کی عند اللہ کوئی معافی نہیں۔ اللہ تعالی اپنے معاملات میں تو معافی دے دیتا ہے لیکن بندوں کے معاملات میں جب تک مظلوم معاف نہ کرے اللہ تعالی بھی اس ظالم کو معافی نہیں دیتا۔ ہمارے مشاہدہ کی بات ہے کہ بعض اوقات ظالموں کے ظلم کا مرحلہ طویل ہو جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم کبھی بھی اللہ تعالی کی گرفت میں نہیں آتا، وہ گرفت میں ضرور آتا ہے بلکہ جب اللہ کی پکڑ ہوتی ہے تو اس ظالم کو کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔ یہ تو دنیاوی سزا ہے اب اس کے لئے آخرت میں کیا عذاب تیار کیا گیا ہے یہ اللہ پاک ہی بہتر جانے۔ اسلامی معاشرے میں قطعی طور پر جبر و ظلم کی کوئی اجازت نہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ کسی بھی طرح کا ظلم اسلام میں جائز نہیں ہے۔[1]

اگر ہم مزدور اور مالک یا آجر و اجیر کے تناظر میں دیکھیں تو ان کے تنازعات میں یہ بات شدت سے ظاہر ہوتی ہے کہ دونوں فریقوں میں سے ہر ایک ظالم و مظلوم نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اسلام نے ہر ایک کے لئے جو حقوق و فرائض متعین کیے ہیں ان کی بجا آوری کوئی نہیں لاتا۔ اگر حقوق کو غصب کرنے اور ظلم کو روا رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں تو اس کے ساتھ ہی اسلامی حکومت کی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ حقدار کو اس کا حق قبل اس کے کہ وہ حق کی وصولیابی کے لئے تگ ودو کرے، اس پہلے مل جانا چاہئے، لیکن ایسا ہوتا نہیں۔ آج کا سب سے بڑا مسئلہ ہی یہی ہے کہ حقدار کو اس کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ یہ صورتحال تمام شعبوں میں ہونے کے ساتھ ساتھ محنت کے شعبے میں بھی نظر آتی ہے۔

آج کے ہم کسی بھی معاشرے کا موازنہ اسلامی معاشرے سے کر کے دیکھ لیں تو ہمیں یہ حقیقت نظر آتی ہے کہ مالک کو وہ تمام عیش و عشرت کے سامان اور راحتیں نصیب ہیں جن کا تصور تک بھی مزدور نہیں کر سکتا۔ مزدور اپنی محنت اور جدوجہد کے ذریعے معاشرے میں جو خوشحالی اور ترقی لاتا ہے خود اس کی اپنی زندگی میں اس ترقی کا اسے کوئی فائدہ نظر آتا نہیں لہذا جب وہ اپنے گردو پیش پر نظر ڈالتا ہے تو احساس محرومی سے اس کی گردن جھک جاتی ہے جبکہ اسلامی فلسفہ حیات میں محرومی اور احساس کمتری کی قطعا کوئی گنجائش نہیں ہے۔

[1] سلیمان بن احمد، المعجم الأوسط، 1/136۔

## 1969ء کی لیبر پالیسی میں بے روزگاری کے خاتمے کے لئے مناسب اقدامات کرنے کے متعلق تقابلی مطالعہ:

اگر ہم شرعی طور پر مسئلہ اجرت کو دیکھیں تو سب سے پہلے کسی مسئلے سے نمٹنے کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ قرآن کی روشنی میں حکم تلاش کریں پھر احادیث کی روشنی میں پھر اس مسئلہ کا حل اجتہاد کی صورت میں نکالیں۔

اسلامی معاشرے میں اجرت کے تعین کے سلسلے میں حالات کو مد نظر رکھنا ہو گا اور ان حالات کا جائزہ لینا مالک کی ذمہ داری ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مالک از خود تو بہترین لباس زیب تن کرے، بہترین غذا استعمال کرے اور عالیشان محلات میں رہے اور ہر قسم کا تعیش کا سامان اسے حاصل ہو جبکہ اس کے خادم اس قدر قلیل اجرت پائیں کہ روٹی کے بھی محتاج ہوں۔ آجر، سرمایہ دار اور مالک کو حکم دیا گیا ہے کہ جو رواج ہو، معاشرے کا دستور ہو وہ اجرت مزدور کو فراہم کی جائے۔

لیکن اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اس کی کم از کم اجرت اتنی ضرور ہونی چاہئے جو ایک مزدور اور اس کے اہل خانہ کی بنیادی ضروریات پوری کر سکے۔ خوراک، لباس غذا، تعلیم اور رہائش کے اندیشوں اور غموں سے نجات دلانے کے ساتھ ساتھ اس کی ذات اور اس کے بچوں کی صحت اور علاج کے لئے بھی کافی ہو۔ یہ آجر کے فرائض میں سے نہیں ہے کہ اجیر کی تمام ضروریات کا لحاظ رکھے لیکن عدل کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اجیر کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرے تا کہ اجیر صرف قوت لایموت تک محدود نہ رہے۔[1]

اسلامی معاشرے میں اجرتوں کا تعین بھی یکسانیت کی بنیاد پر نہیں ہو تا بلکہ مختلف عوامل کار فرما ہوتے ہیں کہیں تو مختلف مزدوروں کے مابین تفریق کی وجہ تجربہ ہوتی ہے اور کہیں ان کی مختلف استعداد۔ کیونکہ اگر بالفرض سب کی اجرتیں یکساں مقرر کر دی جائیں تو کیا معیار کارکردگی اور معیار محنت قائم رکھا جا سکے گا؟ یقیناً نہیں کیونکہ ہمارے تجربات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یکساں اجرت کے اصول میں قطعی طور پر ناکامی ہوئی ہے اس لئے معیشت کا پہیہ چلانے کے لئے ضروری ہے کہ جو بہتر کام کرے اسے بہتر معاوضہ بھی ملے لیکن یہ فرق کم سے کم ہو۔ اسلامی معاشرے میں کسی بھی مزدور کو اس نیت کے ساتھ ملازمت سے محروم رکھنا جائز نہیں ہے کہ وہ اجرت کے اعتبار سے مہنگا ہے اور اس سے سستا مزدور آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے اسلام میں سختی کے ساتھ ہدایت کی گئی ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا لحاظ رکھیں۔[2]

مزدور و مالک کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کی مجبوریوں سے فائدہ بھی نہ اٹھائیں۔ بسا اوقات ایسا بھی

---

([1])ندوی، مولانا مجیب اللہ، اسلامی قانون محنت واجرت، ص:106

([2])رفیق یونس مصری، أصول الإقتصاد الإسلامي، (دمشق، دار القلم، 1993ء، طبع دوم) ص:203، 204

ہوتا ہے کہ ملازمت اختیار کرنے والے کو ایک کاغذ تھما دیا جاتا ہے کہ اس پر دستخط کرنے ہیں اور وہ جانتا ہی نہیں کہ اس میں کیا تحریر ہے اسے وہ تمام شرائط من و عن قبول کرنی پڑتی ہیں جو مالک چاہے اب مزدور مجبوری کی بنا پر معاہدہ قبول کرتا ہے جس کی اسلامی نقطہ نظر سے کوئی بھی گنجائش نہیں ہے۔

## 1969ء کی لیبر پالیسی میں حق ہڑتال پر فقہ اسلامی کی روشنی میں تقابلی مطالعہ:

لیبر یونینز کے پاس اپنے حقوق کے حصول کے لئے واحد ہتھیار ہڑتال کرنا ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھاتے ہیں۔ ایک مسلمان پر حلال روزی کمانے کے ساتھ ساتھ اس پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ دیکھے کہ کہیں ظلم تو نہیں ہو رہا ہے اگر ظلم ہو رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اس ظلم کے خلاف اپنی استطاعت کے مطابق زبردست جدوجہد کرے یہاں تک کہ ظالم اپنے ظلم سے باز آجائے اگر وہ خاموشی اختیار کریں گے اور ظالم کو ظلم سے نہیں روکیں گے اور اس کے ظلم کو برداشت کرتے رہیں گے تو ایک دن سب ظلم کے شکنجے میں کس دیے جائیں گے۔

ہڑتال کرنا اگرچہ ہمارے معاشرے میں معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب سے آخری حربہ ہوتا ہے جو مزدور تنگ آکر اس وقت استعمال کرتا ہے جب تمام دلیلیں اور پر امن ذرائع سے کی جانے والی جدوجہد کے تمام طریقے ختم ہو کر رہ جاتے ہیں اور آجر مزدوروں کی جائز ضروریات کو پورا کرنے سے بھی کنی کتراتا ہے یا وہ وہ اہمیت نہ دیتے ہوئے جان بوجھ کر اجتناب کرتا ہے، تب مزدور اس مرحلے پر آکر اپنے حقوق کی جنگ لڑنے کے لئے اپنے آخری حربے ہڑتال کو استعمال کرتا ہے۔

فقہ اسلامی میں مزدوروں کی پر امن جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے لیکن اگر اس ہڑتال میں جلاؤ گھیراؤ ہو اور املاک کو نقصان پہنچانا ہو تو ایسی ہڑتال کی شرعاً کوئی اجازت نہیں ہے۔

## 1972ء کی لیبر پالیسی میں یونین سازی کے اختیار پر فقہ اسلامی کی روشنی میں تقابلی مطالعہ:

ترقی یافتہ ممالک کے ترقی پانے کا ایک راز یہ بھی ہے کہ ان ممالک کی مزدور تنظیمیں بے انتہاء مضبوط، مدبر، سنجیدہ اور محب وطن ہیں۔ صنعت کے علاوہ سیاست میں بھی ان مزدوروں کا انتہائی اہم کردار سمجھا جاتا ہے۔ اپنی تعمیراتی کمپنیاں اور بینک تک یونین کے رحم و کرم پر ہیں لیکن اسلامی ممالک کو اگر ہم دیکھیں تو ترقی کہیں نظر نہیں آتی کوئی خام مال سے مالا مال تو ہے لیکن صنعتی اعتبار سے بانجھ ہیں اور صنعتی ممالک کے محتاج ہیں۔ کوئی دولت سے مالا مال ہے لیکن پھر بھی ترقی یافتہ نہیں ہے۔ مزدوروں کا استحصال دیکھیں تو ہمیں اسلامی ممالک صف اول میں نظر آئیں گے، اس کی ایک وجہ مزدور انجمنوں کا بے انتہا کمزور اور لاغر ہونا بھی ہے۔ ان ممالک کے عوام الناس کو یا تو مزدور تنظیموں کے بارے کچھ علم نہیں یا پھر وہ انہیں ایسی جماعتیں سمجھتے ہیں جن کا اسلام سے دور دور تک کوئی

واسطہ نہیں۔

اسلامی ممالک کی تقریباً تمام حکومتیں چاہے وہ جمہوریت پسند ہوں یا بادشاہت کی علمبردار، سب کا رویہ مزدور تنظیموں سے معاندانہ ہے۔ اس کی شاید ایک وجہ ان مسلم ممالک کے مذہبی سکالر بھی ہوسکتے ہیں جنہوں نے اس حد تک کام نہیں کیا جس حد تک دیگر نظریات کے علم برداروں نے کیا۔ اس عدم توجہی کا نتیجہ ہم سب جانتے ہیں کہ قانون قدرت کبھی بھی خلاء نہیں رہنے دیتا، اس خلاء کو کہیں سرمایہ دارانہ نظام نے پر کرنے کی کوشش کی، تو کبھی اشتراکی نظام نے۔ بے چارہ مسلمان مزدور بیچ میں دوراہے پر کھڑا کبھی ایک طرف دیکھتا ہے تو کبھی دوسری طرف، گویا کہ وہ ایک دلدل میں پھنس کر رہ گیا ہو اور اس میں سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہو اور نکلنے کی کوئی راہ نہ نکل رہی ہو۔

یہ حقیقت ہے جس کو بیان کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ ہمارے فقہاء نے ''کتاب الاجارہ'' کے تحت مزدور کے مسائل کسی حد تک بیان کیے ہیں لیکن آج سے تقریباً ہزار سال پہلے ضبط تحریر میں لائی جانے والی کتب میں آج کی ٹریڈ یونین کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ ان کتب میں عبادات اور اس کی ادائیگی اور دستور یا رسم ورواج کے بارے میں ہدایات ملتی ہیں لیکن مزدور کے متعلق وہ سب کچھ نہیں جس کی ڈیمانڈ آج کا مزدور کر رہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ لیبر یونینز مزدوروں کے لئے انتہائی اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہر شخص روزافزوں مہنگائی کے سبب بے انتہا پریشان ہے۔ آج کا مزدور جو آمدنی وصول کرتا ہے وہ آنے والے کل میں ہونے والی مہنگائی کے مقابلے میں قطعی طور پر ناکافی ثابت ہوتی ہے ان مسائل سے کوئی بھی شخص انفرادی اعتبار سے نہیں نپٹ سکتا۔ ایسی صورتحال میں مزدوراپنی انجمنوں کے ذریعے اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مزدور اظہار رائے کرتا ہے، بڑھاپے میں پنشن کی صدا دیتا ہے یا حصول انصاف کے لئے سعی کرتا ہے تو یہ سب چیزیں اور ضرورتیں وہ ہیں جو انسان کو مہیا ہونی چاہیں۔ خدا کے جن بندوں نے ان بنیادی ضروریات اور حقوق کو محض اپنے جابرانہ فرسودہ قوانین کے چنگل میں جکڑ رکھا ہے ان کی بازیابی کے لئے یہ مزدور جماعتیں روز وشب مصروف رہتی ہیں۔

اسلامی ریاست میں اگر لوگ مل کر کوئی ایسی جماعت بناتے ہیں یا ایسا گروہ تشکیل دیتے ہیں جو لوگوں میں نیکی پھیلانے اور برائی سے روکنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے تو انہیں اس کا قطعی طور پر حق حاصل ہے اپنے جائز حقوق کے تحفظ، شکایات کے ازالے اور مسائل کے حل کے لئے قائم کی جانے والی تنظیم اور اس کے اجتماعات پر بھی اسی قانون کا اطلاق ہو گا۔ البتہ ایسی تمام جماعتوں کی اسلامی معاشرے میں قطعی طور پر کوئی اجازت نہیں۔

لہٰذا اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر کوئی بھی ٹریڈیونین اس لئے قائم کی جاتی ہے کہ وہ مزدوروں

کو جائز مسائل کے لئے آواز اٹھائے گی یا محنت کش کے حالات کو عملی جدوجہد کے ذریعے بہتر بنانے کی کوشش کی جائے گی تو ایسی سرگرمی کی اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی جماعتوں کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ ظلم کے خلاف معاشرہ سیسہ پلائی دیوار بن جائے۔

اسی طرح اگر ہم کسی بھی لیبر یونین کے دستور کو اٹھا کر دیکھ لیں تو اس میں یہی درج ہو گا کہ یونین کے تشکیل دیے جانے کا مقصد باہمی بھائی چارے کی فضا قائم کرنا ہے اور ممبران کی فلاح وبہبود کے لئے تگ ودو کرنا ہے۔ کارکنان کے جائز مقاصد کے لئے جدوجہد کرنا اور ان کے حالات اور زندگی کو بہتر بنانے کے لئے سعی اور ان کے لئے انصاف کے حصول کی کوشش کرنا ہے۔ ہم کسی بھی یونین کے دستور کو اٹھا کر دیکھ لیں اس میں یہ درج نہیں ہو گا کہ اس یونین کے بنانے کا مقصد کارخانے یا صنعت کار کو تباہی کے غار میں دھکیلنے یا مشینری کی توڑ پھوڑ کرنا ہے یا صنعتی بدامنی پھیلانا ہے۔ اس طرح کی یونین کی اسلام نہ تو اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ایسی یونین قائم کی جاسکتی ہے لیکن وہ یونین یا مزدور تحریک جو اپنے دستور کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے تو ایسی انجمنوں کے قیام کا تو حکم دیا گیا ہے کیونکہ ایسی تنظیم کے قیام کے اہم مقصد حصول انصاف ہے اور یہی عین تصور اسلام ہے کہ ظلم کا خاتمہ ہو انصاف کا بول بالا ہو

## 1972ء کی لیبر پالیسی کا تجزیاتی وتقابلی مطالعہ

1- اس پالیسی کے دوسرے پوائنٹ میں مالک اور مزدور کے درمیان اختلاف کی شکل میں مشترکہ سودے بازی ایجنٹ (مزدور اور مالک دونوں کی صلح کے لئے کمیٹی) کو اختیار دیا گیا کہ وہ اکاؤنٹ کو آڈٹ کرے، مزدور پارٹی کو اختیار دیا گیا کہ آڈیٹر کے ذریعے آڈٹ کرے اور جائزہ لے کہ کمپنی کو منافع ملا ہے کہ نہیں اگر ملا ہے تو مزدوروں کو ان کا حق ملنا چاہئے، کیونکہ عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق ملنا چاہئے۔

2- لیبر عدالتوں کو اختیار دیا گیا، یہ ایک اچھا اقدام ہے کہ لیبر کورٹ متعارف کرائی گئیں تاکہ وہ انہیں کی محرومیوں کا ازالہ کرسکے۔ یہ فقہ اسلامی کے مطابق ہے کیونکہ اسلام آزاد عدلیہ کا قائل ہے، تاریخ اسلامی میں بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ خلیفہ وقت قاضی کی عدالت میں پیش ہوا، عدل وانصاف کا قانون سب کے لئے برابر ہے۔

جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْكَرِیْم کی ایک زِرَہ گم ہو گئی، بعد میں جب آپ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْكَرِیْم کوفہ تشریف لائے تو وہ زرہ ایک یہودی کے پاس پائی، اسے فرمایا: یہ زِرَہ میری ہے، میں نے تمہیں بیچی ہے نہ تحفے میں دی ہے۔ یہودی نے کہا: یہ زِرہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔

فرمایا: ہم قاضی صاحب سے فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ یہ قاضی شُریح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عدالت میں پہنچے ،حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قاضی شریح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اے امیرُ المؤمنین! ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: اس یہودی کے قبضے میں جو زِرہ ہے وہ میری ہے، میں نے اسے نہ بیچی ہے نہ تحفے میں دی ہے۔ قاضی شریح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہودی سے فرمایا: اے یہودی! تم کیا کہتے ہو؟ یہودی بولا: یہ زِرہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ قاضی صاحب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ فرمایا: ہاں، قنبر اور حسن دونوں اس بات کے گواہ ہیں۔ قاضی صاحب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا) : کہ حسن آپ کے بیٹے ہیں اور شرعی اصول یہ ہے کہ (بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں۔ جب اس یہودی نے قاضی صاحب کا عادلانہ فیصلہ سنا تو حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ مجھے قاضی صاحب کے پاس لے کر آئے اور قاضی صاحب نے آپ ہی کے خلاف فیصلہ کر دیا! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی مذہب حق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ زِرہ آپ ہی کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اس کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے، وہ زِرہ اور ایک گھوڑا اُسے تحفے میں دے دیا۔[1]

3- مزدوروں کے لئے پنشن سکیم کا اجراء، یہ بھی فقہ اسلامی کے مطابق ہے۔ مزدوروں کو پنشن ملے گی تو اپنے آخری ایام سکون سے گزارے گا اگر اس کو ایک دم نکالا جائے گا تو مزدور سڑکوں پر آجائیں گے اور ملک میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اور پنشن مہیا کرنا فیکٹری مالکان کا مزدور پر احسان نہیں بلکہ مزدور کا اپنا ہی حق ہے جو اسے لوٹایا جا رہا ہے کیونکہ پنشن کی رقم مزدور کی تنخواہ سے کٹتی رہتی ہے جو بعد میں اسے پنشن کی صورت میں لوٹا دی جاتی ہے اس میں فیکٹری کا کردار صرف انتظامیہ کی حد تک ہے کہ فیکٹری اس کی آمدن آگے لگاتی ہے اور فائدہ حاصل کرتی ہے۔ پنشن کا معاملہ تعاون کے زمرے میں آتا ہے اور یہ تعاون اس نوعیت کا ہے کہ ریاست فیکٹری مالکان کو یہ تعاون کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ وہ مزدوروں سے یہ تعاون کریں، اسلام تو احسان وایثار کی بات کرتا ہے اگر فیکٹری مالکان احسان وایثار نہیں کر سکتے تو تعاون تو کر سکتے ہیں جو احسان وایثار سے نچلے درجے کی بات ہے۔

---

([1]) عزالدین ابوالحسن علي بن محمد، الكامل في التاريخ، 2/106۔

اگر حکومت اسے اپنی سکیم کا حصہ بناتی ہے تو یہ پنشن والا معاملہ مصالح مرسلہ ([1]) میں سے ہے۔ اگرچہ سابقہ فقہاء کے ہاں پنشن کے متعلق مباحث نہیں ملتی لیکن حکومت اسے اگر پالیسی کا حصہ بناتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ عمل مصالح مرسلہ کے قبیل سے تصور کیا جائے گا۔

4- تنازعات کے حل کے لئے مزدور کونسل کی سطح کے اقدامات۔ یہ بھی فقہ اسلامی کے عین مطابق ہے اس بارے میں اسلامی تصور حکم واضح طور پر پایا جاتا ہے کہ کسی تنازعہ کی صورت میں ایک حکم ادھر بیٹھ جائے ایک حکم دوسری طرف سے بیٹھ جائے اور مل کر تنازعات کو حل کریں اور مسائل کو مل بیٹھ کر حل کریں۔ فقہ اسلامی کے مطابق اگر تنازعہ واقع ہو تو زیادہ سے زیادہ 15 دن میں فیصلہ کیا جائے۔[2]

شریعت میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر جھگڑنے والے فریقین کے درمیان صلح کی کوشش کی جا رہی ہو تو لڑائی کو روکنی چاہئے اور فیصلے کا انتظار کرنا چاہئے۔ قرآن پاک میں ہے:((وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ.([3])

((اگر ایمان لانے والوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑے تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اگر ان دو میں کوئی ایک دوسرے کے خلاف سرکشی کرے تو اس گروہ کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر وہ لوٹ آئے تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔))

مزدور اور مالک کے تنازعہ کو بھی اسی آیت کی روشنی میں حکم مقرر کر کے حل کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر وحبہ زحیلی لکھتے ہیں:

يلزم أرباب العمل وأصحاب المصانع والمؤسسات بتعويض العمال بأضرار ناجحة عن العمل أو الآلات؟ فقال يلزم أرباب العمل وأصحاب المصانع والمؤسسات بتعويض العمال عن اصابتهم في أثناء العمل أو

---

([1]) فقہاء مالکیہ کے نزدیک کسی ضرورت اور مصلحت کو بنیاد بنا کر مسائل کا استنباط کرنے کا نام مصالح مرسلہ ہے۔ ان چیزوں کا حکم کسی معین نص میں نہیں ہوتا بلکہ قرآن وسنت کے مجموعی تاثر سے استنباط کیا جاتا ہے۔

([2]) بشیر ہدفی، الوجيز في شرح قانون العمل، (جزائر، حسور للنشر والتوزیع، 2006ء) ص:98

([3]) الحجرات، 49/ 9.

بسبب العمل،أوالخلل في الآلات أو ترك صيانتها،كما يلزمون بعلاجهم من الأمراض التي تنجم عن طبيعة العمل[1]

کیا آجر، فیکٹری مالکان اور ادارے مشینری یا کام سے ہونے والے نقصان کے لئے کاروباری اداروں کو معاوضہ دینے کے پابند ہیں؟ تو فقہاء نے کہا ہے کہ آجروں اور فیکٹریوں اور اداروں کے مالکان کاروباری افراد کو کام کے دوران ہونے والی چوٹوں یا کام کی وجہ سے یا مشینوں میں خرابی یا انہیں برقرار رکھنے میں ناکامی کی تلافی کرنے کے پابند ہیں۔

5- ہڑتال اور تالہ بندی میں آجر کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔ فقہ اسلامی کے مطابق ہونا تو یہ چاہئے کہ آجر اجیر ایک دوسرے کا خیال رکھیں اور ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کریں تا کہ ہڑتال اور تالہ بندی کی نوبت ہی نہ آئے۔ اگر صورتحال جوں کی توں رہتی ہے تو حکومت کو دخل اندازی کر کے مسائل حل کرنے چاہئیں۔ اگر بدقسمتی سے ریاست کچھ نہیں کر سکتی تو مزدور کم از کم اتنا تو کر سکتا ہے کہ ہڑتال کر کے کام پر جانے سے انکار کر دے، تاہم 21 دن سے کم کر کے 14 دن کرنا اچھی بات ہے تا کہ کام مکمل ٹھپ نہ جائے۔[2]

6- کنٹریکٹ ملازمین کے لئے قوانین کے نفاذ کی بات کی گئی ہے۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں مزدور کے حقوق کے حوالے سے یہ اچھی تجویز پیش کی گئی ہے تا کہ مزدور کا استحصال نہ ہو۔ کنٹریکٹ ملازم کو ایک دم سے ملازمت سے نہیں ہٹانا چاہئے کم از کم ایک مہینہ کی مہلت دی جانی چاہئے تا کہ وہ اپنا بندوبست کر سکے۔ اور یہ بھی اس صورت میں جب اس کا کیس اور وجہ ایک بورڈ میں پیش کی جائے اور بورڈ اس کی برطرفی کا فیصلہ دے اور مزدور کو قصوروار سمجھے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ چیز سمجھ آتی ہے کہ مزدور کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے کہ ایک دم اسے کام سے نکال دیں۔ اگر نکالنا ہی ہے کسی وجہ سے تو اسے چند دن مہلت دی جائے تا کہ وہ اپنا بندوبست کر سکے اور بلا وجہ تو نکالنا ہی نہیں چاہئے۔

## 7- 1972ء کی لیبر پالیسی میں مزدوروں کا نفع میں حصہ دینے پر فقہ اسلامی کی روشنی میں تقابلی مطالعہ:

8- آج بھی صورت حال یہی ہے کہ مختلف ادارے مزدوروں کو ان کا حق نہیں ادا کرتے بونس یا دیگر مراعات تو دور کی چیز ہیں جو مزدوروں کو حاصل ہوں۔ مثال کے طور پر علاج کی سہولت، مزدوروں کے لئے رہائش،

(1) زحیلي، وحبہ، فتاوي معاصرہ (بیروت، دارالفکر، طبع اول، 1424ھ) ص:96

(2) ہڑتال کے متعلق تفصیلی بات ہو چکی ہے، ملاحظہ کریں، ص:165۔

ان کی تعلیم، خوراک اور ٹرانسپورٹ وغیرہ کو ہی لے لیجئے، مزدور کو یہ سہولیات مہیا نہیں کی جاتیں۔

9- آج کا مزدور نفسیاتی طور پر اپنے آپ کو قطعی طور پر غیر محفوظ سمجھنے کے ساتھ ساتھ خود کو مظلوم بھی تصور کرتا ہے اور اس کوشش میں سرگرداں رہتا ہے کہ کسی طرح مالک سے زیادہ سے زیادہ منافع وصول کرے جبکہ دوسری جانب مالک اس چکر میں رہتا ہے کہ مزدور کو کسی طرح کم سے کم اجرت دے۔ یہ باہمی چپقلش مزدور و مالک کی معاشی سرگرمیوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے اور اسی وجہ سے صنعتی امن و امان تہہ و بالا ہو کر رہ گیا ہے۔ مالک و مزدور کے درمیان بد اعتمادی کی فضا نے زندگی اجیرن کر دی ہے اسلام اس صورتحال کا سختی سے نفی کرتا ہے۔

10- حقیقی صورتحال یہی ہے کہ مالک و مزدور دونوں ہی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں کبھی یہ غلطیاں عمداً ہوتی ہیں اور کبھی سہواً یا بلا ارادہ۔ جب معاشرے میں صورتحال یہ بن جائے کہ ایک دوسرے کے حقوق کو غصب کیا جا رہا ہو تو وہاں عفوو درگزر کا معاملہ اختیار کرنے کی بجائے ہر فریق دوسرے فریق کی گرفت کے لئے تیار رہتا ہے اور بات آگے بڑھ کر نفرت اور عداوت تک جا پہنچتی ہے جس کا نقصان صنعت کی تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔

11- آجر کو چاہئے وہ عفوو درگزر سے کام لے کر مزدور کو خواہ مخواہ پریشان نہ کرے۔ آئے روز خبریں آتی رہتی ہیں کہ آجر مزدوروں کے معاوضے کے معاملے میں مختلف حیل و حجت سے کام لیتے ہیں یا پھر یوں کہہ سکتے ہیں کہ ڈنڈی مار کر اس کا حق غصب کر لیتے ہیں۔ آجر کبھی ایک حیلہ کرتا ہے تو کبھی دوسرا تا کہ وہ مزدور غریب کے بنیادی معاوضے کو ہضم کر جائے۔ اسلام اس قسم کے کسی بھی فعل کو سخت ناپسندیدہ فعل قرار دیتا ہے اور اسے بنیادی انسانی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف قرار دیتا ہے اور اس کے تدارک کے لئے اصول وضع کیے ہیں۔ اس طرح کے کسی معاملہ کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔[1]

---

([1]) **بخاری، صحیح بخاري:** كتاب بدء الوحي، باب قول النبي ﷺ العبيد إخوانكم فأطعموهم مما تأكلون، **رقم الحديث:۲۵۴۵**

# فصل سوم: آئین پاکستان 1973ء اور لیبر پالیسیز

## مبحث اول: آئین پاکستان 1973ء کے خدوخال اور 2002ء، 2010ء کی لیبر پالیسیز

## مبحث دوم: آئین پاکستان 1973ء اور مذکورہ لیبر پالیسیز کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

# مبحث اول: آئین پاکستان 1973ء کے خدوخال اور 2002ء،2010ء کی لیبر پالیسیز

## آئین 1973ء کے خدوخال

1973ء کا آئین 280 آرٹیکلز پر مشتمل ہے۔12 اپریل 1973ء کو اس آئین کو متفقہ طور پر منظوری ملی، یہاں پر مکمل آئین کا تو ذکر نہیں کیا جا سکتا اس لئے اس آئین کے خاص نکات کا ذکر کیا جاتا ہے جب کہ مزدوروں سے متعلقہ نکات کا ذکر علیحدہ سے کیا جائے گا۔

1- اس آئین کے آغاز میں ہی یہ اعتراف کیا گیا کہ: چونکہ تمام کائنات میں حاکمیت اعلی صرف اللہ تعالی کے لئے ہی ہے اس لئے جن اختیارات کا استعمال پاکستان کے جمہور کو ہو گا وہ اختیار واقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر ہی استعمال کرنا ہو گا اور وہ اللہ تعالی کی طرف سے مقدس امانت ہو گا۔

2- مملکت پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہو گی جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہو گا جسے بعد ازیں پاکستان کہا جائے گا۔

3-1973ء کا آئین پارلیمانی نظام کا علمبردار ہے حکومت کا سربراہ وہی ہو گا جس کو قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل ہو گی۔ ملک کا سب سے بڑا قانون ساز ادارہ پارلیمنٹ ہو گا۔ پارلیمنٹ قومی اسمبلی اور سینٹ پر مشتمل ہو گی جبکہ گذشتہ آئین صدارتی طرز حکومت کی نمائندگی کرتا تھا۔

4- اس آئین کی رو سے بلاواسطہ انتخابات کا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات بلاواسطہ ہونگے۔ پاکستان کے تمام شہری جن کی عمر 21 سال ہو گی ووٹ دینے کے مجاز ہونگے جبکہ 17ویں ترمیم کے ذریعے یہ عمر 17 کر دی گئی۔

5- اس آئین میں جو ایک اہم چیز شامل کی گئی وہ یہ ہے کہ غیر آئینی طریقے یا طاقت سے دستور توڑنے کو سنگین غداری کہا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ 1958ء میں صدر ایوب خان نے مارشل لاء لگایا اور 1956ء کا توڑا جبکہ بعد میں 1969ء میں جنرل یحیی خان نے 1962ء کا دستور توڑا تھا اور ملک یکے بعد دیگرے سیاسی بحرانوں کا شکار رہا۔

6- آرٹیکل 251 کے تحت اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا اور اسے آئندہ 15 برسوں میں سرکاری زبان بنانے کے انتظامات کئے جائیں گے۔

7- 1973ء کے آئین کے دستور کے مطابق صوبائی گورنر جو صوبائی انتظامیہ کا سربراہ ہے صدر کا مقرر

کردہ ہو گا۔ اور وہ صوبے میں اسی کا نمائندہ متصور ہو گا۔[1]

8- پارلیمانی نظام حکومت میں وزیر اعظم اختیارات کا سرچشمہ ہوتا ہے وہ انتظامیہ کا سربراہ اور قوم کا قائد سمجھا جاتا ہے۔ دستور کے آرٹیکل 90 کے مطابق وفاقی حکومت وزیر اعظم اور دوسرے وفاقی وزراء پر مشتمل ہو گی۔

9- پاکستان کی موجودہ پارلیمنٹ دستور کی دفعہ 50 کے مطابق دو ایوانوں پر مشتمل ہے ایک ایوان کا نام قومی اسمبلی ہے تو دوسرے کا نام سینٹ۔ قومی اسمبلی کی میعاد پانچ سال مقرر کی گئی بشرطیکہ اسے پہلے ہی معزول نہ کر دیا جائے اور پانچ سال کی مدت کا آغاز قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس سے ہو گا اور پانچ سال گزرنے کے بعد قومی اسمبلی خود بخود ختم ہو جائیگی۔

10- آرٹیکل 130 کے تحت صوبائی اسمبلی چیف منسٹر کا انتخاب کرے گی اور کابینہ ہو گی جس کا سربراہ وزیر اعلی ہو گا۔

11- آرٹیکل 153 کے تحت ایک مشترکہ مفادات کونسل ہو گی۔ کونسل کے ارکان کا تقرر صدر کرے گا جس کے چیئرمین وزیر اعظم ہونگے جبکہ ارکان میں صوبوں کے وزیر اعلی اور تین وفاقی حکومت کے ارکان ہونگے۔

12- آرٹیکل 203 کے تحت وفاقی شرعی عدالت قیام عمل میں لایا جائے گا۔ چار جج ارکان اور تین علماء کے علاوہ چیف جسٹس سمیت آٹھ تعداد ہو گی۔ علماء دینی علوم کے علاوہ یونیورسٹی ڈگریوں کے بھی حامل ہونگے۔

13- آرٹیکل 238 کے تحت آئین میں ترمیم اس وقت تک نہیں کی جاسکتی جب تک کہ پارلیمنٹ ایکٹ کے ذریعے اس کی منظوری نہ دے تاہم جب قومی اسمبلی ٹوٹ جائے تو صدر آرڈیننس کے ذریعے آئین کے کسی حصہ میں ترمیم کر سکتے ہیں۔[2]

## آئین 1973ء کا تجزیہ

اس آئین کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسلامی مزاج پایا جاتا ہے۔ اگرچہ سابقہ دساتیر میں اسلامی دفعات موجود تھیں لیکن اس آئین کی دفعہ 2 کے تحت اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ صدر کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم کا بھی مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ پارلیمنٹ کے لئے لازمی قرار دیا گیا کہ وہ کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو مخالف اسلام ہو۔ اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ اسی طرح قرآن و اسلامیات کی تعلیم کے علاوہ عربی زبان کی تعلیم و تدریس کے فروغ کے لئے اقدامات اٹھانے کا وعدہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں زکوۃ،

---

([1]) ہما حمید، مریم رحمان، **آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء**، (لاہور ایسٹرن لاء بک ہاؤس، مزنگ روڈ، س ن، ) ص: 4

([2]) **ایضا**، ص: 134

اوقاف اور مساجد جیسے اداروں کے قیام کا بھی وعدہ کیا گیا۔ اقلیتوں کو مناسب تحفظ اور حقوق دینے کی بات کی گئی۔ 1973ء کا آئین صحیح معنوں میں پارلیمانی تھا اور اس میں پارلیمنٹ کو ہی بالادستی کا معیار بنایا گیا۔ وزیر اعظم کو حقیقی اختیارات سونپے گئے۔ آئین میں بنیادی انسانی حقوق کی آزادی اور تحفظ دیا گیا بلکہ ضمانت دی گئی اور انسانی احترام اور قانون لازمی قرار دیا گیا ہے۔

اس آئین میں وفاقی حکومت جہاں بین الاقوامی معاہدات کے نفاذ کی خاطر ایسے قوانین بھی بنانے کی مجاز ہے جو عام حالات میں اس کے دائرہ کار سے بالاتر متصور ہوتے ہیں وہیں صوبائی حکومتوں کو بھی اہم اختیارات تفویض کیے گئے۔ صوبائی اسمبلیوں کو متفقہ امور کے بارے قانون سازی کا حق حاصل ہے۔ صوبوں کی الگ انتظامی مشینری قائم کی گئی۔ مختصر یہ کہ اس سے پہلے پاکستان میں جو آئین بنے اور نافذ ہوئے وہ ایک طرح سے 1935ء کے انڈیا ایکٹ سے متاثر ہو کر بنائے گئے تھے۔ لیکن یہ آئین ایسا تھا جو پاکستان کے مقامی حالات اور قومی ضروریات کے عین مطابق تھا۔

دساتیر میں تبدیلیاں ضروری ہوتی ہیں کیونکہ ملکی حالات بدلتے رہتے ہیں۔ دنیا کے حالات میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات تبدیلیاں ناگزیر ہو جاتی ہیں۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو جو آئین کے خالق تھے بذات خود اپنے دور میں 7 بار ترامیم کیں۔ انہوں نے اپنی سوچ کے مطابق حالات کو مدنظر رکھ کر صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن قائم کرنے کی کوشش کی۔ 1973ء کے آئین سازوں نے پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ سازی کی تاریخ سے سبق حاصل کر کے آئین میں ترمیم کے لئے لچک نہیں رکھی، تاکہ اس میں روزروز ترمیم کر کے اس کی صورت مسخ نہ کر دی جائے۔ اس لئے آئین میں ترمیم کرنے کا مرحلہ مشکل رکھا ہے سب سے پہلے مسودہ قانون کو پہلے ایک ایوان میں دوتہائی کی اکثریت سے منظور کرایا جاتا ہے پھر دوسرے ایوان سے بھی اسی طرح اکثریت سے منظوری کے مرحلہ سے گزارا جاتا ہے، پھر صدر کو منظوری کے لئے بھیج دیا جاتا ہے، منظوری کے بعد وہ آئین کا حصہ بن جائے گا۔ اسی طرح پارلیمنٹ کوئی قانون ایسا نہیں بنا سکتی جو صوبوں کی حدود کی تبدیلیوں سے متعلق ہو جب تک متعلقہ صوبائی اسمبلی سے بذریعہ قرارداد منظور نہ ہوا ہو اور اس قرارداد کے حق میں صوبائی اسمبلی کی دوتہائی اکثریت نے ووٹ نہ دیے ہوں۔ ذیل میں چند ترمیمات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پاکستان کے آئین 1973ء کا نفاذ 14 اگست 1973ء کو ہوا۔ اور ابتدائی پانچ برسوں میں ہی اس میں 7 ترامیم کر دی گئیں۔ محترم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے اقتدار کے دوران آئین میں سات ترامیم کیں۔ میاں محمد نواز شریف نے اپنے پہلے دو ادوار میں پانچ دفعہ ترامیم کیں۔ محمد خان جونیجو نے دو دفعہ ترمیم منظور کرائیں جبکہ ایک ترمیم کو غیر ضروری قرار دے دیا گیا تھا۔ میر ظفر اللہ خان جمالی نے آئین میں ایک ترمیم منظور کرائی جس کو سترہویں ترمیم

کے نام سے جانا جاتا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو دو مرتبہ اقتدار میں آئیں لیکن آئین میں کوئی ترمیم نہ کی، لیکن محترمہ کی وفات کے بعد جب سید یوسف رضا گیلانی صاحب وزیر اعظم بنے تب دو ترامیم کی گئیں۔[1]

پاکستانی آئین میں پہلی ترمیم 1974ء میں کی گئی اور مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اسی سال دوسری ترمیم کی گئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ تیسری ترمیم 1975ء میں ہوئی جس کے بعد صدر کی طرف سے ہنگامی حالت کے نفاذ کی میعاد کو بڑھا کر غیر معینہ مدت کر دیا گیا اور حراست میں لیے گئے افراد کے حقوق کو کم کر کے حکومت کے اختیار کو بڑھا دیا گیا۔

چوتھی ترمیم کے تحت عدالتوں کے اختیارات کم کر دیے گئے اور قومی اسمبلی میں اقلیتوں کے لئے مخصوص نشستوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا جبکہ پنجاب اسمبلی میں بھی یہ تعداد تین سے بڑھ کر پانچ کر دی گئی۔

پانچویں ترمیم میں سندھ اور بلوچستان ہائی کورٹس کو الگ الگ کرنے کے علاوہ چیف جسٹس اور ہائی کورٹس چیف جسٹسز کے عہدے کے لئے پانچ اور چار سال میعاد مقرر کی گئی۔ ترمیم اس وقت کی گئی جب قومی اسمبلی کے عام انتخابات سے قبل آخری اجلاس تھا اس چھٹی ترمیم کے ذریعے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحبان کی میعاد کو بڑھا دیا گیا اور کہا گیا کہ اگر کسی چیف جسٹس کے عہدے کی مقررہ میعاد پوری نہیں ہوتی اور وہ ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو اس وقت تک بطور چیف جسٹس کی حیثیت سے کام کریں گے جب تک ان کے عہدے کی میعاد پوری نہیں ہو جاتی۔[2]

ساتویں ترمیم کے ذریعے وزیر اعظم کو سہولت مل گئی کہ اگر وزیر اعظم کو کبھی اعتماد کا ووٹ لینے کی ضرورت ہو تو وہ ریفرنڈم کے ذریعے عوام سے رجوع کر سکتا ہے۔

آٹھویں ترمیم کے ذریعے آئین میں بہت سی تبدیلیاں کر دی گئیں۔ ان ترامیم اور تبدیلیوں میں 19 دسمبر 1984ء کے ریفرنڈم کے نتائج کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا اسی طرح قراردادِ مقاصد کو بھی آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔

بارہویں ترمیم کے ذریعے وفاقی حکومت کو اختیار دیا گیا کہ وہ خصوصی عدالتوں کا قیام عمل میں لا سکتی ہے جہاں ایسے مقدمات کی سماعت کرنی ہو جو سفاکانہ ہوں اور دہشت انگیز ہوں اور عوام میں خوف وہراس پیدا کریں۔ خصوصی عدالت کا جج وہی شخص بن سکتا ہے جو عدالت عالیہ کا جج رہ چکا ہو یا عدالت عالیہ کے جج کے لئے مقرر کردہ اہلیت کے معیار پر پورا اترتا ہو۔

تیرہویں ترمیم کے تحت آئین کی دفعہ 58، 112، 101 اور دفعہ 243 میں ترامیم کی گئیں۔

---

([1]) اسد سلیم شیخ، **ہماری دستوری تاریخ**، ص:486

([2]) **ایضاً**، ص:487

چودھویں ترمیم کے ذریعے آئین میں نئے آرٹیکل A-۶۳ کا اضافہ کیا گیا جسکی رو سے اگر پارلیمانی پارٹی کارکن وفاداری بدلتا ہے اور کسی دوسری سیاسی جماعت کا رکن بننے پر تحریری طور پر اظہار کرتا ہے۔

پندرہویں ترمیم کے ذریعے میاں محمد نواز شریف نے اسلام کے نام پر مکمل اختیارات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اسی دوران جنرل پرویز مشرف نے حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ میاں محمد نواز شریف صاحب نے سولہویں ترمیم کرکے کوٹہ سسٹم کی میعاد بیس برس سے بڑھا کر چالیس سال کردی۔ سولہویں ترمیم کے ذریعے آئین کی دفعہ 27 شق (1) میں ترمیم کی گئی اور لفظ "بیس" کی جگہ "چالیس" لگایا جائے گا۔

جنرل پرویز مشرف صاحب نے سترہویں ترمیم کرکے صدر پاکستان کو اسمبلی تحلیل کرنے اور فوجی سربراہوں کی تقرری کے اختیارات لیے جبکہ قومی کونسل کو دوبارہ قائم کیا گیا۔

صدر آصف علی زرداری کے دور حکومت میں اٹھارہویں ترمیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں کی جانے والی سترہویں ترمیم کو غیر آئینی قرار دیا گیا۔ صوبہ سرحد کا نام تبدیل کرکے خیبر پختونخواہ رکھ دیا گیا۔ آئین کی دفعہ 6 کی رو سے جو شخص آئین کو معطل، منسوخ یا تبدیل کرے گا یا غیر آئینی طور پر ایسا کرنے کی کوشش یا سازش کرے گا بغاوت تصور ہوگی اور سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ جائز قرار نہیں دے سکے گی۔

ریاست پانچ سے سولہ سال کے بچوں کو مفت تعلیم لازمی فراہم کرے گی۔

انیسویں ترمیم کی رو سے آئین کی دفعہ A–175 میں تبدیلی کی گئی اور ججوں کے تقرر کے لئے قائم جوڈیشل کمیشن میں چیف جسٹس کی طرف سے نامزد کردہ دو ارکان کی تعداد بڑھا کر چار کردی گئی۔

اس کے بعد بھی مزید کچھ ترامیم کی گئیں لیکن طوالت کی وجہ سے ان کا ذکر یہاں پر نہیں کیا جاتا۔

## 2002ء کی لیبر پالیسی

### اس لیبر پالیسی کے اہم نکات:

یہ پالیسی جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں نافذ کی گئی۔ جب 2002ء میں لیبر پالیسی کا اعلان کیا گیا تو اس کے پیش لفظ میں اس بات کا برملا اظہار کیا گیا کہ مزدوروں کے حقوق کو خصوصی اہمیت حاصل ہے چنانچہ اعتراف کرتے ہوئے کہا گیا: یہ پالیسی سماجی انصاف کے فروغ، مزدوروں کے حقوق اور ان کی بہبود کے حصول میں حکومت، آجرین اور کارکنوں کو انتظامی، قانونی اور عدالتی کاروائی میں رہنمائی فراہم کرے گی۔[1]

لیبر پالیسی 2002ء میں ایک خوبی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ تقریباً 36 قوانین اجرت کو مختصر کرکے عنوانات میں یکجا کرکے آسان اور عام فہم بنا دیا گیا جو کہ درج ذیل ہیں۔

---

([1]) **لیبر پالیسی 2002**ء، اردو ترجمہ، APFOL(All Pakistan Federation of Labour)، راولپنڈی، 2003ء، ص:1

1- صنعتی تعلقات کے قوانین میں اصلاح کی ضرورت

2- ٹریڈ یونین بنانے کی اجازت

3- صنفی امتیاز کا خاتمہ

4- مزدوروں کے بچوں کی تعلیم

5- چائلڈ لیبر کا خاتمہ [1]

**صنعتی تعلقات میں اصلاحات**

اس پالیسی میں صنعتی تعلقات میں اصلاح کی ضرورت پر زور دیا گیا کیونکہ مزدوروں اور آجروں کے درمیان نہ ختم ہونے والے مسائل صنعتی تعلقات کو خراب کرتے تھے تو مزدور اور آجر کے درمیان تعلقات میں توازن قائم کرنے کے لئے اصلاح کی ضرورت محسوس کی گئی۔

**ٹریڈ یونین بنانے کا حق**

محنت کشوں کو ٹریڈ یونین بنانے کا حق دیا گیا۔ لیبر کورٹس اور انڈسٹریل ریلیشن کمیشن کے حوالے سے قانون سازی پر زور دیا جس کا مقصد آجر و اجیر کے تعلقات کو بہتر بنانا تھا اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے مزدوروں اور آجروں کی دو طرفہ کونسل کی تشکیل کی گئی۔ حکومت نے پالیسی میں واضح کیا کہ حکومتی مداخلت تب ہوگی جب آجر و اجیر کے درمیان معاملات و تنازعات کسی واضح حل کی شکل اختیار نہیں کر رہے ہوں گے تو اس وقت حکومت مثبت کردار ادا کرے گی تاکہ دونوں فریقوں کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں احسن طریقے سے حل ہوں۔ صحت مند اور ذمہ دار ٹریڈ یونین ملکی پیداوار میں اضافہ اور صنعتی امن کی ضامن ہوتی ہے۔

**صنفی امتیاز کا خاتمہ**

لیبر فورس میں خواتین کے کردار اور شرکت کو بہتر بنانے کے لئے اور انہیں روزگار کے برابر حقوق فراہم کرنے پر زور دیا گیا۔ اجرت کے نظام کو صنفی مساوات کو فروغ دینے کے لئے یکساں تنخواہ اور اجرت کا اصول اپنایا گیا۔

**مزدوروں کے بچوں کی تعلیم**

اس پالیسی میں اقرار کیا گیا کہ کم آمدنی والے طبقہ کی اولاد مؤثر طریقے سے اچھی اور معیاری تعلیم تک رسائی سے محروم ہے ورکرز ویلفیئر فنڈ کو ملک کے تمام اضلاع میں معیاری تعلیمی سہولیات کے قیام کے لئے استعمال کیا جائے گا تاکہ مزدوروں کے بچوں کو میٹرک اور انٹر تک مفت تعلیم فراہم کی جاسکے۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے میرٹ وظائف کا نظام نافذ کیا جائے۔

---

[1] **لیبر پالیسی 2002ء**، اردو ترجمہ، APFOL(All Pakistan Federation of Labour)، راولپنڈی، 2003ء، ص:1

### چائلڈ لیبر اور جبری مشقت کا خاتمہ

چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لئے ILO کی سفارشات کی روشنی میں لیبر مارکیٹ میں کام کرنے کی عمر 18 سال مقرر کی گئی۔

2002ء کی لیبر پالیسی میں یہ واضح کیا گیا کہ انصاف کی جلد فراہمی کے لئے عدالتی نظام میں بہتری لائی جائے گی۔ خاص طور پر Labour Judiciary کی تنظیم نو کرکے عدالتی طریقہ سادہ اور مختصر بنایا جائے گا تاکہ مزدوروں کو اگر لیبر کورٹ کے خلاف عدالت عالیہ High Court میں اپیل کرنی ہو تو جلد کر سکیں۔

## 2010ء کی لیبر پالیسی

تخلیق پاکستان کے بعد سے پانچ لیبر پالیسیز (1955ء، 1959ء، 1972ء، 2002ء) مختلف حکومتوں کے ادوار میں اعلان کی گئیں۔ ان تمام پالیسیوں میں بنیادی طور پر ٹریڈ یونینوں کے تحت مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بنیادی اصول وضع کیے۔ بنیادی مقصد صنعتی تنازعات کا حل اور مزدوروں کی محرومیوں کو ختم کرنا تھا۔

2002ء کے بعد کئی سالوں تک مزدور پالیسی کا اعلان نہ کیا گیا جبکہ تبدیلیوں کی ضرورت مختلف ادوار میں رہی۔ اس تناظر میں وزیر اعظم پاکستان نے اپنی پہلی تقریر میں مزدوروں کے معاملات کا شدت سے اظہار کیا اور ٹریڈ یونینوں پر پابندی اٹھالی. اس کے علاوہ خاص قوانین جیسے سروس سے نکالا جانا اور قانون 2000ء اور دوسرے مزدور مخالف قوانین کو ختم کیا گیا۔ وزیر اعظم کی ہدایات کے مطابق نئی مزدور پالیسی سامنے لائی گئی۔

### مزدور قوانین میں بہتری:

1972ء کی مزدور پالیسی اور پچھلی پالیسیاں ان میں اصلاح کی گئی اور انتظامی امور کا نیا سٹر کچر مقرر کیا گیا مثلاً مزدوروں کا بہبودی فنڈ، ترمیم شدہ صنعتی تعلقات کا قانون، مزدوروں کے حقوق کا تحفظ اور مزدوروں کو نوکری سے نکالے جانے کی اتھارٹی کا چیلنج۔ ان قوانین کا دائرہ کار یہ تھا کہ مزدوروں کی فیکٹری معاملات میں شمولیت اور منافع میں شرکت بڑھائی جائے۔ اور مزدوروں کی بڑھتی ہوئی مشکلات کو دور کیا جائے۔ معاملات زیادہ تر کونسل کے ذریعے حل کیے جائیں مزدوروں کی بچوں کی تعلیم کو بہتر بنایا جائے اور مزدوروں کی نمائندگی گورننگ باڈی میں قائم کی جائے۔ بونس، انشورنس سکیم وغیرہ دی جائے۔

حکومت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مساوات اور سماجی انصاف کا قانون مزدوروں کے حقوق کے حوالے سے لاگو کیا جائے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحت مزدوروں کے تنازعات اور حقوق اس آئین کے تناظر میں مرتب کیا جائے۔

## 2010ء کی لیبر پالیسی کے اہم نکات:

1- موجودہ عوامی حکومت کا سب سے بڑا مقصد لوگوں کی سماجی اور مالی بہتری ہے۔

2- مزدوروں کی پالیسی دوسری پالیسیوں کی طرح ان مقاصد پر مشتمل ہے جو کہ ہماری معیشت اور ملک کے وسائل مناسبت رکھتی ہو۔

3- ضرورت ہے کہ معیشت کو دوبارہ سے منظم کیا جائے، کاوشیں کی جائیں پیداوار کی سطح بڑھائی جائے اور انویسمنٹ کو فروغ دیا جائے۔ اور ملازمت کے مواقع پیدا کیے جائیں۔

4- سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ مزدوروں اور مالکوں کے درمیان ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کیا جائے۔ تاکہ وہ قومی مقاصد حاصل ہوں جو اوپر بتائے گئے ہیں۔

5- اس کے ساتھ ہی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ مزدور اور مالکان اپنے مفادات کا بھی تحفظ کریں کیونکہ ایک عرصہ سے معیشت گراوٹ کا شکار ہے۔

6- ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت یہ سمجھتی ہے کہ مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت ایک متوازن مزدور پالیسی بنائی جائے۔

6-1) مزدوروں کو یونین بنانے کا حق دیا جائے اور تحفظ دیا جائے ایک ایسا فریم ورک بنایا جائے جو مزدوروں کے مالکان سے تعلق کو کمزور نہ کرے۔

6-2) مساوات کی بنیاد پر مزدوروں اور مالکان کے درمیان حقوق کی موزونیت نظر آئے۔ جو کہ مشترکہ طور پر مالکان اور مینجمنٹ کے لئے فائدہ مند ہو۔ مزدوروں اور مالکان کے درمیان مفادات کے معاملات پر مذاکرات ہونے چاہئیں۔ مزدوروں کی بہبود اور انتظامیہ کے درمیان مؤثر رابطے ہوں۔

6-3) مؤثر اقدامات کیے جائیں کہ مزدوروں کی ملازمت محفوظ ہو اور ان کی محرومیاں ختم ہوں تاکہ مزدور بہتر پیداوار مہیا کر سکے۔

6-4) ملازمت میں ترقی کی بنیاد موزونیت اور میرٹ ہو اس کے علاوہ سروس کے دوران تربیتی سہولتیں مہیا کی جائیں۔

6-5) ایسی سہولتیں مہیا کی جائیں کہ ملازمت کے مواقع موزوں لوگوں کو ملیں اور ملازمت حاصل کرنے کے لئے بہتر طریقہ کار مرتب کیا جائے۔

6) انشورنس سکیموں کو مضبوط کیا جائے، ملازمت میں جبر کو ختم کیا جائے، ملازمین کے بچوں کے لئے

قوانین کو لاگو کیا جائے۔[1]

7) حکومت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ وقت کے تقاضے کے مطابق صنعتی امن وامان ضروری ہے۔

8) حکومت حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ ایک ایسا عمل مرتب کرنے میں مدد کی جائے کہ مزدور اور مالکان اپنے اپنے اختیارات کا تعین کریں، اس عمل سے مزدوروں اور مالکان کے مفادات کا تحفظ ہو گا اور ان کے درمیان محاذ آرائی کم ہو تا کہ وہ احتجاج پر مجبور نہ ہوں۔

9) یہ سوال بدستور قائم ہے کہ وہ مزدور جو کام نہ کرنا چاہیں اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ بات تشویش کا باعث ہے حکومت کے لئے مالکان کے لئے اور ٹریڈ یونین قیادت کے لئے۔

10) حکومت مزدوروں کی بہبود اور تحفظ کے لئے جانفشانی سے کوشش کر رہی ہے جن یونینز کو قابل ذکر اراکین کی حمایت حاصل ہو ان کو تسلیم کیا جائے، ان کو تحفظ دیا جائے ان کے ممبران کو سہولتیں دی جائیں۔

11) صرف ان یونینز کو تسلیم کیا جائے گا جن کو اس یونینز کے کم از کم ۱۵٪ ممبران کی حمایت حاصل ہو گی۔

12) باقی یونینز توڑ دی جائیں گی۔

13) جائیداد کے ناظم و روزگار کونسل اور مشترکہ مینجمنٹ بورڈ جو کہ اب تک غیر فعال تھے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور انہیں دوبارہ سے منظم کیا جائے گا تا کہ انہیں لیبر انتظامیہ میں شرکت دی جائے۔ اور لیبر انتظامیہ کے تعلقات بہتر ہوں۔

14) حکومت نے صنعتی تعلقات کا قانون 2002ء کو 2008ء کے ایکٹ سے تبدیل کیا اور کچھ ترامیم پیش کیں۔ اب نیا قانون نفاذ میں لایا جائے گا اور لیبر قوانین کو مضبوط کیا جائے گا۔

15) لیبر قوانین چونکہ خاصے پیچیدہ اور ایک دوسرے کے ساتھ ضد میں ہیں لہذا ان کو سمجھنا مشکل ہے ان لوگوں کے لئے جو ان پر عمل درآمد کراتے ہیں۔ جرم کے سلسلے میں جو سزائیں مقرر کی گئیں ان پر عمل درآمد ممکن نہیں کیونکہ یہ تمام قوانین آزادی سے پہلے ترتیب دیے گئے۔ لہذا لیبر قوانین کو از سر نو مرتب کیا جائے اور پانچ قوانین کے تحت لایا جائے۔

الف- صنعتی تعلقات کے قوانین۔

ب-وہ قوانین جن کا تعلق روزگار اور ملازمت کی شرائط سے ہے۔

ج-وہ قوانین جس کا تعلق ملازمت اور صحت سے ہے۔

د-وہ قوانین جن کا تعلق افرادی قوت کی فلاح سے ہے۔

---

[1] **پاکستان اکنامک سروے، 12، 2011**، ادارہ شماریات حکومت پاکستان، ص:167

ح-وہ قوانین جن کا تعلق مزدوروں کی بہبود سماجی تحفظ سے ہے۔

۱۶)اولڈ ایج بینیفٹ اور صحت کی سہولیات کے لئے سماجی تحفظ دیا جائے اور ان کو رجسٹرڈ کیا جائے اور سماج کے ہر طبقہ سے لوگوں کو سہولیات خصوصا ملازموں کو سمارٹ کارڈ ایشو کر دیے جائیں،اور فائدہ دیا جائے۔[1]

17)یہ کارڈ سوشل سکیورٹی اور بہبود فنڈ کے ملازمین اور لیبر فورس کے ڈیٹا بینک کی سہولت کاری کے لئے ضروری ہیں تا کہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر ملازمت کے مواقع بڑھائے جائیں۔

18)اجرت: حکومت کے مطابق کم سے کم اجرت کا بنیادی اصول مزدوروں کے تحفظ کے لئے ہونا چاہئے، تا کہ کم سے کم اجرت کا تعین کرنے کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ ایک آزاد قومی اجرت کمیشن بنایا جائے اور اس کمیشن کے لئے سفارشات مرتب کی جائیں اور صوبائی اجرت مقرر کرنے کے لئے اتھارٹی بنائی جائے۔

ورکنگ گروپ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ملازمین اور مالکان کے درمیان ربط پیدا کریں اور نتیجے کے طور پر قومی اجرت پالیسی کا نفاذ زیادہ مدت کے لئے کیا جائے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کے تحت حکومت آہستہ آہستہ ملازمین کی اجرت بڑھائے گی، اجرتوں پر سال میں ایک بار نظر ثانی ہو گی اور کم از کم مکمل تنخواہ بڑھائی جائے گی۔ کم از کم اجرت 4600 سے 6000 کر دی گئی جس کو بعد میں 17 فیصد اضافے کے ساتھ 7000 کر دیا گیا۔ صنعتی اور تجارتی ادارے جو کہ رجسٹرڈ کیے گئے چیک یا بینک ٹرانسفر کے ذریعے اجرتیں دیں گے۔

19)عورتوں کے حقوق کا تحفظ اور برابری کا اصول۔

وزارت محنت اور افرادی قوت کے ساتھ مل کر عورتوں کو ملازمتیں دیں گے اور دیہی اور شہری علاقوں میں عورتوں کی معاشیات کو مضبوط کریں گے۔

اس منصوبے کے تحت کئی تعمیری پروگرام مکمل کیے گئے اور عوامی اور پرائیویٹ سیکٹر میں پالیسیاں بنائی گئیں تا کہ عورتوں کو کام کے لئے ماحول مہیا کیا جائے۔[2]

پرائیویٹ سیکٹر میں مرد و عورت کی برابری کا اصول مقرر کیا جائے۔ٹریڈ یونین میں عورتوں کی شمولیت بھی

---

([1]) **ریسرچ سٹڈی پاکستان لیبر مومنٹ**،لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور،2015،ص:04

([2])درج ذیل لنک کو ملاحظہ فرمائیں:

www.ilo.org/.../Government%20of%20Pakistan%20Labour%20Policy%202010.pdf

ہونی چاہئے۔

2010ء میں ایک منصوبہ جس کا عنوان (Towords gender Priority) شروع کیا گیا۔ جس کو وزارت محنت کا تعاون ایک سال کے لئے حاصل تھا۔ اس منصوبے کا مرکز ماہرین کی زیر نگرانی صلاحیتوں کی تعمیر ہے اور بین الاقوامی مزدوروں کے معیارات ILS کے مطابق: ایک ایسا تعاون کا نظام جس میں دونوں اطراف تجربہ بھی حاصل ہو اور سیکھنے کا موقع بھی ملے۔

اور ماہرین افرادی قوت کا ڈیٹا حاصل کریں اور دیہی ماہرین مساوات کے تحت ترقی اور مہارت کو فروغ دیں اور مختلف پروگرامز شروع کریں اور عوتوں کی ملازمت کو مضبوط کرنے کے لئے پالیسی بنائی جائے وہ عورتوں جو گھروں میں رہ کر کام کریں ان کے لئے قانونی مشاورت بھی قائم کی جائے اور HBWS [1] کو بڑے اداروں کے ساتھ منسلک کیا جائے۔

20) عورتیں بطور ملازمین: خواتین ملازمین ILO کنونشن مساواتی اجرت 1951ء نمبر 100 جس کو پاکستان میں 2001ء میں نافذ کیا گیا اس سے فائدہ حاصل کریں۔ کم سے کم اور اس سے زیادہ اجرتیں برابری کی بنیاد پر دی جائیں۔ جو ILO کنونشن 100 اور 111 کے مطابق ہوں۔ جس کا تعلق مساوات اور غیر امتیازی سلوک سے ہے۔

حکومت یقین دہانی کراتی ہے کہ عورتوں کو روزگار کے مساوی مواقع ملیں اور وہ موجودہ قوانین کی نظر ثانی کرے گی۔ اور یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ مناسب نوکریوں تک عورتوں کی رسائی سے کوئی انکار نہیں۔ یہ نوکریاں پاکستان کی مزدوروں کی مارکیٹوں میں تبدیلی کی بناء پر پیدا ہوتی ہیں۔

20) نوجوان افرادی قوت: وہ مزدور جن کی عمر 14 سے 18 سال کے درمیان ہے یا 18 سال سے کم ہے انہیں سخت حالات میں کام کرنے کے لئے نہیں لگایا جائے گا اور ان دوسرے کاموں میں جو کہ ان کی جسمانی اور اخلاقی نشو ونما پر اثر انداز ہو۔ انہیں تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ سے زیادہ رسائی مہیا کی جائے گی (خصوصاً تربیت اور لیبر مارکیٹ کی ضروریات کے مطابق) بچوں کو سخت نوعیت کے کاموں سے دور رکھا جائے گا مثلاً کان کنی، چمڑہ سازی، بھٹہ خشت، تعمیرات اور شیشہ کی چوڑیاں بنانا وغیرہ وغیرہ۔ خاص پروگرام ترتیب دیے جائیں گے جن کا مرکز گھریلو کام کرنے والے لوگ جو کہ پرائیویٹ گھروں میں کام کرتے ہیں ان کی کم سے کم دہاڑی بھی مقرر کی جائے گی۔

21) کان کنی افرادی قوت: پاکستان میں مزدوروں کی اکثریت جو کہ کان کنی کی صنعت سے منسلک ہے انہیں کنٹریکٹ بنیاد پر رکھا جاتا ہے اس سلسلے میں جو نظام مرتب کیا گیا ہے وہ بہت زیادہ پیچیدہ ہے اور کنٹریکٹ پر

---

House Based Workers and Street Children (1)

رکھنے والے مالکان کا پتہ نہیں چلتا۔ کان کنی سے متعلق لوگ مخصوص قوانین کے دائرے میں آتے ہیں جو کہ دوسرے لیبر قوانین سے الگ ہیں۔

کان کنی سے متعلق افرادی قوت چاہے وہ کنٹریکٹ پر ہوں یا مستقل ہوں انہیں دوسرے افراد کی طرح تحفظ مہیا کیا جائے گا انہیں بھی کم سے کم دیہاڑی کے قانون کے تحت فائدہ ہوگا۔ انہیں سوشل سکیورٹی اور صحت کا تحفظ مہیا کیا جائے گا۔

گورنمنٹ جبری مشقت کو ختم کرے گی چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو اور قوانین میں مناسب تبدیلیاں کرے گی تاکہ قانون کو لاگو کیا جائے اور مزدوروں کے مفاد کا تحفظ کیا جائے۔

22) تعمیراتی افرادی قوت: تعمیراتی صنعت، ترقیاتی سرگرمیوں کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور اندازاً بیس لاکھ سے زیادہ افراد یہاں کام کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سیکٹر میں تیزی سے وسعت پیدا ہو رہی ہے۔

لہذا صحت، تحفظ اور پیشہ وارانہ مسائل اس انڈسٹری میں زیادہ ہیں لہذا نتیجہ مشکلات کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ان مشکلات کو تحفظ دینے کے لئے اور کام کے بہتر مواقع پیدا کرنے کے لئے مناسب قانون سازی ہونی چاہئے تاکہ مزدوروں کو صحت اور تحفظ دونوں حاصل ہوں اور مالی فوائد میں بھی وہ حصہ دار ہوں۔ انہیں نقصان کی تلافی سوشل سکیورٹی جیسے قوانین کے تحت لایا جائے۔

23) اولڈ ایج پنشن وغیرہ (کنٹریکٹ والے ملازمین): حکومت نے پہلے ہی ایک ایسا عمل شروع کیا ہے جس کے تحت کنٹریکٹ ملازمین کو کنفرم کیا جائے۔ تمام کنٹریکٹ ملازمین جو پبلک سیکٹر میں ہیں انہیں باقاعدہ بنایا جائے (کم سے کم عرصہ میں)۔

24) بچوں کی مشقت: گورنمنٹ قانونی کاروائی کرے گی اور دوسرے اقدامات اٹھائے گی تاکہ مختلف پیشوں میں بچوں کی مزدوری پر قابو پایا جائے۔ جو کہ ان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

25) زرعی مشقت: زرعی سیکٹر تیزی سے مشینوں کے دور میں داخل ہو رہا ہے اور اس سے ٹیکنیکل ہنر کی ضرورت ہے نتیجتاً غیر ہنر یافتہ افراد کو ملازمت دی جارہی ہے مزید یہ کہ اس سیکٹر پر قوانین لاگو نہیں کیے جاتے لہذا زرعی مزدور مجبور ہیں کہ وہ ان قوانین سے فائدہ نہ حاصل کریں جو کہ صنعتی سیکٹر میں اپنائے گئے ہیں۔ حکومت سب سے پہلے تجویز پیش کرتی ہے کہ مزدوروں کے نقصان کی تلافی کا ایکٹ 1923ء کو مزید توسیع دی جائے جو کہ ایسی جسمانی چوٹ جو موت پر منتج ہو اس سلسلے میں انہیں تلافی مہیا کی جائے۔

26) غیر رسمی معاشی افرادی قوت: مزدوروں کے وسیع تر تحفظ کے حوالے سے ملک کی وسیع غیر رسمی معیشت ایک بڑا چیلنج ہے یہ غیر رسمی معیشت لوگوں کی بڑی تعداد اور ایک بڑے جغرافیائی علاقے کو احاطہ کرتی ہے

اوراس سلسلے میں لوگوں کو بہت کم اجرت دی جاتی ہے اور نوکریوں کے نتائج بہت چھوٹے پیمانے پر فوائد کا حصول ہے۔ اس کے علاوہ مشقت سخت ہوتی ہے اور لوگوں کو صحت کے مسائل پیدا ہوئے ہیں اور قوانین لاگو نہیں کیے جاتے۔ گورنمنٹ منصوبہ بندی کر رہی ہے کہ افرادی قوت کو ایک بہتر انتظامی ڈھانچہ میسر ہو اور افراد کو ایڈوائزری سروس بھی مہیا ہو۔

27) غیر رسمی معیشت میں مزدوروں کو زیادہ مفادات حاصل ہوں انہیں صحت کا تحفظ حاصل ہو، انہیں سکیورٹی معاملات میں رسائی مہیا ہو اس کے علاوہ مالکان کے ساتھ اچھے تعلقات کے علاوہ بہتر اجرت ملے۔[1]

چودہ سال سے کم بچوں کی ملازمت کو ختم کر دیا جائے، اور چودہ سے اٹھارہ سال کے بچوں کی مشقت پر بھی قابو پایا جائے اس سلسلے میں مضبوط قانون سازی کی جائے۔

28) صحت اور تحفظ: سہ فریقی کونسل جس کا تعلق صحت اور تحفظ سے ہے وہ مزدوروں کی صحت و تحفظ کے معاملات کی شناخت کرے اور اس سیکٹر میں سفارشات دے کہ کس طرح اس سلسلے میں بہتر اقدامات کیے جائیں۔

29) پاکستان سہ فریقی مزدور کانفرنس اور سٹینڈنگ لیبر کمیٹی: معاشی ترقی کے لئے صنعتی امن وامان ایک بنیاد ہے اور کسی ملک کی سماجی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اس چیز کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ مزدوروں اور مالکان کے درمیان ایک ایسا رشتہ بنایا جائے جو کہ دونوں کے مفادات کو تحفظ دے۔ پاکستان سہ فریقی مزدور کانفرنس اور سٹینڈنگ لیبر کمیٹی اس سلسلے میں اپنا مؤثر کردار ادا کرے تاکہ مزدوروں اور مالکان کے درمیان ایک صحت افزاء تعلق قائم ہو اور نتیجتاً صنعتی امن پیدا ہو۔

اس کانفرنس سے بہتر فوائد حاصل کرنے کے لئے مزدوروں کی نمائندگی زیادہ سے زیادہ ہو تاکہ سماجی اور معاشی پالیسیاں بنانے میں مدد ملے۔ وقت پر بجٹ سازی ہو اور پانچ سالہ منصوبے بنائے جائیں۔

30) سہ فریقی مانیٹرنگ کمیٹیاں بنائی جائیں گی ضلعی، صوبائی اور وفاقی سطح پر کہ وہ لیبر قوانین کے نفاذ کی نگرانی کریں۔ ان کا تعلق اجرتوں کی ادائیگی، کام کرنے کے ماحول اور کام کے اوقات سے ہو گا۔

31) ورکرز ویلفیئر فنڈ کی وسعت کا دائرہ کار درج ذیل ہے:

(1) مزدوروں کی کالونیاں بنائی جائیں گی اور ایک لاکھ گھر مزدوروں کو دیے جائیں گے۔

(2) پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کی جائے گی کہ وہ مزدوروں کو گھر مہیا کریں۔ ان گھروں کی تعمیر کا خرچہ آمدن میں سے منہا کیا جائے گا۔

(3) ان مزدوروں کی کالونیوں میں مساجد، سکول، ڈسپنسریاں اور پارک بھی مہیا کیے جائیں گے۔

---

[1] **پاکستان اکنامک سروے**، 12، 2011، ادارہ شماریات حکومت پاکستان، ص:167

(4)مزدوروں کے بچوں کو وظائف بھی دیے جائیں گے اعلی تعلیم کے لئے مثلاپی ایچ ڈی، ایف آر سی ایس وغیرہ وغیرہ اور غیر ملکی تعلیم کے لئے۔

(5)خواتین مزدوروں اوران کی بیٹیوں کے لئے شادی فنڈ تقریبا70 ہزارروپے فی خاتون ورکر یا بیٹی۔

(6) کراچی اور لاہور میں دو میڈیکل کالج مزدوروں کے بچوں کے لئے بنائیں جائیں گے۔ساٹھ فیصد داخلے مزدوروں کے بچوں کے لئے اور40 فیصد عام لوگوں کے لئے۔

(7)تمام مزدور رجسٹرڈ کیے جائیں گے اورانہیں WWF [1] سے فوائد حاصل ہوں گے۔

(8)رجسٹرڈ ٹریڈیونین کے افسر کی درخواست پر اور مانیٹرنگ کمیٹی کی سفارشات کے تحت جس مزدور کو معطل کیا جائے گا اس سے زیادہ سے زیادہ 15 ہزار روپے کی قانونی مدد فراہم کی جائے گی۔

32)سوشل سکیورٹی:صوبائی ملازمین کا سوشل سکیورٹی آرڈیننس 1965ء کو عمل میں لایا گیا ہے اور یہ قانون مزدوروں کی زخمی حالت، بیماری اور زچہ بچہ کے تحفظ پر لاگو ہوتا ہے۔اس آرڈیننس کو عمل میں لانے کے لئے مزدوروں کی مجموعی اجرت میں سے 10000 روپے ماہوار لیے جائیں گے یہ سکیم صوبائی حکومت کے زیر انتظام ہو گی۔

33) اگرچہ سوشل سکیورٹی سکیم کئی سالوں سے عمل میں ہے اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے تقریبا منجمند ہے۔اس سکیم کا نفاذ کیا جائے۔

(1)کچھ ایسے اقدامات کیے جائیں گے کہ جغرافیائی لحاظ سے اس کا نفاذ کیا جائے۔

(2)سوشل سکیورٹی میڈیکل سروس کا دائرہ وسیع کیا جائے گا تاکہ لوگوں کی صحت کے حوالے سے ان کی بیماریوں پر قابو پایا جائے اور صحت بہتر ہو۔

(3)ماہر مزدوروں کے لئے ان کے استحقاق کو بہتر بنایا جائے ایسے معاملات جہاں سوشل سیکیورٹی ہسپتال کی سہولت نہ ہو مزدوروں کو پرائیویٹ ہسپتالوں تک رسائی دی جائے۔ اور وہاں کا سوشل سکیورٹی ادارہ علاج کے اخراجات برداشت کرے گا۔

(4)سوشل سکیورٹی سکیم کے تحت ریٹائرڈ رجسٹرڈ ورکرز کو طبی سہولتیں مہیا کی جائے گی۔

(5)سوشل سکیورٹی آرڈیننس کو مناسب حد تک بدلا جائے تاکہ صوبائی حکومتوں کو پیش آنے والی مشکلات

---

(1) Workers welfare Fund

کا ازالہ ہو۔[1]

34) اس سکیم کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے گا اور مندرجہ ذیل اقدامات کیے جائیں گے۔[2]

35) لیبر پالیسی کا بڑا مقصد مزدوروں اور مالکان کے درمیان ایک اچھا تعلق قائم کرنا تاکہ صنعتی کارکردگی اور صلاحیت بڑھے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق حقوق و فرائض کی بنیاد افرادی قوت کے تمام معاملات تک بہتر رسائی حاصل کرنا ہے آئین کے تحت ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ان بین الاقوامی مالی تحفظات کو دیکھا جائے جن کا تعلق افرادی قوت کے ساتھ اور ایک ایسی پالیسی بنائی جائے کہ روزگار کے بہتر مواقع بہتر کارکردگی کے لئے ہوں۔ معیشت کی ترقی روزگار کی پیداوار کے لئے بنیاد ہے۔ جبکہ صرف معاشی نموو نما غربت کو کم نہیں کرتی صرف اور صرف مقاصد کے تحت ملازمت ہی غربت اور محرومی کو کم کرے گی۔

36) پاکستان میں اب تک افرادی قوت کے معیار سے متعلق بین الاقوامی معاہدے کیے ہیں مثلاILO 34 کنونشن (33 کا نفاذ) جس کے اندر 7 بنیادی حقوق موجود ہیں جس میں حصے داری کی آزادی، جبری مشقت کا خاتمہ، بچوں کی مشقت کا خاتمہ، بچوں کے حقوق، تمام امتیازات عورتوں کے خلاف اور ان کا خاتمہ، عالم گیر انسانی حقوق کا اعلامیہ، سماجی اور تہذیبی حقوق اور غلامی کا خاتمہ،اقوام متحدہ کے کنونشن کے تحت۔ حکومت کا ماننا ہے کہ بہتر کارکردگی کے لئے بین الاقوامی معاہدوں کے تحت معاشی اور سماجی ترقی پر توجہ ہونی چاہئے اس کے علاوہ مزدوروں کے حقوق و مفادات کے تحفظ پر بھی خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ معاشی تبدیلیوں کی وجہ سے نئے مواقع مہیا ہونے چاہئیں اور دنیا کے بدلتے ہوئے چیلنجز کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

بہتر کارکردگی کی پالیسی چار عوامل پر مشتمل ہے۔

(1) محفوظ اور باصلاحیت کام کے لئے مواقع

(2) سماجی تحفظ

(3) مزدوروں کے بنیادی حقوق اور مفادات کا احترام

(4) سماجی مذاکرات

---

([1]) درج ذیل لنک کو ملاحظہ فرمائیں:

www.ilo.org/.../Government%20of%20Pakistan%20Labour%20Policy%202010.pdf

([2]) **ریسرچ سٹڈی پاکستان لیبر موومنٹ**، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، 2015، ص:04

37) بہتر کارکردگی کا بنیادی مقصد روزگار کی بہتری اور سماجی تحفظ کے نظام کی مزید بہتری ہے۔ تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ معاشی ترقی اور ٹیکنالوجی کی ترقی روزگار کے بہتر مواقع مہیا کرتی ہے۔ لوگ کام کرتے ہیں اور بنیادی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

حکومت اس بات کا اعادہ کرتی ہے کہ مزدوروں کے قوانین ماحول دوست ہونے چاہئیں اور ملک میں کام کے معیار کو ترقی دینی چاہیئے۔

38) ہنر کی نشوونما اور روزگار

افرادی قوت کی نشوونما کے بنیادی عوامل اور روزگار پالیسی درج ذیل ہے۔

(1) آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ روزگار کے موقع مہیا ہوں جبکہ نتیجہ بڑی کامیابی نہیں ہے۔

(2) معاشی ترقی کی شرح کم از کم 8.3 سالانہ ہونی چاہیئے۔

(3) بنیادی زور اس روزگار پر ہے جو کہ دیہاتوں میں مہیا کیا جائے۔ اور دیہی صنعت کی نشوونما کی جائے۔

(4) پڑھے لکھے لوگوں میں بے روزگاری ختم کی جائے۔

(5) جہاں ترقی کی نشوونما میں امتیاز موجود ہے وہاں اس امتیاز کو ختم کیا جائے۔

(6) ایسی پالیسی مہیا کی جائے کہ خود انحصاری پر نظر مرکوز کی جائے۔

(7) عورتوں کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ دیا جائے۔

(8) تربیت یافتہ ہنر مند افرادی قوت ہنر مند افرادی قوت مہیا کی جائے جس کے تحت خاطر خواہ کارکردگی کا ہدف حاصل ہو اور پرائیویٹ سیکٹر اس سلسلے میں کام کرے۔

(9) ان پاکستانیوں کو حمایت مہیا کی جائے جو کہ باہر ملکوں میں کام کرنا چاہیں اور جو لوگ واپس آجائیں ان کو بھی ملک کی معیشت کا حصہ بنایا جائے۔

(10) خود انحصاری والا روزگار کے لئے مواقع مہیا کیے جائیں۔ اور اس سلسلے میں تعلیم، ہنر اور بڑے اداروں میں تربیت مہیا کی جائے۔

## ہنر کی نشوونما:

(1) تربیت دینے والوں کی بھی تربیت کی جائے۔

(2) پیرامیڈیکل سروس سے متعلقہ لوگوں کی بھی تربیت کی جائے۔

(3) صنعتی اپرنٹس شپ سکیم متعارف کرائی جائے۔

(4) ہنر مند افرادی قوت پیدا کرنے کے لئے الیکٹرانک اور جدید سسٹم کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔

(5)موبائل کی تربیتی یونٹس (قومی تربیتی بورڈ کا مستند نظام) متعارف کرایا جائے اور غیر رسمی استاد شاگرد سسٹم متعارف کرایا جائے۔

(6) گورنمنٹ اس بات کی حوصلہ افزائی کرے گی کہ پرائیویٹ سیکٹر اس سلسلے میں آگے آئے اور نیشنل ٹرینگ بورڈ کو دوبارہ منظم کیا جائے۔

(7)اس کے لئے ایک معیاری نصاب مقرر کیا جائے۔۔

(8) اس طرح سکولوں میں جو عام تعلیم ہے اس کو ٹیکنیکل تعلیم کے ساتھ پیشہ ورانہ بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

(9) ٹریڈ یونین تربیتی ضروریات کی شناخت کرے اور تربیتی پروگرام کا انتظام کرے۔[1]

---

[1] **پاکستان اکنامک سروے، 12،2011**، ادارہ شماریات حکومت پاکستان، ص:168

## مبحث دوم: آئین پاکستان 1973ء اور لیبر پالیسیز کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

## مزدور کو آئین میں دیے گئے حقوق

### آرٹیکل 11 کے مطابق غلامی اور بیگار وغیرہ کی ممانعت:

1-غلامی معدوم اور ممنوع ہے اور کوئی قانون کسی بھی صورت میں اسے پاکستان میں رواج دینے کی اجازت نہیں دے گا یا سہولت نہیں پہنچائے گا۔

2-بیگار کی تمام صورتوں اور انسانوں کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

3-چودہ سال سے کم عمر کے کسی بچے کو کسی کارخانے یا کان یا دیگر پر خطر ملازمت میں نہیں رکھا جائے گا۔

4-اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر اس لازمی خدمت پر اثر انداز متصور نہیں ہو گا۔

(اے) جو کسی قانون کے خلاف کسی جرم کی بناء پر سزا بھگتنے والے کسی شخص سے لی جائے یا

(بی) جو کسی قانون کی رو سے غرض عامہ کے لئے مطلوب ہو۔[1]

کسی کو بھی غلام نہیں بنایا جاسکتا اور نہ ہی بیگار پر لیا جاسکتا ہے۔ آئین کی اس دفعہ میں بتایا گیا ہے کہ غلامی کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور قانونی طور پر کسی کو بھی خواہ وہ مرد ہو، عورت ہو، بچہ ہو یا بوڑھا ہو، غلام رکھنا ممنوع ہے اور کوئی بھی قانون کسی بھی حالت میں پاکستان میں اسے رواج دینے کی اجازت نہیں دے گا۔ اور نہ ہی اس رواج دینے کے لئے کسی قسم کی کوئی سہولت بہم پہنچائی جائے گی اور اگر کوئی شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ قانونی طور مستوجب سزا ہو گا۔

شریعت میں غلام رکھنے کی بجائے آزاد کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جیسے روزہ توڑنے کے کفارے میں کہا گیا کہ غلام آزاد کیا جائے۔ ظہار کے کفارے میں بھی غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قسم کے کفارے میں بھی غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو غلام آزاد کرانے کی تاکید فرمایا کرتے جیسا کہ مؤطا امام مالک میں ہے کہ جب ایک صحابی کی والدہ کا انتقال ہو گیا وہ غالبا اس وقت موجود نہ تھے، بعد میں انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی والدہ کی طرف سے غلاموں کو آزاد کروں تو اس کا اجر ملے گا کہ نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔[2]

کسی کو غلام بنالینا قانونی طور پر بھی ٹھیک نہیں اور شریعت بھی غلام نا بنانے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

اسی طرح آئین کے تحت کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے جبرا بیگار نہیں لے سکتا اور نہ ہی بیگار کی غرض سے کسی شخص کو خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ ہمارا دین بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی ملکی قوانین۔ یہ الگ

---

([1]) ہما حمید، مریم رحمان، **آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء**، ص: 23

([2]) مالک بن انس، **موطا امام مالک** (بیروت، النشر والتوزیع، 1986ء)، 5/53

بات ہے کہ لازمی خدمت، قیدیوں سے خدمت، ملکی مفاد اور مفاد عامہ کے لئے بیگار لی جاسکتی ہے لیکن اس میں بھی کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہئے یعنی ایسا پہلو نہ ہو جس سے انسانیت کی تذلیل کا کوئی پہلو نکلتا ہو عدالت عظمی کے مطابق اوور ٹائم جبری مشقت نہیں ہے۔[1]

آئین کی رو سے یہ بھی ٹھیک نہیں ہے جیسے پاکستان میں غریب لوگوں کی اکثریت اپنے بچوں کو انتہائی کم عمری ہی میں مشقت پر لگا دیتے ہیں۔ آئین یہ کہتا ہے کہ جب تک کسی بچے کی عمر 14 سال تک نہ ہو جائے اس سے کسی کارخانے یا کان یا کسی اور خطرناک ملازمت پر نہ لگایا جائے یعنی آئینی طور پر 14 سال سے کم عمر کے بچوں سے مزدوری کرانے کو قانونی طور پر منع کیا گیا ہے۔ اگر والدین یا کارخانہ مالکان کسی بچے کو مزدوری پر لگاتے ہیں جبکہ اس کی عمر 14 سال سے کم ہو تو وہ آئین کی خلاف ورزی کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔ آئین کی اس رو سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی شہری ایسا پیشہ اختیار نہ کرے جو ان کی عمر یا قوت کے اعتبار سے ان کے لئے نقصان دہ ہو اور والدین بھی اپنے بچوں سے کم عمری میں مزدوری نہ کرائیں۔

فقہ اسلامی کی روشنی میں اگر باپ خود کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو یا خود کمارہا ہو تو اپنی نابالغ اولاد کو کسب معاش اور ملازمت پر مجبور نہ کرے، کیونکہ اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا والدین کا شرعی، اخلاقی، اور قانونی فرض ہے۔ جبری مشقت یا بچوں سے محنت و مشقت کرانا ان کی صحت و تندرستی کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔ والدین اپنے بچوں کو معمولی معاوضے پر دوسرے کے پاس گھروں میں بھیج دیتے ہیں۔ بچوں سے ان کی طاقت و قوت سے بڑھ کر کام کرایا جاتا ہے، صحتمند خوراک مہیا نہیں کی جاتی، رہنے کے لئے صحیح جگہ نہیں ملتی، بچوں کا معاشی مستقبل تاریک ہو جاتا ہے اور ان کے لئے پوری زندگی ایسی ہی معمولی مزدوری اور کم آمدنی پر انحصار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔ بچے مزدوری کی وجہ سے نہ صرف تعلیم و تربیت سے دور ہو کر خود جاہل رہتے ہیں بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو بھی صحیح راستہ نہیں دکھا پاتیں، تعلیم و تربیت سے دوری کی وجہ سے بچوں میں اخلاقی تنزلی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔[2]

## آرٹیکل-17 آزادی جماعت اشخاص یا انجمن:

1- ہر شہری کا حق ہو گا کہ شخص کی جماعت (انجمن) یا اتحاد (یونین) تابع مناسب حدود کے جو قانون وضع کرے پاکستان کے حاکمیت اعلی یا سالمیت امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں بنائے۔

2- اسی طرح ہر شہری جو پاکستان کی سروس میں نہ ہو۔ اسے حق ہو گا کہ وہ بنائے یا ممبر بنے کسی پولیٹیکل پارٹی کا، تابع مناسب حدود کے جو قانون پاکستان کی حاکمیت اعلی یا سالمیت کے مفاد میں ہو۔ اور ایسا قانون

---

(1) PLD (Pakistan Legal Decisions) 1970ء، سپریم کورٹ، ص:146

(2) عصام انور سلیم، **قانون العمل** (اسکندریہ، منشأة المعارف، طبع ثانی، 2002ء) ص:510۔

مہیا کرے گا جہاں فیڈرل گورنمنٹ اعلان کرے کہ کوئی پولیٹیکل پارٹی بنی ہے یا کام کر رہی ہے جو پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ یا سالمیت کے لئے مضر ہے تو وفاقی حکومت مذکورہ اعلان سے پندرہ دن کے اندر معاملہ عدالت عظمی آف پاکستان کے حوالے کردے گی جس کا مذکورہ حوالے پر فیصلہ قطعی ہو گا۔

یہ تعاون اس وقت تک جائز ہو گا جب خلاف شریعت نہ ہو۔ رہا تعاون یا انجمن کا قائم کرنا، تو دیکھا جائے گا کہ اس تعاون یا انجمن قائم کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اگر مقصد اپنے مشترکہ حقوق کے حصول کی کوشش ہے اور یہ کوشش قانون کے دائرہ میں ہو تو شریعت میں ایسے اتحاد یا انجمن کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ تاکید کی گئی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے جب سوال کیا گیا کہ سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو جواب دیا کہ وہ جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو خود کے لئے پسند کرتا ہے۔[1] جب انسان اپنے حق کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے تو دوسرے کو حقوق دلانے کے لئے کیوں نہیں کھڑا ہو سکتا؟

## آئین کا آرٹیکل-18 تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی:

ایسی شرائط کے تحت جو قانون کے ذریعے مقرر کی گئی ہیں، ہر شہری کو کوئی جائز پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے اور کوئی جائز تجارت یا کاروبار کرنے کا حق ہو گا۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

1- کسی تجارت یا پیشہ کو اجرت نامہ کے طریقہ کار کے ذریعے منضبط کرنے میں، یا

2- تجارت، کاروبار یا صنعت میں آزادانہ مقابلہ کے مفاد کے پیش نظر اسے منضبط کرنے میں یا

3- وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا کسی ایسی کارپوریشن کی طرف سے جو مذکورہ حکومت کے زیر نگرانی ہو، دیگر اشخاص کو قطعی یا جزوی طور پر خارج کر کے کسی تجارت، کاروبار، صنعت، یا خدمت کا انتظام کرنے میں۔[2]

آئین کی مذکورہ بالا دفعات کے تحت مزدور کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آزادانہ طور پر کوئی بھی قانونی پیشہ اختیار کرے، کاروبار کرے یا تجارت کرے۔ شریعت کے دائرے میں رہ کر کوئی بھی کام انسان کر سکتا ہے اور شریعت نے آزادانہ مقابلہ کی حوصلہ افزائی کی ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، نرخ مقرر کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں دعا کروں گا، پھر ایک شخص اور آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نرخ مقرر کر دیجئے، آپ نے فرمایا کہ بلکہ اللہ تعالی قیمتوں کو گھٹاتے بڑھاتے ہیں اور میں بیشک بہت امید رکھتا ہوں کہ میں اللہ سے اس حال میں ملوں کہ

---

([1]) صحيح بخاري، رقم الحديث:12۔

([2]) ہما حمید، مریم رحمان، **آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء**، ص:29،28۔

میرے پاس کسی کا کوئی ظلم نہ ہو۔[1]

لیکن اس کے لئے بھی مملکت کے قوانین کی پابندی لازمی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کام کے آغاز کے لئے حکومت سے لائسنس حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ لائسنس حاصل کرے۔ کسی چیز کی ایک شہر سے دوسرے شہر منتقلی کے لئے پرمٹ کا حصول لازمی ہو تو متعلقہ حکام سے حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے بصورت دیگر مملکت متعلقہ کاروبار کو قانونی طور پر بند کرنے کی مجاز ہے۔ اس سے ایک اور چیز بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حکومت کسی بھی وقت کوئی قانون بنا کر کسی پیشے، تجارت اور کاروبار کو غیر قانونی قرار دے کر پابندی عائد کر سکتی ہے۔ جو پیشے قانونی طور پر ممنوع ہیں ان میں سے عورتوں یا طوائفوں کی خرید و فروخت، جوا، منشیات کی نقل و حمل، خرید و فروخت اور ایسی ادویات جو خطرناک ہیں، ان سب پر پابندی عائد ہے۔ ان پیشوں کا اختیار کرنا نہ صرف جرم ہے بلکہ ان سے انسانیت کی تذلیل کا پہلو بھی نکلتا ہے اور اسلام بھی ایسے پیشوں کو اختیار کرنے سے منع کرتا ہے لہذا حکومت کو اس چیز کا مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی تجارت یا پیشے پر پابندی لگا دے۔ اگر کام کی نوعیت اور کام کے معیار کے مطابق مزدور کو اجرت دی جائے تو کوئی بھی شخص روزگار سے محروم نہ ہو گا۔

## آرٹیکل-25 شہریوں سے مساوات:

تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی طور پر حقدار ہیں۔

1- جنس کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔

2- اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے مملکت کی طرف سے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مانع نہ ہو گا۔[2]

اس آرٹیکل کے تحت پاکستان کے تمام شہری سماجی اور شہری اعتبار سے برابر ہیں۔ مذہب، ذات پات جنس اور رنگ و نسل یا اس اعتبار سے کہ فلاں مزدور کا تعلق فلاں خاندان کے ساتھ ہے یا اس کا تعلق فلاں جگہ سے ہے یا مزدوروں میں سے کسی ایک صنف کی دوسری پر ترجیح دینا، یا ان اسباب کی وجہ سے سرکاری ملازمت یا خدمت کے حصول کے لئے نااہل یا نا قابل قرار دینا، ریاست کے قانون کی خلاف ورزی ہو گی۔ کیونکہ قانون کے تحت تمام شہری برابر ہیں اور انہیں یکساں قانونی تحفظ حاصل ہے۔ اس قانون کے اعتبار سے پاکستان کے تمام شہری برابر کے حقدار ہیں کہ ملازمتوں کے حصول یا پبلک مقامات پر داخلے کے سلسلے میں جنسی طور پر امتیازی سلوک کا شکار نہ ہوں۔ اسی طرح مزدور کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی دوکان، ریستوران، ہوٹل یا تفریح گاہ میں جا سکتا ہے

---

([1]) **سنن ابو داؤد**، رقم الحدیث 3452

([2]) ہما حمید، مریم رحمان، **آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء**، ص:35

اوراسے روکا نہیں جاسکتا۔ اسی طرح اس آئین سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواتین مزدور مساوی حقوق کی حقدار ہیں اورانہیں بھی قانونی طور پر تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ تہتر کے آئین کے تناظر میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں۔ اجرت، آرام اور تفریح اور تعلیم سمیت تمام شعبہ جات میں پاکستان کی عورتیں مردوں کے برابر حقوق رکھتی ہیں ۔ شرعی طور پر بھی تمام انسانوں کو برابر کہا گیا ہے حج کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے واضح اورواشگاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ۔[1]

## آرٹیکل-25-A حق تعلیم (Right to education):

تعلیم ریاست مہیا کرے گی۔ فری تعلیم بچوں کو جن کی عمر پانچ سال سے سولہ سال کے درمیان ہو، جو قانون واضح کرے۔

اس آئین سے واضح ہوا کہ غریب مزدور کے بچے کو بھی تعلیم دلوانا حکومتی ذمہ داری بنتی ہے لیکن بھٹہ پر کام کرنے والا مزدور کا بچہ اسی کے ساتھ کام پر لگا ہوا ملتا ہے۔ یاعام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ معصوم بچے مختلف دوکانوں اور کارخانوں میں کام کرتے ہوئے ملتے ہیں جس سے ان کی تعلیم کے نقصان کے ساتھ ساتھ تربیت کا فقدان بھی ہوتا ہے جس کا اثر یہ نکلتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر ایک عظیم انسان اوراچھی شہری نہیں بن سکتا۔ شرعی طور پر بچوں کو اچھی تعلیم وتربیت فراہم کرنا والدین کے فرائض میں سے ہے۔ حصول علم پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے قیدیوں کو اس شرط پر رہا کرنے کا حکم دیا کہ وہ دس دس انصاری بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں۔[2] آئین کی یہ شق خوش آئند ہے کہ تمام بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے مساوی حقوق دیے گئے ہیں۔

## آرٹیکل-37 معاشرتی انصاف کا فروغ اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ:

مملکت

(اے) پسماندہ طبقات یاعلاقوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کو خصوصی توجہ کے ساتھ فروغ دے گی۔

(بی) کم سے کم ممکنہ مدت کے اندر ناخواندگی کا خاتمہ کرے گی اور مفت اور لازمی ثانوی تعلیم مہیا کرے گی۔

(سی) فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول اوراعلی تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر سب کے لئے مساوی طور پر قابل دسترس بنائے گی۔

---

([1]) مسند احمد، رقم الحدیث:23885، سلسلہ احادیث صحیحہ الصحیحۃ، رقم الحدیث:2700

([2]) مسند احمد، رقم الحدیث:2216۔

(ڈی) سستے اور سہل الحصول انصاف کو یقینی بنائے گی۔

(ای) منصفانہ اور نرم شرائط کار اس امر کی ضمانت دیتے ہوئے کہ بچوں اور عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہ لیا جائے گا جو ان کی عمر یا جنس کے لئے نامناسب ہوں مقرر کرنے کے لئے اور ملازم عورتوں کے لئے زچگی سے متعلق مراعات دینے کے لئے احکام وضع کرے گی۔

(ایف) مختلف علاقوں کے افراد کو تعلیم، تربیت، زرعی اور صنعتی ترقی اور دیگر طریقوں سے اس قابل بنائے گی کہ وہ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں میں جن میں ملازمت پاکستان میں خدمت بھی شامل ہے، پورا پورا حصہ لے سکیں۔

(جی) عصمت فروشی، قمار بازی اور ضرر رساں ادویات کے استعمال، فحش، ادب اور اشتہارات کی طباعت، نشرو اشاعت اور نمائش کی روک تھام کرے گی۔

(ایچ) نشہ آور مشروبات کے استعمال، سوائے اسکے کہ وہ طبی اغراض کے لئے یا غیر مسلموں کی صورت میں مذہبی اغراض کے لئے ہو تو روک تھام کرے گی اور

(آئی) نظم ونسق حکومت کی مرکزیت دورے کرے گی تاکہ عوام کو سہولت بہم پہنچانے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اس کے کام کے مستعد تصفیہ میں آسانی پیدا ہو۔[1]

اس آئین کے تحت حکومت وقت اس بات کی پابند ہے کہ پسماندہ طبقات میں بسنے والوں کا خاص خیال رکھے۔ عام طور پر مزدور ہی پسماندہ طبقات سے ہوتا ہے اور ایسے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے جہاں تعلیمی اور معاشی مسائل زیادہ پائے جاتے ہیں۔ لہذا حکومت کو چاہئے کہ کم سے کم وقت میں ناخواندگی کا خاتمہ کرے اور مفت اور لازمی تعلیم کا بندوبست کرے۔

اسی طرح مزدوروں کا یہ بھی حق بنتا ہے کہ انہیں فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم دی جائے تاکہ انہیں آگے بڑھنے کے مواقع ملیں۔ اسی طرح بچوں اور عورتوں سے وہی کام لیا جائے جتنی ان کی طاقت اور استطاعت ہے۔[2] یہ بات عام طور پر دیکھی جاسکتی ہے کہ بچوں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے ان کی عمر کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔[3] نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی ناپسندیدہ کام ہوتے ہوئے تم میں سے کوئی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر طاقت نہیں تو زبان سے، اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو پھر دل سے برا جانے اور یہ ایمان کے کمزور ترین ہونے کا درجہ

---

([1]) ہما حمید، مریم رحمان، **آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء**، ص:46،47۔

([2]) فقہ اسلامی کی روشنی میں خواتین سے مزدوری کے متعلق تفصیل سے لکھ دیا ہے اس لئے تکرار سے بچنے کے لئے اعادہ نہیں کیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر:130

([3]) فقہ اسلامی کی روشنی میں بچوں سے مزدوری کے متعلق تفصیل سے لکھ دیا ہے اس لئے تکرار سے بچنے کے لئے اعادہ نہیں کیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر:131

ہے۔[1]

## 2002ء کی لیبر پالیسی کا تجزیاتی وتقابلی مطالعہ

اس لیبر پالیسی میں سفارش کی گئی ہے کہ مزدوروں کے سماجی تحفظ کے پروگرام کے اداروں جیسے ورکرز ویلفیئر فنڈ، ای اوبی آئی (EOBI) اور صوبائی ادارہ سوشل سکیورٹی (ESSI) کی بہتری اور فروغ کو عمل میں لایا جائے۔

اس پالیسی کا اگر جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مزدوروں کو حقوق اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے دے دیے ہیں۔ اگر جائزہ لیا جائے تو اس وقت نہ صنعتیں تھیں نہ کارخانہ جات کا تصور پایا جاتا تھا۔ اسلام نے مزدوروں کو جو حقوق اس وقت دیے وہ آج کی جدید اور ماڈرن سوسائٹی بھی نہ دے سکی۔ بلکہ مزدوروں کو حقوق عطا کرنے سے نہ صرف قاصر ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عطا نہیں کر سکتی تو بے جا نہ ہو گا۔

## 2002ء کی لیبر پالیسی میں نظام اجرت میں امتیازی حیثیت کے خاتمے پر تجزیہ:

اس لیبر پالیسی میں اعتراف کیا گیا کہ محنت ومزدوری کے شعبے میں خواتین کو بھی برابر مواقع فراہم کیے جائیں اور انہیں کام کرنے کے لئے ساز گار ماحول فراہم کیا جائے لہذا کام کے مطابق مساوی تنخواہ کا اصول، عالمی ادارہ محنت کے کنونشن کے مطابق اختیار کیا گیا ہے تا کہ اجرت کے نظام میں مساوات کو فروغ دیا جائے۔

اسلام نے دنیاوی معاش کے حصول اور کمانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ لگائی ہے لیکن عورت کے لئے نفس جواز بھی موجود ہے وہ عورتیں جو مختلف وجوہات کی بناء پر معاش سے جڑنا چاہتی ہوں اور معاش ان کی ضرورت بھی ہو تو اسلام ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتا لیکن چند شرائط کے ساتھ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے[2] اسلام اس چیز کو واضح کرتا ہے کہ عورت کے ساتھ صنفی برتاؤنہ کیا جائے اور نہ ہی اسلام نے عورتوں کے کام کرنے اور کمانے پر کوئی قدغن لگائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں مختلف صحابیات مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی نظر آتی ہیں۔[3]

## 2002ء کی لیبر پالیسی میں بچوں سے جبری مشقت کے خاتمے کا قانون:

لیبر پالیسی 2002ء میں واضح کیا گیا کہ بچوں سے مشقت طلب کام کروانا اور جبری مشقت کے خاتمے کی

---

([1]) مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم، رقم الحدیث:186

([2]) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر:130۔

([3]) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: عہد نبوی میں صحابیات کی معاشی سرگرمیاں، عصر حاضر کی خواتین کے لئے مشعلِ راہ، ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی، ششماہی مجلہ البصیرہ نمل یونیورسٹی اسلام آباد، جلد 7 شمارہ 1، جون 2018، ص 1 تا 23۔

ضرورت ہے۔ پاکستان نے عالمی ادارہ محنت کے کنونشن 182 کی توثیق کو قبول کرتے ہوئے مزدورمارکیٹ میں بچوں کے کام کرنے کی عمر18 سال تک بڑھانے کا حکم دیاہے۔

اگر اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو اسلام اس چیز کا حکم دیتا ہے کہ والدین اپنے بچوں کی پرورش اور کردار سازی پر مکمل توجہ دیں۔ حدیث نبوی میں والدین کی طرف سے بچوں کے لئے سب سے بہترین تحفہ اچھی تربیت کو گردانا گیاہے۔ اگر فقہ اسلامی کی روشنی میں مقرر کردہ حقوق رائج کر دیے جائیں اور بچوں کو ان کے جائز حقوق دیے جائیں تو بچوں کی مشقت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اسلام نے جہاں والدین کو اچھی تعلیم و تربیت دینے کا پابند بنایا ہے وہیں بچوں کی کفالت والدین، خاندان، برادری اور معاشرے کے بعد ریاست پر ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے:

**((روی نافع عن ابن عمران کان لایفرض للمولود حتی یطعم، ثم أمر منادیا فنادی: لاتعجلوا أولادکم عن الفطام، فإنا نفرض لکل مولود في الإسلام.))**"[1]

(حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر پیدا ہونے والے بچے کے لئے معاوضہ مقرر فرماتے یہاں تک کہ وہ کھانا کھانے کے قابل ہو جائے پھر حکم صادر فرماتے کہ اپنی اولاد کو جلدی دودھ مت چھڑواؤ بیشک ہم دین میں ہر پیدا ہونے والے بچے کے لئے معاوضہ مقرر کرتے ہیں)

اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچوں کے وظائف مقرر کیے ہوئے تھے آپ کی عادت تھی کہ رات کو گشت کیا کرتے تھے، دوران گشت ایک گھر سے آپ کو رونے کی آواز سنائی دی جب پتہ کرایا تو آخر معلوم ہوا کہ بچے کے رونے کا سبب حکومت کا وہ قانون ہے جس کے مطابق بچے کو سرکاری وظیفہ دودھ چھوٹنے کے بعد ملتا ہے جس کی بناء پر مائیں اس کوشش میں ہیں کہ بچوں کا دودھ جلدی چھڑوالیا جائے تاکہ سرکاری وظیفہ جلدی مل سکے۔ وظیفہ ملنے کے بعد اگرچہ اسے گھر کے اخراجات میں صرف کر دیا جاتا اور ننھے پھولوں کو بھوک کے وقت کھجور، آب زمزم، جو اور زیتون کا عادی بنا دیا جاتا۔ اگرچہ یہ بھی بچوں کے لئے ناقابل برداشت عمل تھا کہ صرف وظیفہ کے حصول کی خاطر بچے کو دودھ چھڑوا کر سخت غذاؤں پر لگا دیا جاتا تھا جو ایک غیر فطری عمل تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وجہ معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنا رائج کردہ قانون ختم کر کے قانون فطرت بحال کر دیا کہ بچے کو سرکاری وظیفہ کے لئے دودھ نہ چھڑوایا جائے۔ اب جو انہوں نے حکم جاری کیا اسے راوی

---

([1]) بلاذری، احمد بن یحیی بن جابر بن داؤد، **فتوح البلدان** (بیروت، مکتبۃ الھلال، 1988ء) 1/441۔

نے بیان کیا کہ: **کان عمر لایفرض للمولود........** [1]

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نومولود بچے کا وظیفہ اس وقت تک جاری نہ کرتے تھے جب تک کہ اس کا دودھ نہ چھڑوا دیا جاتا لیکن بعد میں انہوں نے منادی کرا دی کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑوانے میں جلدی نہ کرو، ہم ہر مسلمان بچے کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کا وظیفہ جاری کریں گے۔)

یہی حکم انہوں نے تمام گورنروں کو جاری کیا کہ مسلمان بچے کا اس کی پیدائش سے ہی وظیفہ مقرر کر دو لہٰذا اسے وظیفہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی ملنا شروع ہو گیا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ چائلڈ لیبر پر سب سے پہلی پابندی اور اس کی بنیادی وجوہات کا خاتمہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اور جوان بچوں کو تکلیف دہ غذا دی جا رہی تھی اس مشقت کا خاتمہ ہو گیا۔

2002ء میں کچھ ایسے نکات بھی تھے جو کہ فقہ اسلامی کی رو سے ٹھیک نہیں تھے اس کی مثال درج ذیل دی جا رہی ہے۔

### 1-اجرت کا کم ہونا:

2002ء میں ہوشربا مہنگائی کے دور میں کم از کم تنخواہ ایک تولہ سونا کی قیمت کے برابر مقرر کرنے کا کہا تھا ہم وہ تو نہ کر سکے مگر تنخواہ پر ہر تین سال بعد نظر ثانی کی جائے گی۔[2]

اگر اس قانون اجرت کو فقہ اسلامی کی تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو لازمی ہے کہ مزدور کو اتنی اجرت ملنی چاہئے جس سے ان کی ضروریات پوری ہو سکیں اور ضروریات میں صرف غذا، لباس اور مکان ہی نہیں بلکہ اس میں علاج اور تعلیم بھی شامل ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی مزدور اور ملازم کی اتنی اجرت مقرر کرنے کے قائل ہیں کہ جس سے گھر کے اخراجات پورے ہوتے رہیں اور اتنی کم اجرت نہیں ہونی چاہئے کہ ان میں بددلی پیدا ہو جائے اور نہ اتنی زیادہ مقرر ہو کہ فیکٹری یا ادارہ اس بوجھ کو برداشت ہی نہ کر سکے۔ شاہ صاحب اجرت کے علاوہ بھی دوسری سہولیات کو ریاستی ذمہ داری قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: جب امام کسی کو سال بھر کے لئے عامل بنا کر بھیجے تو اتنی اجرت مقرر کرے جس سے اس کے اخراجات پورے ہو سکیں، اور اس میں اتنی بچت کر سکے کہ ضروریات زندگی پوری ہو سکیں۔

---

(1) بلاذری، احمد بن یحیی بن جابر بن داؤد، **فتوح البلدان** (بیروت، مکتبۃ الھلال، 1988ء) 1/441۔

(2) اداریہ خبرنامہ ورکنگ وویمن آرگنائزیشن، جولائی، اگست 2002ء، لاہور

اوراجرت کا مقرر ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ زائد کی کوئی حد مقرر نہیں اوراجرت اگر کم ہو تو محنت کش اتنے کم معاوضے میں کام کرنا پسند نہیں کرے گا۔[1]

اس قانون میں مزدوروں کو اگرچہ تحفظ جان، طبی امداد، بیمہ وغیرہ کی سہولیات بھی حاصل ہیں لیکن ان تمام قوانین کے باوجود علاج کی مراعات مزدوروں کو حاصل نہیں ہوتیں۔ اس قانون پر عمل درآمد نا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مرکز کی بجائے صوبائی سطح پر جانے سے مزدوروں کی حالت میں اورابتری ہوگئی ہے بہتر تھا وفاقی حکومت ہی قوانین پر عمل درآمد کی پابند ہو کیونکہ صوبائی حکومت میں بیٹھے افراد ہی صنعتی کارخانہ جات کے سربراہ ہوتے ہیں جو لیبر قوانین پر عمل نہیں کراتے کیونکہ انکو اپنے مفادات زیادہ عزیز ہوتے ہیں لہذا وفاقی حکومت کو چاہئے کہ لیبر قوانین پر عمل درآمد کرانے کی ذمہ داری خود اٹھائے۔

فقہ اسلامی کی روشنی میں ایسی کوئی بھی کوشش وکاوش جو ایک دائرے کے اندر کی جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسلام تو مظلوموں کا ساتھ دینے کا حکم دیتا ہے اور حق کے لئے کھڑا ہونے کا حکم دیتا ہے

## بچوں کے قوانین پر عمل نہ ہونا:

2002ء کی لیبر پالیسی میں چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لئے بچے کی کام کرنے کی مدت عمر 18 سال مقرر کی گئی تھی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عملی طور پر چھوٹے چھوٹے بچے پاکستان کے ہر ادارے میں طرح طرح کی مزدوری کرتے ہیں کمسن بچوں کا مختلف اداروں میں کام کرنا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس پالیسی پر عملاً نفاذ نہیں ہو رہا اور نہ ہی حکومت نے اس کی نگرانی کا کوئی خاص لائحہ عمل بھی وضع نہیں کیا گیا۔

2002ء کی لیبر پالیسی سے پہلے 1991ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے بچوں کی ملازمت کا جو ایکٹ منظور کیا اس کے تحت عمر کا تعین 15 سال کیا گیا اور 7 گھنٹے سے زیادہ مزدوری لینا جرم قرار دیا گیا۔ نیاز علی نیاز لکھتے ہیں:
ایسی بہت سی باتیں ہیں جو ہمارے حکمران کرتے ہیں لیکن ان کو عملی شکل دینے کے لئے مؤثر اقدامات نہیں کرتے کیونکہ ان قوانین کے باوجود بچوں کا استحصال ہو رہا ہے جبکہ صنعت کار اورآجر بچوں اوران کے غریب والدین کی مجبوریوں سے بخوبی آگاہ ہیں اوراس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔[2]

بچوں کے حوالے سے چونکہ ہر پالیسی میں بات کی گئی ہے اور بچوں کی مزدوری کے حوالے سے کئی دفعہ بات ہو چکی ہے اس لئے اعادہ نہیں کیا جاتا[3]

---

([1]) دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغة(لاہو، مکتبہ سلفیہ، 1975ء)2/151۔

([2]) نیاز علی نیاز، **محنت کشوں کے حقوق**، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، جمعرات، 2 مئی 2003ء، ص:6

([3]) بچوں کی مزدوری کے حوالے سے پوری مبحث ذکر کی ہے، دیکھئے صفحہ نمبر:135

## ہڑتال کا خاتمہ:

مزدوروں کے ہڑتال کرنے کا مقصد اپنے حقوق کا حصول ہوتا ہے، یہ آخری آپشن ہوتا ہے مزدوروں کے پاس کہ وہ ہڑتال کرکے اپنی بات منوا سکیں۔ اس لیبر پالیسی میں مزدوروں کے ہڑتال کے حق اور تالا بندی کو ختم کیا گیا اور خلاف ورزی کرنے والے کو موجب سزا قرار دیا گیا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ مزدور کو اتنی اجرت ملنی چاہئے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کرسکے تاکہ اسے احتجاج اور ہڑتال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے حدیث نبوی ہے:

((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ.))[1]

(ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب وہ کوئی ظلم ہوتا دیکھے تو اسے اپنی قوت بازو سے روک دے اگر ایسا نہ کرسکے تو پھر زبان سے اس کے خلاف جدوجہد کرے اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو پھر دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔)

# 2010ء کی لیبر پالیسی کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

## میرٹ کی حوصلہ افزائی

پالیسی کے نقطہ نمبر 6 کی شق نمبر 1 تا 5 میں ملازمت کے حصول اور ترقی میں میرٹ کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جو کہ نہایت ہی عمدہ پالیسی ہے، قرآن وسنت سے اس کی بھرپور تائید ملتی ہے۔ قرآن پاک میں افضلیت کا معیار تقوی قرار دیا گیا ہے لیکن بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ قابلیت اور صلاحیت و تجربہ کی بنیاد پر کسی کو اہمیت دی جاسکتی ہے لیکن سفارش کی بنیاد پر نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔[2]

اگر میرٹ کے مطابق فیصلہ ہوگا تو ظلم وزیادتی کا خاتمہ ہوگا اور اسلامی اخوت ومساوات کا رشتہ قائم ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے اگر کسی کو کوئی عہدہ تفویض کیا تو اس میں میرٹ کا خیال رکھا گیا جیسے حضرت ابو بکر صدیق کی موجودگی میں مشورہ طلب کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ شامل کیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں ایسی خداداد صلاحیتیں موجود تھیں جس بناء پر فرمایا کہ لوکان بعدي نبي لكان عمر[3]

---

([1]) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث:186

([2]) احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحدیث:۲۳۵۳۶، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ السلسلة الصحيحة ج6، ص، 449

([3]) سنن ترمذی، رقم الحدیث:3686، علامہ البانی کے نزدیک حدیث حسن ہے سلسلة الأحاديث الصحيحة رقم الحديث:327

(میرے بعد اگر کوئی نبی آتا تو وہ عمر ہوتے) اسی طرح حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف معلم بنا کر بھیجنا بھی میرٹ کی بنیاد پر تھا حالانکہ اور صحابہ بھی موجود تھے۔اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی میرٹ کی بنیاد پر لگائی تھی کیونکہ وہ نہ صرف حافظ قرآن بلکہ کاتب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی ذہانت کے مالک بھی تھے۔

## جبر کو ختم کرنا

اس پالیسی کے نکتہ چھ ہی میں کہا گیا ہے کہ ملازمت میں جبر کو ختم کیا جائے۔اس شق کی بھی شریعت تائید کرتی ہے، دین میں کوئی جبر نہیں ہے جب دین جیسی مقدس ترین چیز میں جبر نہیں ہے تو کسی اور چیز میں جبر کیسے ہو سکتا ہے۔ اسلام جبر کا نہیں رواداری کا حکم دیتا ہے، قرآن پاک میں ہے: قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿لَا تَأْكُلُوٓاْ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾ (1)

اے ایمان والو ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقے سے مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو۔

اس آیت میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ تجارتی معاملہ رضامندی سے ہونا چاہئے جبر اور سختی سے نہیں۔شریعت میں لین دین کا پہلا اصول ہی یہی بیان کیا گیا ہے کہ دونوں فریق رضامند ہوں، لین دین کے معاہدے کی توثیق کے لئے لازمی ہے کہ دونوں فریق باہمی رضامند ہوں۔ایسا معاہدہ جس میں جبر، دھوکہ، غلط بیانی یا کوئی ایسا عنصر شامل ہو جو غیر قانونی ہو تو ایسا معاہدہ شریعت میں باطل ہے۔اور باطل ہونے کی وجہ باہمی رضامندی کا معاہدے میں نہ ہونا ہے۔ لہذا مزدور سے مالک کا لین دین رشتہ اخوت اور رضامندی کے ساتھ ہونا چاہئے سختی اور جبر کے ساتھ نہیں۔

## امن وامان کا قیام

آٹھواں نکتہ اس بارے میں ہے کہ حکومت صنعتی ترقی کے لئے امن وامان کے لئے اقدامات کرے۔امن وامان ہونے سے معیشت کا پہیہ چلتا ہے۔امن وامان کے متعلق تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔ (2)

## مزدور ومالک کے درمیان معاہدہ

نویں نکتہ میں مزدور ومالک کے درمیان اختیارات کے تعین کے لئے معاہدے کی بات کی گئی ہے۔فقہ اسلامی کی روشنی میں معاہدہ کرنے کو احسن اقدام قرار دیا گیا ہے کیونکہ شریعت میں نہ صرف معاہدے کرنے بلکہ اسے لکھنے کا حکم

---

(1) آل عمران 28/4۔

(2) دیکھئے مقالہ کا صفحہ نمبر 63 اور مزید تفصیل کے لئے دیکھیں اسلام کا تصور امن، سیرت نمبر، البصیرہ، نمل یونیورسٹی اسلام آباد 2014۔

دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ﴾[1] ((اگر تم سفر پہ ہوں اور لکھنے والا نہ ہو تو تو رہن رکھ لو))

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی معاہدہ ہوا سے لکھ لینا چاہیے، آجر واجیر کے درمیان معاہدہ کی اہمیت کے حوالے سے پہلے بات ہو چکی ہے۔[2]

نبی اکرم ﷺ نے خود معاہدات کیے اور ان پر عمل کیا، میثاق مدینہ میں جانبین کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، اور ذمہ داریوں کا تعین تھا کہ تم یہ کام کروگے ہم یہ کریں گے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ صلح حدیبیہ کرنے کے بعد معاہدے پر عمل کرنے کی وجہ سے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس فرمادیا حالانکہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ خون میں لہولہان تھے اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں، معاہدہ چونکہ ہو چکا تھا اور اہل مکہ نے انہیں معاہدے پر عمل کرتے ہوئے واپس کرنے کا کہا تو نبی اکرم ﷺ نے انکار نہیں کیا اور واپس کر دیا۔ صلح حدیبیہ میں بھی چیزوں کا تعین تھا کہ تم یہ کام کروگے ہم یہ کریں گے۔

## مزدوروں کا کام سے انکار

پالیسی کے نکتہ نمبر 10 میں کہا گیا کہ جو مزدور کام نہ کرنا چاہئیں ان کے لئے فقہ اسلامی کی روشنی میں کوئی اجرت نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک مزدور پر لازم ہے جو عقد آجر کے ساتھ ہوا اس کو پورا کرو آجر مزدور رکھتے ہوئے اسے بتاتا ہے کہ کس جہت سے کام کرنا ہے اور کس وقت تک کرنا ہے۔ یہ ایک طرح کا معاہدہ ہو گیا اور معاہدہ کو پورا کرنا شرعی طور پر فریقین کے لئے لازم ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان طے کردہ شرائط پر عمل پیرا ہوتا ہے۔[3]

## یونین کا کردار

پالیسی کے نکتہ نمبر 12، 11 اور 13 میں یونین کے حوالے سے بات کی گئی ہے جن کو قابل ذکر ارکین کی حمایت حاصل ہو ان کو تسلیم کیا جائے۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں اکثریت کے حکم کو جمیع کا حکم سمجھا جاتا ہے۔ بحر الرائق شرح کنز الد قائق میں ہے للأكثر حكم الكل اکثر کا جو حکم ہو وہی جمیع کا حکم ہے۔[4] اس سے استدلال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اولا حکومت انہیں تسلیم تب کرے گی جب مزدوروں نے ووٹ کی امانت انہیں دی ہو اور اگر

---

([1]) البقرۃ:2/283

([2]) دیکھئے مقالہ کا صفحہ نمبر 58۔

([3]) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3532، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے صحيح وضعيف سنن أبي داؤد ج8 ص30

([4]) زین الدین ابن نجیم، بحر الرائق شرح کنز الد قائق 1/171

مزدوروں نے ووٹ کی امانت انہیں دی ہے تو حکومت انہیں پھر اختیارات کی ضمانت بھی دے ان کے پاس اختیار آنا چاہئے کہ مزدوروں کے حوالے سے بات کر سکیں۔

## خواتین کے معاشی حقوق کا تحفظ

پالیسی کی شق نمبر 19 اور 20 میں عورتوں کو بااختیار بنانے کی بات کی گئی جو فقہ اسلامی کی روشنی میں احسن قدم ہے۔ عورتوں کی مزدوری کے حوالے سے تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح صحابیات معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں۔ [1]

پالیسی کی شق نمبر 20 میں عورتوں کو بطور ملازم کام کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی اور یقین دہانی کرائی گئی کہ خواتین کو روزگار کے یکساں مواقع میسر ہوں گے۔ فقہ اسلامی کی رو سے خواتین کا شرعی دائرے میں رہ کر کاروبار کرنا جائز ہے کیونکہ بہت سی صحابیات تجارت و کاروبار میں مصروف عمل تھیں جیسے حضرت اسماء بنت مخزمہ عطر کا کاروبار کرتی تھیں۔[2] حضرت سائب بن اقرع ثقفی کی والدہ حضرت مکیلہ عطر فروش تھیں۔[3]

ایسی بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کاروباری معاملات میں حصہ لے سکتی ہیں، دور حاضر میں تو خواتین کے لئے رزق حلال کے حصول کے لئے بہت سے مواقع میسر ہیں خاص طور پر اون لائن خرید و فروخت کے علاوہ عورتوں کے ملبوسات اور زیب و زینت کی بہت سی اشیاء کا کاروبار خواتین اچھے انداز میں کر سکتی ہیں۔

## نوجوان افرادی قوت

پالیسی کی شق نمبر 21 میں نوجوان افرادی کی بات کی گئی اور کم عمر بچوں کو کام پر رکھنے سے منع کیا گیا۔ اگر ہم مزدوروں کی افرادی قوت کا جائزہ لیں تو وہ بچے بھی لیبر مارکیٹ کا حصہ ہیں جن کی عمر 10 سال سے 14 سال کے درمیان ہے۔ 2014ء کی رپورٹ کے مطابق 9.6 فیصد مزدور کم عمر بچے تھے۔[4]

فقہ اسلامی کی روشنی میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ فقہاء کی اس بارے میں دو آراء ہیں کہ کم عمر بچہ کاروباری لین دین کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایک رائے کے مطابق لین دین نہیں کر سکتا کیونکہ بچے میں صحیح اور غیر صحیح کو پرکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے بچے کا عقد واقع نہیں ہو گا کیونکہ عقد میں اختیار کا ہونا لازمی امر ہے اور بچے کو اختیار تب حاصل ہو سکتا ہے جب شعور رکھتا ہو جب سن شعور ہی نہیں تو اختیار نہیں، جب اختیار نہیں تو عقد نہیں۔ جب کہ

---

([1]) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: البصیرہ شمارہ نمبر 7 جون 2018، عہد نبوی میں صحابیات کی معاشی سرگرمیاں، عصر حاضر کی خواتین کے لئے مشعل راہ۔

([2]) ابن سعد، الطبقات الکبری، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1990) 8/220

([3]) ابن الاثیر عز الدین، أسد الغابه في معرفة الصحابة (ریاض، مکتبہ اسلامیہ، س ن) 5/432

([4]) دیکھئے ص نمبر 53۔

دوسری رائے کے مطابق کاروباری لین دین تو واقع ہو گا لیکن ولی کی اجازت سے۔[1]

## جبری مشقت کا خاتمہ

پالیسی کے نکتہ نمبر22 میں گورنمنٹ کے جبری مشقت کو ختم کرنے کی بات کی گئی۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ فقہاء کے نزدیک جبری طور پر کسی سے کام نہیں لے سکتے۔[2]

## خاتون مزدور یا اس کی بیٹی کی شادی

خواتین مزدوروں اوران کی بیٹیوں کی شادی کے حوالے سے بات کی گئی تو فقہ اسلامی کی روشنی میں اگر ریاست بندوبست کرتی ہے تو مزدوروں کو سہولیات پہنچانا اس کی ذمہ داری ہے اگر فیکٹری مالک جہیز اور شادی کا بندوبست کرتا ہے تو اس کی طرف سے احسان ہو گا اور اسلام نے احسان کا حکم دیا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا شمار نہایت مالدار صحابہ میں ہوتا ہے لیکن آپ انتہاء کے سخی بھی تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک رات میں سات لاکھ دینار صدقہ کئے۔ بنی تمیم کا کوئی حاجت مند ایسا نہ تھا جس کی آپ نے حاجت روائی نہ کی ہو۔ ان کی بیواؤں کی شادی بیاہ سے لے کر مقروضوں کے قرض تک آپ خود ادا فرماتے۔ صبیحہ التیمی کی طرف سے آپ نے تیس ہزار کا قرض ادا کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو ہر سال دس ہزار درہم بھیجتے تھے۔ پھر وفات کے وقت آپ نے جو آمدنی چھوڑی وہ بائیس لاکھ درہم و دینار تھی۔ ابراہیم بن محمد طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی کل متروکہ جائیداد کی قیمت تین کروڑ درہم تھی۔[3]

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز نے والی عراق عبد الحمید بن عبد الرحمن کو حکم دیا تھا کہ بیت المال کی رقم سے حاجت مند کاشت کاروں کو قرض کی رقم دیں تاکہ زراعت کے سلسلے میں انہیں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔[4]

## مزدوروں کی ٹریننگ

پالیسی کے نکتہ 38 اور39 میں مزدوروں کو تربیت دینے کے حوالے سے بات کی گئی۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں مزدوروں کو ہنر مند بنانے پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، مختلف ووکیشنل کورسز کرائیں جائیں اور جہاں مزدوروں کی ضرورت ہو وہاں ان کی تعیناتی کی جائے، دیہاتوں میں روزگار کے مواقع کم ہوتے ہیں اس لئے صنعتوں کا رخ دیہات کی جانب موڑنا چاہیئے۔

---

([1]) ملاحظہ کریں مقالہ کا صفحہ نمبر44۔

([2]) دیکھئے: ص196۔

([3]) محمد بن سعد، **طبقات بن سعد**، مترجم: علامہ عبد اللہ العمادی، (کراچی، دارالاشاعت، 2003ء)2/275۔

([4]) ابن عساکر، ابو القاسم علی بن حسن، **تاریخ دمشق** (بیروت، دارالفکر)، 4/213

حضرت عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ (رضی اللہ عنہما) نے اہم جنگی سازوسامان کی صنعت سیکھنے کے لئے جُرَش کا سفر کیا اور وہاں جاکر دبابہ، منجنیق اور ضُبُور بنانے کی تربیت حاصل کی۔ اسی زمانے میں غزوہ حنین ہوا اسی لئے وہ غزوہ حنین اور طائف کے محاصرے میں شریک نہ ہوسکے۔[1]

معلوم ہوا کہ کسی چیز کی تربیت حاصل کرنا صحابہ کی سنت ہے اگر کسی ہنر کو سیکھنے کے لئے دور بھی جانا پڑے تو گریز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ تربیت حاصل کرنے کے بعد کسی کام کو اچھے طریقے سے سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے مزدور کو بھی تربیت فراہم کرنی چاہئے تاکہ وہ اچھے طریقے سے اپنی ذمہ داری ادا کرسکے۔

## تعلیمی سہولت:

اسلام ہمیں ماں کی گود سے لے کر قبر تک پڑھنے کا حکم دیتا ہے، پہلی وحی حصول تعلیم کی طرف اشارہ کرتی ہے۔[2]

آج کی دنیا اس بات پر متفق ہے کہ تعلیم کے ذریعے ہی ترقی حاصل کی جاسکتی ہے اگرچہ کچھ پیشے ایسے ہیں جن میں خواندگی کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی جیسے گلہ بانی، تعمیرات کا کام، ڈرائیوری، قلی وغیرہ۔ دور جدید کیونکہ مشینری کا دور ہے پہلے کی مزدوری اور آج کی مزدوری میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلے دور میں آج کی طرح دیو ہیکل مشینیں نہیں ہوتی تھیں اور نہ ہی آج کی طرح اشاروں سے بھرپور روڈ بنے ہوتے تھے اس لئے تعلیم کی جانب پہلے توجہ نہیں دی گئی تھی، لیکن آج کے دور میں وہی ڈرائیور کامیاب سمجھا جاتا ہے جو پڑھا لکھا ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو مالی کا کام صرف پودوں کو پانی دینا ہی ہوتا ہے لیکن اس کے لئے بھی آج کل کم از کم مڈل ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

## کارکنوں کے لئے رہائشی انتظامات:

مزدوروں کے لئے ایک اور اہم مسئلہ رہائش کا بندوبست نہ ہونا ہے۔ دور قدیم میں نہ تو صنعتیں ہوتی تھیں اور نہ ہی ان چیزوں کا تصور۔ کل کے انسان نے شاید سوچا بھی نہیں ہوگا کہ ایک وقت ایسا آئے جب ایک ہی صنعت یا کمپنی میں ہزاروں لوگوں کا روزگار وابستہ ہوگا اور میلوں سفر کرکے لوگ اپنے کام کی جگہ پر پہنچیں گے۔

اسلامی نقطہ نظر جیسے پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ مزدور کو بہتر غذا اور لباس دینا آجر کی ذمہ داری ہے تو آجر کو چاہئے مزدور کو اتنی اجرت دے جس سے وہ اپنی غذا کے علاوہ دوسری ضروریات جیسے لباس، مکان، علاج اور تعلیم وغیرہ کا بندوبست کرسکے۔

---

[1] طبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوك (بیروت: دارالکتب العلمیة، 1407ھ، طبع اول) 2/171۔

[2] اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. سورۃ العلق: 1.

## مزدوروں کی صحت کا مسئلہ:

اسلامی معاشرہ ایک ایسے فلاحی نظام پر مشتمل ہے جس میں ہر انسان کی ضروریات، مسائل اور پریشانیوں کا قابل قبول حل پیش کیا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں صحت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ صحتمند ہونا اللہ تعالی کا ایک قیمتی عطیہ تصور کیا جاتا ہے جس کی حفاظت فرض قرار دی گئی ہے۔ ملازم کی صحت کی حفاظت اور ذمہ داری اور اس کی نگہداشت مکمل طور پر مالک پر عائد ہوتی ہے۔ خاص طور پر وہ مزدور جو کسی کیمیکل فیکٹری میں کام کرتے ہیں وہ مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں، کوئی کینسر کا شکار ہے تو کوئی ہائپاٹائٹس کا، الغرض بہت سی ایسی صنعتیں ہیں جہاں کام کرنے کی وجہ سے مزدوروں کی صحت پر خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ان کو بھائی بنا کر گلے لگالیں اور جو خود کھائیں پئیں اور پہنیں وہی انکو کھلاؤ پلاؤ اور پہناؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے:

((كان ابن عمر لايأكل حتى يؤتي بمسكين يأكل معه.))[1]

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کھانا تناول نہیں فرماتے تھے جب تک کوئی حاجت مند آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک نہ ہو جاتا۔)

کیونکہ نصوص شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر وہ ضرورت بنیادی ضروریات میں داخل ہے جس کی تکمیل پر کسی انسان کی زندگی کی بقاء کا انحصار ہو اور جسکی عدم موجودگی میں انسانی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا اس کے ضیاع کا احتمال ہو۔[2]

لیبر یونین کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس کے دو فرائض واضح طور پر نظر آتے ہیں اس کا ایک فریضہ فیکٹری کے بعض معاشی اور سماجی حالات کو بدلنا ہوتا ہے مثلا اجرتیں بڑھانا، اوقات کار کم اور کارگزاروں کی فلاح وبہبود کے لئے لڑنا جھگڑنا (اور دوسرا فریضہ) انتظامیہ کے اختیارات کو کم کرنا اور اپنے اختیارات کو بڑھانا ہے۔[3]

اسلام صرف مزدوروں کی یونین سازی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا بلکہ وہ تو تمام مسلمانوں کو متحد و متفق رہنے کا حکم دیتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے:

((المؤمن للمؤمن كالبنيان يشدبعضه بعضا.))

(مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے پختہ دیوار کی طرح ہے جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے۔)

---

(1) **صحیح بخاري**، كتاب الأطعمة، باب المؤمن يأكل في معي واحد، 5/612، رقم الحديث: 5078

(2) عثمانی، محمد فہیم، اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1975ء) ص: 51

(3) سی اے قادر، صنعتی معاشریات، (لاہور، ادارہ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی، 1977ء) ص: 62

## بے روز گاری کے خاتمے سے متعلق قانون کا تجزیہ

### روز گار کی فراہمی حکومتی ذمہ داری:

اسلامی معاشرے میں ہر ایک کو روز گار فراہم کرنا یا ایسے اسباب مہیا کرنا کہ وہاں سے لوگوں کے لئے روز گار کے مواقع پیدا ہوں یہ حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ اب یہ عوام کی مرضی ہے کہ اپنے لئے وہ کونسا کام کرنا پسند کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معاشرے میں کسب حرام کے تمام دروازے بند کرے اور کسب حلال کی تمام راہیں کشادہ کرے اور انہیں معاشی و تعلیمی سکیموں کے ذریعے تعلیم سے آراستہ کرنے کے بعد روز گار بھی مہیا کرے۔ اور جو حکومت اپنے شہریوں کو غربت و افلاس اور محرومیوں سے نہیں نکال سکتی وہ اسلامی نکتہ نظر سے قطعی طور پر حکومت کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔

اسلام چونکہ سرمائے کو کسی بھی صورت میں چند ہاتھوں میں محدود کر دینے کو پسند نہیں کرتا اس لئے جب سرمایہ مختلف ہاتھوں میں گردش کرے گا تو روز گار کے مواقع پیدا ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سرمایہ دارانہ نظام حکومت کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس نظام حکومت میں دریاؤں کی مچھلیوں تک ان کے کنٹرول میں چلی جاتی ہیں اور دولتمندوں کا کنٹرول ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ تو محض اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر فضل و کرم ہے جو اس نے عطا کیا ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ اس نعمت خداوندی کا بھی سرمایہ دار غلط استعمال کرتے ہیں، مثال کے طور پر اس نعمت خداوندی سے ایک عام فرد اپنی مرضی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اسے مجبوراً حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قیمت پر مچھلی خریدنی پڑے گی اور استحصال کا شکار ہونا پڑے گا۔

# باب چہارم: مزدور کے مسائل اور ان کے حل کی صورتیں

## فصل اول: مزدور کے حقوق کی عدم ادائیگی

## فصل دوم: مزدور خواتین کے مسائل

## فصل سوم: مزدور بچوں کے مسائل

# فصل اول: مزدور کے حقوق کی عدم ادائیگی

## مبحث اول: سہولیات کی عدم دستیابی اور صحت کے مسائل اور حل کی صورتیں

## مبحث دوم: مزدور کی اجرت کے مسائل

## مبحث اول: سہولیات کی عدم دستیابی اور صحت کے مسائل اور حل کی صورتیں

پاکستان کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں مزدوروں کا استحصال بہت زیادہ ہوتا ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق مزدوروں کا استحصال سب سے زیادہ نائجیریا، بنگلہ دیش، بھارت اور پاکستان میں ہوتا ہے۔یہاں کھلم کھلا حکومت کی جانب سے اعلان شدہ مزدوروں کو دی جانیوالی سہولتوں پر نوے فیصد عمل ہی نہیں ہوتا، کراچی میں قائم بعض گارمنٹ فیکٹریوں میں چار سے آٹھ ہزار مزدور کام کرتے ہیں یعنی کل پچھتر ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ یہاں کے مزدور بارہ گھنٹے اوور ٹائمز کے ساتھ رات تین بجے تک بشمول اتوار کو بھی کام کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ کمپنیاں مزدوروں کو کم تنخواہ دیکر خود زیادہ کما کر مزدوروں کی محنت کو لوٹتی ہیں۔ اس طرح سے مزدوروں کا شدید استحصال ہوتا ہے۔ ان فیکٹریوں میں کام کرنیوالے مزدوروں کی اکثریت کے پاس سوشل سکیورٹی کارڈ نہیں ہوتا، EOBI سے رجسٹرڈ نہیں ہیں، اپائنمنٹ لیٹر نہیں دیا جاتا، ہر ماہ سو گھنٹے سے زیادہ اوور ٹائم کرنا پڑتا ہے۔باون گھنٹے ڈبل اور اس سے زیادہ اوور ٹائم کرنے پر سنگل رقم ادا کی جاتی ہے، اتوار کو چھٹی تو درکنار بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے اگر کوئی اتوار کو کام نہ کرنا چاہے تو اسے غیر قانونی اقدام کہہ کر من مانی اور جھوٹے الزام لگا کر ملازمت سے ہی نکال دیا جاتا ہے۔ (1)

اسی طرح آئی ایل او قوانین میں بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ مزدوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے، ان کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے یہاں تک کہ انہیں آرام کرنے کا موقع بھی دیا جائے تاکہ وہ ذہنی سکون کے ساتھ کام کر سکیں۔ آئی ایل او میں اس قانون کو درج ذیل الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

مزدور کے لئے وقت کے تعین کی قانون سازی کرنا مشکل اور پرانے مسائل میں سے ایک ہے۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ زیادہ کام کرنا مزدور اور اس کے خاندان کے لئے صحت سے متعلقہ سمیت دوسرے مسائل بھی پیدا کر سکتا ہے۔ سن 1919ء میں آئی ایل او کنونشن میں پہلی بار مزدور کے لئے کام کرنے کے اوقات اور آرام کرنے کے وقت کو متعین کر دیا گیا۔ موجودہ دور میں تو آئی ایل او نے قوانین میں بہتری لاتے ہوئے ایک مکمل لائحہ عمل دے دیا ہے جس میں روزانہ کام کرنے کا وقت، روزانہ اور ہفتہ وار آرام کرنے کے اوقات سمیت سالانہ چھٹیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ یہ ذرائع کارکنوں کی جسمانی اور ذہنی صحت کی حفاظت کرتے ہوئے اعلی پیداوار کو بھی یقینی بناتے ہیں۔ (2)

---

(1): زبیر رحمن، **روزنامہ ایکسپریس لاہور**، 8 فروری، 2018ء، ص: 13

(2) RULES OF THE GAME, A brief introduction to International Labour Standards, Revised Edition 2014, International Labour Organization, Geneva, Page:65

## طاقت سے زیادہ مشقت طلب کام کی مختلف صورتیں

بعض اوقات مزدور میں کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور زبردستی اس سے مشقت طلب کام کروایا جاتا ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہوتا ہے اور مجبوری کی وجہ سے مزدور کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہ مجبوریاں یا تنگدست حالات کی مختلف صورتیں درج ذیل ہو سکتی ہیں:

1- کسی سے قرض یا بیشگی رقم لی جاتی ہے جس کے عوض اسے لازمی کام کرنا پڑتا ہے۔

2- جاگیر دارانہ نظام میں رہنے کی وجہ سے مزدور کو جاگیر دار کا حکم ماننا پڑتا ہے اور چاروناچار مزدوری کرنی پڑتی ہے۔

3- ضامن (قرض اٹھاتے وقت جس نے ضمانت دی تھی) کا حکم بجالاتے ہوئے مزدوری کرنا۔

4- اوپر والی صورتیں زیادہ تر بھٹے پر کام کرنے والوں اور گھریلو ملازمین میں ہوتی ہیں عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ باپ ٹھیکیدار سے پیسے (ٹھپی) اٹھالیتا ہے اور کام کے لئے اپنے بچے کو بھیج دیتا ہے۔

## اکیسویں صدی میں جسمانی غلامی

پاکستان میں وہ مزدور جن سے طاقت سے زیادہ کام طلب کیا جاتا ہے یا جبری طور پر مشقت لی جاتی ہے ان کی تعداد لاکھوں میں ہے، سپارک[1] (SPARC) کی رپورٹ میں ہے:

پاکستان میں سب سے زیادہ جبری مشقت کا شکار مزدور سندھ اور پنجاب میں پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر زراعت اور بھٹوں پر کام کرتے ہیں اسی طرح تعمیراتی اور مینوفیکچرنگ کے شعبوں میں بھی مصروف ہیں۔ عالمی طور پر غلامی کے متعلق انڈیکس بتاتے ہیں کہ 2014ء میں پاکستان میں تقریبا 205820 افراد (ذہنی) غلامی یا غلامی کے حالات سے گزر رہے ہیں۔[2]

اسی طرح سپارک کی ایک رپورٹ میں ہے:

پاکستان دنیا کے تیسرے نمبر پر آتا ہے ان ممالک کی فہرست میں جہاں غلامی کی حالت میں جبری طور پر مشقت لی جاتی ہے اور 20 لاکھ لوگ جبری مشقت کا شکار ہیں۔ اور وہ شعبے جہاں پر جبری مشقت زیادہ پائی جاتی ہے وہ محکمہ زراعت اور اینٹیں پکانے کے شعبے کے ساتھ ساتھ تمباکو، کماد کی فصل اور پتھر کرشنگ کا شعبہ ہے۔ ان شعبوں میں پوری نسل کو غلام بنالیا جاتا ہے اور یہ دو شعبے (زراعت اور بھٹے) واجبی طور پر منظور شدہ ہوتے ہیں بچوں

---

([1]) سپارک (Society for the Protection of the Rights of the Child) پاکستان میں واقع ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جس کا بنیادی مقصد بچوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ اس تنظیم کا صدر دفتر اسلام آباد میں واقع ہے۔ اس تنظیم کی بنیاد 1992ء میں رکھی گئی تھی۔

([2]) The State of Pakistan's Children 2013, SPARC, April 2014, Page:11

کو منفی طور پر متاثر کیا جاتا ہے کہ تمہارے کام کرنے کی وجہ سے پورا خاندان قرض سے نجات پا جائے گا اور والدین جانتے ہوئے بھی اپنے بچوں سے کام کرنے کا وعدہ لے لیتے ہیں۔[1]

لوک سجاگ[2] کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ایک مزدور نے اجرت نہ ملنے کی وجہ سے بیمار پڑ گیا اور فوت ہو گیا۔[3]

## حفاظتی اقدامات کی عدم دستیابی

آغا خان یونیورسٹی کی ایک ریسرچ رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 80 فیصد مزدور آبادی کام کے دوران اپنی صحت و سلامتی کا خیال نہیں رکھ پاتی۔ محنت کشوں کو روئی کی دھول کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسکی وجہ سے وہ سانس کی بیماریوں، سینے کی جلن، سانس میں دشواری اور مسلسل کھانسی جیسی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق کراچی میں قائم 7 بڑی ٹیکسٹائل فیکٹریاں جن میں 9000 سے زائد محنت کش کام کرتے ہیں، ان میں سے تقریباً 300 محنت کشوں کے انٹرویو سے پتہ چلا کہ تقریباً 90 فیصد محنت کش ان پڑھ ہیں اور انہیں کام کرنے کے دوران صحت و سلامتی کے متعلق معلومات کم ہیں۔[4]

Centre for the Improvement of Working Conditions and Environment(CIWCE) کی رپورٹ کے مطابق مزدوروں کو مختلف تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ ان کی کم علمی ہے۔ رپورٹ میں ہے:

پاکستان جیسے بہت سے ترقی پذیر ممالک میں صورتحال انتہائی سنگین نوعیت کی ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں، جیسے قابل اعتماد معلومات کی کمی، اور ہر سال کارکنوں کی طرف سے ہونے والی اموات اور زخمیوں کے اعداد و شمار۔ وطن عزیز میں پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت کے حوالے سے قانون سازی کی ضرورت ہے۔ صحت وحفاظت کو فروغ دینے کے لئے بنیادی ڈھانچہ ناکافی ہے۔ کام کرنے والے (ورکرز) زیادہ تر اپنے کام اور مصنوعات کے خطرات سے واقف نہیں ہوتے۔ اور معیشت کے غیر رسمی اور غیر منظم شدہ شعبہ جات جیسے تعمیرات، زراعت اور چھوٹے اداروں میں کام کرتے ہیں۔[5]

مزدوروں کو جبری مشقت سے بچانے کے لئے ذیل میں آئی ایل او کے قوانین کے مطابق چند چیزوں

---

([1] )The State of Pakistan's Children 2013,SPARC,April 2014, Page:177

([2]) "پنجاب لوک سجاگ" ایک سماجی تنظیم ہے جو پاکستان میں متبادل میڈیا کے طور پر کام رہی ہے۔ لوک سجاگ کی جانب سے پنجاب بھر کے تمام اضلاع میں سماجی وسیاسی شعور کے لیے یہ ویب سائٹ چلائی جارہی ہے۔

([3])امینہ ملازم، لوک سجاگ، 7 ستمبر 2016

([4]) ماہنامہ لیبر ایجوکیشن، اکتوبر 2016ء، ص:01

([5]) Annual Report of CIWCE & IRI, Lahore, Pakistan-2010, Page:01

کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر عمل کرکے مزدوروں کے لئے آسانیاں پیدا کی جاسکتی ہیں۔

وہ خصوصی اقدامات جورات کے مزدور کی فطرت کے لئے ضروری ہیں وہ اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ چاہے وہ آہستہ آہستہ عمل پذیر ہوں۔ ان اقدامات کے اٹھانے کا مقصد درج ذیل ہونا چاہئے۔

1-ان کی صحت کی حفاظت۔

2-خاندانی اور سماجی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مزدور کی مدد کرنا۔

3-پیشہ وارانہ ترقی کے لئے مزدور کو مواقع فراہم کرنا۔

4-مناسب معاوضہ فراہم کرنا۔

5-تحفظ کی یقین دہانی۔

6-دوران حمل زچگی کی حفاظت۔[1]

سب سے پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مزدوروں کے لئے علاج کی صورتحال کیا ہے۔

## ہسپتالوں میں مزدوروں کے علاج کی صورتحال

ہسپتالوں میں مزدوروں کے علاج کی صورتحال ابتر ہے اور مریضوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جبکہ مشکل سے ایک یا دو ڈاکٹر ڈیوٹی کے لئے پابند ہوتے ہیں وہ بھی کبھی کبھار دستیاب ہوتے ہیں۔

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی رپورٹ میں ہے:[2]

پاکستان میں ہر 1212 افراد کے لئے ایک ڈاکٹر موجود ہے اور 18010 افراد کے لئے ایک دانتوں کا ڈاکٹر، 1575 لوگوں کے لئے ہسپتال میں ایک بیڈ موجود ہے۔ بجٹ میں صحت کے لئے مقررہ رقم کا تقریبا 50 فیصد صرف دو منصوبوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے ویلفیئر بورڈ کوئی دلچسپی نہیں رکھتا اور نہ ہی ریاستی ہسپتالوں میں غریب روح کو ایڈجسٹ کیا جاتا ہے کیونکہ غریبوں کے مفت علاج کے لئے ہسپتالوں میں بہت کم رقم مختص کی جاتی ہے۔[3]

ایک اور رپورٹ کے مطابق سماجی تحفظ مزدوروں اور کارکنوں کا انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کی حساسیت پاکستان جیسے کمزور جمہوری ملک کے لئے اور بڑھ جاتی ہے۔ پاکستان میں کمزور جمہوریت کے ساتھ ساتھ بدانتظامی، تشدد، عدم اطمینان اور غیر قانونی طور پر قانون سازی کی صورت حال پائی جاتی ہے۔ قوانین نافذ نہیں ہیں اور معاشرے کے طاقتور طبقات مزدوروں کا معاملہ کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہیں متاثرہ خاندان سے استحصال

(1 )Guide to International Labour Standards, 2014, I.L.O, Geneva, page:102
(2 )INTERNATIONAL LABOUR OFFICE, GENEVA,Page:24
(3 )Annual Labour Report 2010, Labour Education Foundation, Lahore,Page: 83

اور نفرت کرتے ہیں اور انہیں طبی سہولیات، حفاظت کے قوانین پر عمل کرنے سے محروم رکھا جاتا ہے۔[1]

## طبی سہولیات نہ ہونے سے متعلق اخباری رپورٹس

روزنامہ نوائے وقت لاہور کی رپورٹ کے مطابق حکومت کے سول سکیورٹی ادارے نے صوبہ پنجاب کے مختلف حصوں میں لیبر کے لئے ہسپتال بنائے ہیں مگر ان میں اچھے ڈاکٹروں کا فقدان ہے۔ پھر کئی لیبر ایریا ایسے ہیں جہاں فوری طبی امداد کا بھی بندوبست نہیں، اس ضمن میں داروغہ والا لاہور کی مثال دی جاسکتی ہے جہاں ان گنت مزدور کام کرتے ہیں مگر چوٹ لگنے یا اچانک تکلیف کی صورت میں ڈسپنسری تک موجود نہیں۔ متعلقہ ادارے ایسے علاقوں میں کم از کم فرسٹ ایڈ سنٹر ہی بنادیں۔[2]

## خرابیِ صحت کے باوجود محنت مزدوری

مزدور صحت کی خرابی کے باوجود بھی کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں خاص طور پر وہ مزدور جو دیہاڑی دار ہیں ان کے لئے مشکلات قدرے زیادہ ہیں، سجاگ کی رپورٹ کے مطابق غلہ منڈی جھنگ کے رہائشی اسی سالہ حبیب احمد خراب صحت اور کمزور بینائی کے باوجود اب بھی محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ گزشتہ کئی سالوں سے غلہ منڈی میں اجناس کی بوریوں کو سینے کا کام کررہے ہیں جس سے انہیں روزانہ ڈیڑھ سے دوسو روپے مل جاتے ہیں۔ بوریاں بھرنے کے بعد زمین پر پڑی رہ جانے والی گندم کو جھاڑو سے اکٹھا کرکے جمع کرتے ہیں اور صاف کرکے گندم پیسنے والی چکی پر دے کر آٹا لے لیتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ پہلے وہ پلے داری کرتے تھے لیکن صحت کی خرابی کی وجہ سے ان سے بوریاں نہیں اٹھائی جاتیں اس لئے انہیں اب یہ کام دے دیا گیا ہے۔[3]

ان رپورٹس سے علم ہوتا ہے کہ حکومتی اقدامات صرف دعوؤں تک منحصر ہیں عملی طور پر مزدور بے یارومددگار زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔

اب ذیل میں کام کرنے کی چند اہم جگہوں کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں پر مزدوروں کی مشکلات قدرے زیادہ پائی جاتی ہیں۔

## بھٹہ خشت مزدوروں کے مسائل:

بھٹہ خشت مزدور سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا کرتے ہیں۔ اور جتنا اس طبقہ کو مسائل کا سامنا ہے کسی اور کو نہیں ہے، جبری مشقت کا سامنا سب سے زیادہ انہیں لوگوں کو کرنا پڑتا ہے کیونکہ ایڈوانس میں پیشگی پیسہ لینے کے ساتھ مجبور ہوجاتے ہیں کہ حالات جیسے بھی ہوں انہیں کام کرنا پڑتا ہے۔ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی لیبر رپورٹ

---

([1] )Annual Labour Report 2011, Labour Education Foundation, Lahore,Page: 10

([2])بیدار سرمدی، **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، 3 مئی 2015ء، ص: 20

([3])اکمل ملک رپورٹر ضلع جھنگ، سجاگ، 2 مئی 2017ء، اشاعت ٹائم: 5:15 شام

2013ء میں ہے:

پاکستان میں تقریباً 1.8 ملین لوگ اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرتے ہیں اور ان کا کام کرنا ٹھیکے پر ہوتا ہے۔ ٹھیکیدار مزدوروں سے معاہدہ کر کے ایڈوانس میں رقم (پیشگی) دیتے ہیں جس کو مزدور اپنے کام میں لاتے ہیں یا قرض اتارنے کی امید رکھتے ہیں۔[1]

## شعبہ زراعت میں مزدوروں کے مسائل

وطن عزیز کو اپنے قیام کے ساتھ ہی جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان میں محروم طبقات جیسے غریب کسان دیہاتی مزدور کو بااختیار بنانا مذہبی اقلیتوں اور مہاجرین کو تحفظ فراہم کرنا تھا۔ پاکستان کی 67.5 فیصد دیہات میں رہنے والی آبادی زراعت کے شعبہ سے وابستہ ہے اور یہی وہ آبادی کا طبقہ ہے جو گندم کی صورت میں روٹی کا اور کاٹن کی شکل میں کپڑے کا اہتمام کرتا ہے۔ جب ہم اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی معاشی زندگی دگرگوں نظر آتی ہے۔ ان کی معاشی سرگرمیوں سے ان کے تمام معاملات زندگی چلتے ہیں یہاں تک کہ ان کے سماج سے تعلقات اور ان کے خاندان کی صحت و تعلیم کا دارومدار ان کی معاشی حیثیت سے جڑا ہوتا ہے۔ جب ہم بنیادی انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ تمام انسان بلاامتیاز رنگ و نسل اور ذات پات کے آپس میں برابر ہیں۔

تمام انسانوں کو بنیادی ضروریات جیسے صحت، روزگار اور تعلیم وغیرہ ملنی چاہئیں۔ اور یہ بنیادی انسانی حقوق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر انسان کو آزادی وعزت سے اچھے ماحول میں کام کرنے اور کمانے کا موقع ملنا چاہیئے۔ آئین کے آرٹیکل 3 میں بھی یہ واضح کیا گیا ہے کہ ریاست حالات کار کو منصفانہ اور انسانی بنانے کو یقینی بنائے اور اس اصول کی تکمیل کرے کہ ہر کسی کو اس کی اہلیت کے مطابق کام ملے۔

زراعت کے شعبہ کو پاکستان کی معیشت میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ پاکستان کے جی ڈی پی میں زراعت کا حصہ 24 فیصد ہے اور یہ 42.8 فیصد آبادی کو روزگار فراہم کرتا ہے۔ معیشت کے بڑے حصے کا انحصار زراعت جیسے پیداوار اور تقسیم کاری وغیرہ پر ہے۔ مردوں کے ساتھ ساتھ دیہی خواتین کی بھاری اکثریت اس شعبہ میں کام کر رہی ہے۔ پاکستان میں کل دیہی خواتین کا 79.4 فیصد زرعی شعبہ میں کام کر رہا ہے۔ دیہی مزدوروں میں پاکستان کے دیہی علاقوں اور غیر رسمی شعبوں میں موجود غیر منظم، کم اجرت یافتہ، ہنرمند اور غیر ہنرمند مزدور مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔

زراعت کے شعبہ میں کام کرنے والے پاکستان کی لیبر فورس میں سب سے زیادہ افراد ہیں۔ ریکارڈ

[1] Annual Labour Report 2013, Labour Education Foundation, Lahore,Page: 12

کے مطابق 1963ء میں دس سال کی عمر سے زیادہ کام کرنے والے 47.60 فیصد زراعت سے وابستہ ہیں۔ پھر اگلی دو دہائیوں میں زراعت کے سیکٹر نے دوسرے میدانوں خاص کر سروس سیکٹر میں افراد مہیا کیے۔ 84-1983 میں زراعت میں کام کرنے والے افراد مکمل لیبر فورس کا 51.63 فیصد تھے۔[1]

جس قدر کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور محنت و مشقت سے کام لیتے ہیں اتنا ہی مسائل کا سامنا کرتے ہیں۔ دوسرے میدانوں میں کام کرنے والی لیبر کو ماہانہ کچھ نہ کچھ تو مل جاتا ہے لیکن کھیتوں میں کام کرنے والا مزدور تو اکثر اوقات چھ مہینوں تک بے روزگار رہتا ہے اور فصل کے پک جانے کا انتظار کرتا ہے۔ کھیتوں میں کام کرنے کے علاوہ کسی اور طرف مزدوری کرنے کے قابل بھی نہیں رہتا کیونکہ کھیت سے اسے فرصت ہی نہیں ملتی، چھٹی کا تصور تک نہیں پایا جاتا جیسا کہ ماہنامہ لیبر ایجوکیشن کی رپورٹ میں ہے:

ایک بڑا سیکٹر جس کو کھیت مزدور کہا جاتا ہے تمام تر قوانین سے محروم ہے۔ ان مزدوروں کی زندگی غلاموں سے بھی بدتر ہے۔ اس وقت پاکستان میں 5 لاکھ سے زائد کھیت مزدور کام کر رہے ہیں۔ جن کے لئے کسی بھی ٹریڈ یونین یا انسانی حقوق کی سماجی تنظیموں نے کام نہیں کیا۔ کھیت مزدور دیہاتوں میں زمینداروں کیساتھ نوکری کرتے ہیں۔ ان کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہوتی بلکہ ایک سال کا معاہدہ ہوتا ہے اور وہ بھی زبانی۔ مثلاً زمیندار کھیت مزدور کو فصلوں کو پانی لگانے، سپرے کرے، ٹریکٹر چلانے اور جانوروں کو چارہ ڈالنے کی ذمہ داری دیتا ہے اور تنخواہ کی بجائے ایک سال کے گندم کے دانے، دودھ وغیرہ دیتے ہیں۔ اس کھیت مزدور کے کوئی اوقات کار نہیں ہوتے، اسے چوبیس گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے، چھٹی کا تو تصور بھی نہیں کر سکتے۔[2]

اسی طرح 45 ممالک میں کیے جانے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ زرعی شعبہ سے وابستہ مزدوروں کی اجرتیں اس حساب سے نہیں بڑھیں جس حساب سے ان ممالک میں مہنگائی بڑھی ہے۔ اس رپورٹ سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ کھیت مزدور اپنی آمدن کا تقریباً 70 فیصد صرف خوراک پر خرچ کرتے ہیں۔ کم اجرتیں وصول کرنے کے علاوہ زرعی مزدور اکثر اوقات بے روزگار رہتے ہیں اور سالانہ اوسطاً ان کو 175 دن کام ملتا ہے اور سال کا تقریباً ایک تہائی یہ فارغ رہتے ہیں۔ فصلوں کے دو سیزنوں کے درمیان گزارہ کرنا ان کے لئے خاصا مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں میں ان کو فصلوں میں مزدوری نہیں ملتی۔ روزگار کے دنوں میں اوقات کار زیادہ ہوتے ہیں اکثر 45 گھنٹے ہفتہ وار۔[3]

---

[1] Annual Labour Report 2013, Labour Education Foundation, Lahore, Page: 12

[2] **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، اشاعت نمبر 109، (لاہور، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اکتوبر 2014ء) ص: 15

[3] اسد شاکر، **پنجاب میں خواتین زرعی مزدوروں کی اجرتوں کا جائزہ**، (لاہور، ساؤتھ ایشیا پارٹنر شپ، پاکستان، رائیونڈ روڈ، اپریل 2010ء) ص: 11

## شعبہ ٹیکسٹائل میں مزدوروں کے مسائل

اگر ٹیکسٹائل انڈسٹری کا خیال ذہن میں آئے تو ساتھ فورا فیصل آباد شہر کی طرف بھی ذہن چلا جاتا ہے کیونکہ اس شہر کو ٹیکسٹائل انڈسٹری میں ایک خاص مقام حاصل ہے جو ملک کے کسی اور شہر یا علاقے کو نہیں ہے اس شہر میں صرف ٹیکسٹائل انڈسٹری سے وابستہ مزدور افراد کی تعداد تقریبا ساڑھے آٹھ لاکھ ہے جو کسی نہ کسی طرح اس صنعت سے وابستہ ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پانچ لاکھ مزدور ایسے ہیں جو پاور لومز پر کام کرتے ہیں جبکہ باقی ہوزری، گارمنٹس وغیرہ میں کام کرتے ہیں اور اکثریت مزدوروں کی ٹھیکیداری نظام کے تحت کام کرنے کی وجہ سے مسائل کا شکار ہے۔ رپورٹ کے مطابق صرف بیس فیصد مزدور مستقل بنیادوں پر کام کرتے ہیں بقیہ اسی فیصد میں سے آدھے یومیہ اجرت اور آدھے ٹھیکیداری نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ ٹھیکیداری نظام میں مزدور کو نقصان یہ پہنچتا ہے کہ ان کا مالکان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور مزدور براہ راست ٹھیکیدار کے ملازم ہوتے ہیں وہ اپنی مرضی سے اجرت دیتا ہے اور مرضی سے کام پر رکھتا ہے۔[1]

مالکان کا ٹھیکیداروں کو ترجیح دینا عام طور پر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ٹھیکیدار سے معاملات طے کر لیتے ہیں اور مزدوروں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس نظام میں مزدور روزی کمانے کے لئے جان مار کر کام کرتا ہے اور دوسرا فائدہ مالکان کو یہ ہوتا ہے کہ وہ مزدوروں کے سوشل سکیورٹی کارڈز، گریجویٹی اور ای بی او آئی جیسے مزدوروں کے حقوق سے بچ جاتے ہیں اور نہ ہی مزدوروں کو بچوں کے لئے تعلیمی سہولیات یا بنیادی گرانٹ یا ڈیتھ گرانٹ وغیرہ مہیا کرتے ہیں۔

پاور لومز کے حوالہ سے انگریزی اخبار ایکسپریس ٹریبیون میں یکم جولائی 2013ء کو ایک خبر چھپی تھی جس میں ورکرز نے اپنے مستقبل کی غیر یقینی کا تذکرہ کیا تھا اور ہڑتال کی تھی، اخبار لکھتا ہے:

پاور لوم ورکرز یونین کے ضلعی صدر ندیم احمد باوا نے کہا: ہم نے حکومتی بجٹ میں مزدور پالیسی کے مطابق اجرت میں اضافے کا مطالبہ کیا، ہم نے یہ بھی کہا کہ سوشل سکیورٹی اور اولڈ ایج بینیفٹ کارڈ بھی دیا جائے لیکن لوم مالکان کے نمائندوں نے کوئی نرمی نہیں کی۔ ان کا کہنا تھا کہ مزدوروں کے نمائندوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی اجرت کے متعلق نظر ثانی کی جائے گی جو کہ ان کا قانونی حق بھی ہے جس سے ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے لیکن لوم مالکان اس پر ضد کر رہے ہیں کہ مزدور قانونی اجرت سے بھی کم اجرت لیکر کام کریں۔[2]

نوائے وقت کی رپورٹ کے مطابق چھ افراد پر مشتمل کنبہ واحد کفیل ایک سیل مین کی داستان جس کا والد

---

([1])عبدالصبور نین رپورٹر، **لوک سجاگ**، مورخہ یکم مئی 2017

([2])1st July 2013(Published on news paper's site)

بھی سیل مین تھا، اس نے بتایا کہ وہ آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا، جب سکول چھوڑ کر گیا اور پھر کئی کام کیے اور کئی ادارے بدلے اور اب تو کمر دوہری ہو گئی، بچوں کو پڑھانے کا شوق ہے مگر مہنگائی سے مایوس ہے اس نے مطالبہ کیا کہ ہر لیبر آفیسر اپنے حلقے کی ہر دکان، کاروباری ادارے، دفتر وغیرہ جا کر ہر مزدور سے رابطہ کر کے اس کا نام، پتہ، کوائف اور تنخواہ کے بارے مکمل معلومات حاصل کر کے قوانین پر سختی سے عملدرآمد یقینی بنائے۔[1]

آئی ایل او کی رپورٹ میں ہے:

روزگار کا ختم ہونا مزدور آدمی کے لئے خطرناک تجربہ ہوتا ہے جس کا اثر براہ راست اس کے خاندان کی آمدنی پر پڑتا ہے۔ جیسا کہ بہت سے ممالک روزگار مہیا کرنے کی لچک دکھاتے ہیں اور گلوبلائزیشن کے نظریہ کو مستحکم کرنے کے خواہشمند ہیں- بہت سے مزدور اپنی پیشہ وارانہ زندگی میں اپنے کام سے اچانک ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات آجر کو اپنی مصنوعات کو ٹھیک رکھنے کے لئے غیر اطمینان بخش کارکنوں کو ہٹانا مجبوری ہوتی ہے۔ آئی ایل او آجر اور اجیر کے درمیان توازن رکھنا چاہتا ہے اور منصفانہ حل تلاش کرنے پر زور دیتا ہے اور کوئی ایسا حل تلاش کرنے پر زور دیتا ہے جس میں ملازمت سے برخاستگی آخری آپشن کے طور پر ہو تا کہ مزدور پر غیر منفی اثرات مرتب نہ ہوں۔[2]

(1) محمود فریدی، **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، 30اپریل2015ء، ص:15

(2 )RULES OF THE GAME, A brief introduction to International Labour Standards, Revised Edition 2014, International Labour Organization, Geneva, Page:60

# مذکورہ مبحث کا خلاصہ

گذشتہ صفحات میں مزدور کے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں اور اس میں کس طرح درستگی لائی جاسکتی ہے، اس حوالے سے تفصیلات پیش خدمت ہیں۔

### حسب استطاعت کام لینا

طاقت سے زیادہ مشقت طلب کام: مزدوروں سے طاقت سے زیادہ مشقت طلب کام کروانا فقہ اسلامی کی روشنی میں ممنوع ہے۔ شریعت اسلامیہ کسی بھی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتی۔ حدیث شریف میں ہے کام کرنے میں اتنی ہی تکلیف برادشت کرو جتنی طاقت رکھتے ہوں۔[1]

اس لئے فیکٹری مالکان اور سرمایہ داران مزدوروں پر بے جا سختی کرنے کی بجائے نرمی سے کام لیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مزدور دل لگا کر کام کریں گے اور نرمی کی وجہ سے اللہ تعالی کی خوشنودی بھی حاصل ہوگی اور کاروبار میں مزید برکت شامل ہوگی کیونکہ برکت نرمی میں نازل ہوتی ہے سخت گیری میں نازل نہیں ہوتی۔ معاشرتی اور معاشی دونوں اعتبار سے سختی کو ناپسند کیا گیا ہے اور اللہ تعالی نے خود کسی انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بنایا تو ایک انسان یا ادارہ کسی دوسرے انسان کو کسی کام پر مجبور کیسے کر سکتا ہے گویا یہ سنت الہیہ ہے کہ وہ کسی پر اس کی طاقت سے بڑھ کر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں طاقت سے زیادہ مشقت والا کام کرانا مکمل طور پر غیر شرعی ہے۔ اسی طرح مزدور کو زبردستی ایسے وقت کام پر لگادیا جائے جب اس کے لئے کام کرنا مشکل ہو جیسے سخت دھوپ میں زبردستی کام پر لگانا اور دوپہر کو آرام کا موقع نہ دینا بھی غیر شرعی ہے۔

### غلامی کی ممانعت

فقہ اسلامی میں منع کیا گیا ہے کہ کسی کو زبردستی اپنا غلام بنالیا جائے، شرعی طور پر جس طرح کسی کو غلام بنانے سے منع کیا گیا ہے اسی طرح قانونی طور پر بھی کسی کو غلام نہیں بناسکتے چاہے مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان بچہ ہو یا بڑی عمر کا۔ کوئی بھی قانون کسی بھی شکل میں غلامی کی اجازت نہیں دیتا۔ فقہ اسلامی میں غلام آزاد کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے جیسے مختلف کفاروں کے بیان میں کہا گیا کہ غلام آزاد کیا جائے مثال کے طور پر ظہار یا روزے کو توڑنے کا کفارہ یا قسم کا کفارہ ادا کرنا ہو تو غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

### حفاظتی اقدامات کو اختیار کرنا

فقہ اسلامی کے مطابق مزدور کو حفاظتی اقدامات مہیا کرنا مالک کی ذمہ داری ہے۔ مزدور کو ایسے کام پر مت لگایا جائے جہاں اس کی جان خطرے میں پڑ جائے۔ اگر کوئی مشکل کام لینا ہو تو حفاظتی انتظامات یقینی بنائے جائیں کیونکہ جسم وجان کی حفاظت کرنا اللہ

---

([1]) نسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، رقم الحدیث: 762، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحیح وضعیف سنن النسائي، 2/ 40

تعالیٰ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اسی وجہ سے خودکشی کرنا شریعت میں ناجائز ہے۔ جس طرح جان کی حفاظت کا حکم ہے اسی طرح اس کو سکون مہیا کرنے کا بھی حکم ہے اور یہ سکون تب حاصل ہو سکتا ہے جب جسم کی مکمل طور پر حفاظت کی جائے اور ہر اس کام سے بچا جائے جس سے حق تلفی ہوتی ہو اور اس چیز کا لحاظ بعض اداروں یا کمپنیوں میں نہیں کیا جاتا اور مزدور کو ایسے کام کرنے پڑ جاتے ہیں جن سے مزدور کی صحت کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ فیکٹری مالکان کو چاہئے ایسے جدید آلات اور حفاظتی سازوسامان کا بندوبست کریں جو ایمرجنسی میں مزدوروں کے کام آسکیں۔

درج بالا مختلف رپورٹس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مزدوروں کے لئے بیمار ہونے کی صورت میں علاج کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ فیکٹری ایکٹ 1934ء میں مزدوروں کے لئے چھٹی بمع تنخواہ کے علاوہ علاج کی سہولتوں اور دوسرے حفاظتی اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ قانون تو مزدور کو حق دیتا ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ مزدور کو علاج کی سہولت تو دور رہائش، بچوں کی تعلیم اور خوراک وٹرانسپورٹ کا انتظام بھی نہیں کیا جاتا۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں مزدور کی صحت کا خیال رکھنا آجر کی ذمہ داری ہے۔ حدیث شریف میں حکم دیا گیا ہے کہ جو خود کھاؤ اپنے غلام کو وہی کھلاؤ اور جو خود پہنو اپنے غلام کو بھی وہی پہناؤ[1] جب غلام کے لئے کھانا کھلانے اور اچھے کپڑے پہنانے کی تاکید ہے اور یہ وہ چیز ہے جو انسان کی روزمرہ زندگی کی ضروریات سے ہے جب روزمرہ سہولیات پہنچانے کی تاکید ہے تو بیماری یا مزدور کا مرض کا شکار ہونا کبھی کبھی ہوتا ہے لہذا علاج کی سہولیات مہیا کرنا تو بطور اعلیٰ مزدور کی ضروریات زندگی ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنا آجر کی ذمہ داری ہے۔ آجر جس طرح خود اپنے مرض کا علاج کراتا ہے اور علاج کی فکر کرتا ہے اسی طرح مزدور کے بیمار ہونے کی صورت میں بھی اس کے علاج کی فکر کرے۔

**تندرستی کی حالت میں محنت ومزدوری طلب کرنا**

فقہ اسلامی کی روشنی میں مزدور کی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے اس سے زبردستی کام نہیں لیا جا سکتا بھٹہ مزدوروں کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے بیمار ہونے کے باوجود ٹھیکیدار کے ڈر سے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح زراعت میں کام کرنے والے مزدور معاشی تنگدستی کا شکار رہتے ہیں کیونکہ انہیں اجرت فصل تیار ہونے کے بعد ملتی ہے۔ بعض دفعہ چھ مہینے تک انتظار کرنا پڑتا ہے کھیتوں میں کام کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا چھٹی کا تصور بھی نہیں ہوتا جس وجہ سے وہ مزدور کہیں اور کام نہیں کر سکتا اور معاشی تنگیوں کا سامنا کرتا رہتا ہے۔ حاشیہ رہونی میں ہے: وبطالتهم في الأعياد علي العرف، وهي في الفطر ثلاثة أيام وكذا في الاضحي ولابأس بالخمسة.[2]

---

([1]) بخاری، **صحیح بخاری**، كتاب بدء الوحي، باب رؤياأهل السجون والفساد والشرك، رقم الحدیث: 6991

([2]) *محمد بن احمد*، حاشية الرهوني علي شرح الزرقاني لمختصر خليل (*بیروت، دارالفکر*، 1978ء طبع اول) 18/7

(عرف عام میں مزدوروں کو عیدوں پر رخصت دے دی جاتی ہے اور وہ رخصت کے ایام عید الفطر کے تین دن اور عید الاضحی کے بھی تین دن ہیں اگر پانچ دن تک بھی چھٹی دی جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔)

فقہ اسلامی کی روشنی میں کمزور طبقہ کا خیال رکھنا فرد اور معاشرے کی ذمہ داری ہے اس لئے حکومت کو ایسی پالیسیاں بنانی چاہئیں جس سے عام طبقہ مستفید ہو۔ مزدور کی صحت کا خیال رکھنا شرعی حکم ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ماتحتوں پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اگر کبھی ایسا کرنا پڑے تو ان سے مل کر ان کی مدد کرو۔[1]

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے مزدور پر اس کی صحت کے مطابق بوجھ ڈالنا چاہئے۔

فقہ اسلامی کی روشنی میں دوسرے پر احسان کرنا اچھا عمل ہے۔ اگر مزدور کے مستقبل کو دیکھتے ہوئے پالیسی اپنائی جائے اور مزدور کے مستقبل کو بھی مدنظر رکھا جائے تو بہتر ہو گا۔ فقہ اسلامی میں دوسروں کے متعلق اچھا سوچنے کا حکم ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسرے کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فیکٹری مالکان کا رویہ مزدوروں سے اس نظریے کے تحت ہونا چاہئے کہ اگر وہ خود مزدور کی جگہ پر ہوتے تو کیا انتخاب کرتے؟ اپنے مستقبل کے سنہری خوابوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کیا کیا منصوبے بناتے؟ اگر اللہ تعالی نے فیکٹری یا ادارے کا مالک بنایا ہے اور دوسرے آدمی کو مزدور، تو مالکان کا رویہ مزدوروں کے لئے وہی ہونا چاہئے جو اپنے لئے پسند کرے۔ اس لئے مزدور کو بغیر کسی خاص وجہ کے فیکٹری سے نہیں نکالنا چاہئے اور مزدوروں کو براہ راست اپنے ماتحت رکھنا چاہئے ٹھیکیداری نظام مزدوروں کے نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ ٹھیکیدار اپنی مرضی سے اجرت دیتا ہے اور مرضی سے کام لیتا ہے اور کسی کو نقصان پہنچانے کی شریعت میں ممانعت آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کسی کو نہ نقصان دو اور نہ نقصان اٹھاؤ۔ مزدور کو نقصان اٹھانے سے بچانے کے لئے اس کے روزگار کو تحفظ حاصل ہو کیونکہ اچانک روزگار کا ختم ہونا بھیانک تجربہ ہوتا ہے جس کا متحمل ایک غریب مزدور نہیں ہو سکتا۔

---

([1]) بخاری، **صحیح بخاری**، كتاب بدء الوحي، باب رؤيا اهل السجون والفساد والشرك، **رقم الحدیث**: 6991

## مبحث دوم: مزدور کی اجرت کے مسائل

پاکستانی مزدوروں کے بنیادی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ انہیں محنت کا پورا معاوضہ نہیں ملتا، عام طور پر جو اجرت مقرر کی جاتی ہے یا تو انہیں ملتی نہیں ہے یا کم دی جاتی ہے۔ حکومت کی طرف سے کم از کم مقرر کردہ اجرت مزدوروں کو نہیں ملتی جس کی وجہ سے انہیں گھریلو اخراجات چلانے کے لئے بہت سی تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قیام پاکستان سے ہی مزدور کی کم اجرت کا مسئلہ چلا آرہا ہے اس بات کا اندازہ ہم درج ذیل رپورٹ سے لگا سکتے ہیں:

پاکستان میں مزدور کی اجرت مغربی ممالک کے معیار سے بہت کم ہے، اور انفراسٹرکچر نے گزشتہ کئی سالوں کے دوران اجرتوں سے زیادہ قیمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ صرف چند فیکٹریوں نے مضبوط یونین تنظیموں کی وجہ سے کارکنوں کے اقتصادی معیار کو انٹر نیشنل لیبر آرگنائزیشن کے مطابق برقرار رکھا ہے۔ بھارت سے ہجرت کر کے آنے والے لوگوں کے علاوہ وہ لوگ جو زراعت سمیت دوسرے روایتی پیشوں سے منسلک ہیں انہیں پاکستان میں بہت بری حالت کا سامنا ہے۔ (1)

### بڑھتی ہوئی مہنگائی کا مزدور پر اثر

لاہوری گیٹ چنیوٹ کے رہائشی ساٹھ سالہ محمد اسلم گزشتہ تیس سال سے پاور لوم پر کام کرتے ہیں لیکن اب بڑھتی ہوئی مہنگائی اور پاور لوم کے کام ہونے کی وجہ سے انہیں پریشانی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سارا دن محنت کر کے بھی تین سو روپے مزدوری ملتی ہے جس سے گھر کا گزر بسر بہت مشکل ہو گیا ہے کیونکہ دو بیٹے ہائی سکول میں پڑھتے ہیں ان کا پڑھائی کا خرچ اور گھر کے اخراجات چلانا بہت مشکل ہے۔ (2)

ان دونوں رپورٹس سے ہم جائزہ لے سکتے ہیں کہ مزدور کو کمانے کے لئے کتنی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آئی ایل او میں کم از کم اجرت کی وجہ اور اسباب درج ذیل الفاظ میں یوں بیان کی گئی ہے:

بہت سے ممالک میں گذشتہ کچھ سالوں سے مزدور کی غربت کو ختم کرنے اور عدم مساوات کو کم کرنے کے لئے کم از کم اجرت کی سطح مقرر کرنے کا رجحان بڑھا ہے۔ اجرت کو مقرر کرتے وقت مختلف عوامل کا وسیع پیمانے پر جائزہ بھی لیا جاتا ہے، جیسے بچوں کی تعلیم و تربیت وغیرہ۔ اس کے علاوہ ورکرز کی منتقلی اور دستیابی کو بھی دیکھا جاتا ہے جس میں مرد و عورت دونوں طرح کے ورکرز شامل ہوتے ہیں اور پھر ان کے کام کرنے سے متعارف ہونے کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تجارتی پالیسیاں، لیبر مارکیٹ کی صورتحال اور تعلیمی قابلیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھ کر کم از کم اجرت کی پالیسی اپنائی جاتی ہے۔ لیبر مارکیٹ کی صورتحال کا اجرت اور مزدور کی مساوات پر گہرا اثر پڑتا ہے، آج لیبر مارکیٹ کی صورتحال دیکھ کر ورکرز کے گروپ سے

---

(1 )The Association for Asian Studies, Labor problems of Pakistan, val. 16, No.4 (August,1957), Dr, Nikki R. Keddie, page:577

(2) علی رضا غوری، سہاگ رپورٹر، 1 مئی 2017ء، 11:22 دوپہر

اپنے کام کے لئے کم اجرت پر راضی کرلیتا ہے اوراس چیز کا اثر تمام ورکرز پر پڑتا ہے۔[1]

## تنخواہ کا بروقت نہ ملنا

اسی طرح موضع سگھرے والا کی رہائشی چالیس سالہ نسرین بی بی تین بچوں کی ماں ہے اوراس کا شوہر محکمہ جنگلات میں چار سو روپے دیہاڑی پر مزدوری کرتا ہے اور حالت یہ ہے کہ پچھلے دس ماہ سے اجرت نہیں ملی۔ ان کے بقول پہلے چار ماہ سابقہ جمع پونجی اور لوگوں سے ادھار لے کر گزارہ کرتے رہے پھر مجبوراً گھر کی چیزیں بیچنا شروع کیں اب تو حالت یہ ہے کہ گھر میں بیچنے کے لئے بھی کچھ نہیں بچا۔ وہ کہتی ہیں: میں خود کھیتوں میں کام کرتی ہوں اور میرے بچے دیہاڑی پر کام کرتے ہیں لیکن میں انہیں پڑھانا چاہتی ہوں مگر جب ان کے پیٹ کی آگ نہیں بجھا سکی تو تعلیم کیسے ممکن ہے۔[2]

لوک سجاگ کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ایک مزدور نے اجرت نہ ملنے کی وجہ سے مجبوری کی بناء پر اپنا بیٹا گروی رکھ دیا۔ تفصیلات کے مطابق چنیوٹ کے نواحی علاقے چک بہادر کے رہائشی چالیس سالہ نور محمد گزشتہ چار روز سے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں زیر علاج ہیں جہاں ڈاکٹرز نے انہیں نمونیا تشخیص کیا ہے لیکن انہیں یہ فکر ستا رہی ہے کہ وہ علاج پر آنے والا خرچ کیسے چکائیں گے۔ نور محمد محکمہ جنگلات میں یومیہ اجرت پر بطور مالی کام کرتے ہیں لیکن انہیں گذشتہ دس ماہ سے تنخواہ نہیں ملی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنا علاج کروانے کی سکت بھی نہیں رکھتے۔ نور محمد کی بیوی نے سجاگ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ شوہر کے علاج کے لئے ان کے پاس کوئی رقم نہیں ہے اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے نواز کو علاقے کے زمیندار کے پاس سر (گروی) رکھا کر اس کے عوض پچاس ہزار روپے قرض لیے ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ پہلے محکمہ جنگلات والوں سے جب ان کے شوہر تنخواہ کا پوچھتے تھے تو وہ دو دن بعد آنے کا کہہ دیتے تھے لیکن اب افسران دھکے دیتے ہیں۔[3]

عبداللہ (ایک مزدور) Tarbela 4th Extention Hydropower project تربیلا ڈیم میں سال سے اوپر بطور مزدور کام کرتے رہے جب کہ ان کا کام "زنگ اتارنے" کا تھا، ان کے مطابق مزدوری کا دورانیہ کوئی مقرر نہیں تھا یہاں تک کہ عید کے دن بھی مزدوری کرنی پڑتی تھی اور بغیر کسی وجہ کے اجرت میں کٹوتی کر دی جاتی تھی۔ پھر اچانک انہیں ہاپاٹائیٹس کا سامنا کرنا پڑا جب وہ اپنے ہی خرچے پر چھ ماہ تک علاج کراتے رہے جب وہ علاج کے بعد واپس گئے تو رپورٹس بھی دکھائیں اس کے باوجود علاج کے پیسے دینا تو دور کی بات انہیں کام پر دوبارہ رکھنے سے انکار کر دیا۔[4]

شہزاد اکبر، ولد میر اکبر، قصبہ خالو تحصیل غازی تربیلا کے ہی رہنے والے ہیں۔ وہ تربیلا ڈیم کی ایکسٹینشن کے سلسلے میں ایک چائنیز Voith کمپنی میں کام کرتے ہیں۔ ان کے مطابق وہاں پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں، نماز پڑھنے کے لئے جانے

---

([1]) Global Wage Report 2016/17 Wage inequality in the workplace

([2]) امینہ ملازم، لوک سجاگ، 7 ستمبر 2016

([3]) امینہ ملازم، لوک سجاگ، 7 ستمبر 2016

([4]) **ملاقات:** آفس عوامی لیبر یونین، مورخہ 15 اکتوبر 2017ء

کا وقت نہیں دیتے، ٹرانسپورٹ کا کوئی انتظام نہیں دو کلو میٹر تک پیدل جانا پڑتا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کمپنی کا ایک ٹھیکیدار (contractor) ہے جو کہ ایک پاکستانی کمپنی کے لئے افراد کو بھرتی کرتا ہے اور بھرتی کے بعد کوئی تعیناتی (Appoinment) کا لیٹر جاری نہیں کیا جاتا صرف پاسنگ کارڈ دیا گیا ہے۔ اب جو اجرت کمپنی کی طرف سے دی جاتی ہے آگے سے ٹھیکیدار پوری رقم نہیں دیتا۔ کمپنی کی طرف سے بنیادی تنخواہ (Basic Pay) 22000 ہے اور اوور ٹائم بھی لگاتے ہیں لیکن ٹھیکیدار کی طرف سے 22000 کی جگہ 15000 روپے دی جاتی ہے۔ اگر کوئی مزدور زخمی ہوتا ہے تو صرف پٹی باندھ کر گھر بھیج دیا جاتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی علاج کی سہولیات مہیا نہیں کی جاتیں۔ [1]

اسی طرح چائنہ ہائیڈر پروجیکٹ میں 2014ء سے ڈریل مکینک کے طور پر عرصہ تین سال تک کام کیا جبکہ کمپنی کی طرف سے کوئی تعیناتی کا لیٹر نہیں جاری کیا گیا۔ بیمار ہونے کی وجہ سے اجرت سے پانچ سو روپے تک کاٹ دیے جاتے تھے جبکہ ان کے ہاں عید کی چھٹیوں کا تصور بھی نہیں تھا پھر اچانک وجہ بتائے بغیر کمپنی سے فارغ کر دیے گئے اور کہا گیا کہ کام ختم ہو گیا اس لئے آپ مزید نہ آئیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کمپنی ابھی بھی کام کر رہی ہے۔

## مذکورہ مبحث کا خلاصہ

### مزدوروں کی اجرت کا مسئلہ

مزدور کا سب سے بڑا مسئلہ اجرت کے متعلق ہے یا تو کام کا معاوضہ نہیں ملتا اگر ملتا ہے تو بہت کم۔ اجرت اتنی کم ملتی ہے کہ گھر کا چولہا جلانا مشکل ہو جاتا ہے، اشیاء کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں لیکن اجرت نہیں بڑھی۔ افراط زر بڑھ جانے کی وجہ سے مزدور زیادہ ہیں اور کام تھوڑا ہے جس کی وجہ سے فیکٹری مالکان اور کمپنیاں مالکان اور کمپنیاں ان مزدوروں کو رکھ لیتی ہیں جو سستے پڑتے ہیں اور کم از کم مقررہ اجرت بھی ان کو نہیں مل پاتی۔ فقہ اسلامی میں کسی مزدور کو اس وجہ سے کام پر نہ رکھنا کہ وہ اجرت کے اعتبار سے مہنگا ہے اور اس سے سستا مل سکتا ہے جائز نہیں ہے۔ ہاں معاوضوں میں تفاوت جائز ہے کہ جو اچھا کرے اسے زیادہ معاوضہ ملے اور جو کم کام کرے اسے معاوضہ بھی تھوڑا ملے، اسی طرح اجرتوں میں فرق مزدور کے تجربہ کار ہونے کی بناء پر بھی ہو سکتا ہے لیکن جو بھی اجرت طے ہو اتنی ہونی چاہئے کہ مزدور کی ضروریات زندگی پوری ہو سکیں۔

### تنخواہ کا وقت پر نہ ملنا

مزدور کو یا تو کم اجرت ملتی ہے اگر ملے بھی تو فیکٹری مالکان لیت و لعل سے کام لیتے ہوئے وقت پر ادائیگی نہیں کرتے اور خواہ مخواہ ادائیگی میں تاخیر سے کام لیتے ہیں جس سے مزدور کی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مزدور کا محنت کرنے کا مقصد چند پیسے اکٹھا کر کے گھر کا چولہا جلانا ہوتا ہے اور اپنی ضروریات پوری کرنا ہوتا ہے اگر وقت پر اجرت نہیں ملے گی تو مزدور کے جذبات

---

([1]) **ملاقات**، شائیہ ولد گل زمان، جامع مسجد گواری، تحصیل غازی ضلع ہری پور ہزارہ

واحساسات ٹوٹ پھوٹ جائیں گے کیونکہ کچھ بنیادی ضروریات پیسے کے بغیر پوری نہیں سکتیں، جیسے گیس و بجلی کے بل اور کریانہ والے کو پیسے دینااور روزمرہ سوداسلف جیسی ضروریات تبھی پوری ہو سکتی ہیں جب مزدور کو وقت پر اجرت ملے گی۔ فقہ اسلامی بھی اسی بات پر زور دیتی ہے کہ مزدور کو طے شدہ اجرت وقت پر مہیا کی جائے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کیا کریں[1]

اسی لئے فقہاء کے نزدیک مزدور کی اجرت کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ مزدور سے کام لینے کے بعد اجرت کی ادائیگی نہ کرنامزدور کے حق کو غصب کرنابہت بڑا گناہ ہے۔

(1) محمد بن یزید،سنن ابن ماجه،رقم الحدیث:2443، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ،ج5،ص،443۔

# فصل دوم: مزدور خواتین کے مسائل

## مبحث اول: مزدور خواتین کی صحت وتحفظ عزت نفس کا مسئلہ

## مبحث دوم: خواتین کی اجرت اور بچوں کی پرورش کا مسئلہ

## مبحث اول: مزدور خواتین کی صحت وتحفظ عزت نفس کا مسئلہ

پاکستان کی مجموعی صنعتی برآمدات میں ٪60 کپڑے کی مصنوعات ہوتی ہیں اور یہ مصنوعات زیادہ ترامریکہ اور یورپ میں برآمد کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں کپڑے کی صنعت میں کام کرنے والی عورتوں کی کل تعداد 23 لاکھ ہے جو کپڑے کی صنعت میں کام کرنے والی مجموعی افرادی قوت کا 30 فیصد ہے۔ ٹیکسٹائل اور گارمنٹس کے شعبے میں کام کرنے والی عورتوں میں سے 75 فیصد یعنی تقریبا 17 لاکھ عورتیں سلائی (اسٹیچنگ) کے شعبے میں کام کرتی ہیں۔[1]

پاکستان میں ایک کروڑ 20 لاکھ مزدور گھروں میں انتہائی کم معاوضے پر کام کررہے ہیں۔ ہوم بیسڈ ورکرز معاشی خدمات کا 70 فیصد حصہ بنتے ہیں اور زیادہ تعداد خواتین کی ہے جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہے اور نہ ہی انہیں کوئی معاشی تحفظ حاصل ہے۔ اور صحت وتندرستی کے مسائل سے دوچار ہیں۔

## ایمنسٹی انٹرنیشنل (Amnesty International) کی مختلف رپورٹس

ایمنسٹی انٹرنیشنل[2] رپورٹ 2002ء میں ہے:

Women and girls and those campaigning for their rights continued to face discrimination and violence in the home and in public. Human rights groups documented thousands of cases of violence against women and girls across the country with a majority from the most populous province of Punjab. Cases included murders, rapes and incidents of domestic violence.[3]

(خواتین اور لڑکیاں اور وہ جو ان کے حقوق کی آواز بلند کرتے ہیں، وہ گھر اور گھر سے باہر بغض اور تشدد کا سامنا کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے ہزاروں کی تعداد میں کیسز اپنی دستاویزات میں ذکر کیے ہیں اور خاص طور پر جرائم کے لحاظ سے پنجاب آگے ہے۔ ان مقدمات میں گھریلو تشدد، ریپ اور قتل جیسے سنگین نوعیت کے جرائم شامل ہیں۔)

اسی طرح ایمنسٹی انٹرنیشنل 2015ء کی رپورٹ میں ہے:

Women and girls continued to face violence and threats. At least 4,308 cases of violence against women and girls were reported for the first six months of 2015.[4]

(عورتیں اور لڑکیاں تشدد اور دھمکیوں کا سامنا کرتی رہتی ہیں، عورتوں اور لڑکیوں کے خلاف تشدد کے کم

---

([1]) **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، اشاعت نمبر اے، (لاہور، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، جولائی 2011ء) ص:09

([2]) ایمنسٹی انٹرنیشنل کا مقصد انسانی حقوق کو تحفظ کرنا ہے، علاوہ ازیں قانونی معاونت اور تحقیق فراہم کرنا اس تنظیم کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی بنیاد 28 مئی 1961ء میں لندن میں رکھی گئی۔

([3] )AmnestyInternationalReport2009,Page:202

([4] )Amnesty International Report 2015/16, page: 283

از کم 4308 مقدمات 2015ء کے ابتدائی چھ مہینوں میں درج کیے گئے۔)

اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ 17-2016 میں ہے:

Access to quality health care, particularly for poor and rural women, remained limited due to information, distance and cost barriers, as well as to perceived norms concerning women's health and wellbeing.[1]

(معیار صحت کی کوالٹی تک رسائی اور خاص طور پر دور دراز کے دیہاتوں میں رہنے والی عورتیں جن کا فاصلہ زیادہ ہوتا ہے اور معلومات کم ہوتی ہیں ان کی صحت اور خوشحالی کے متعلق معلومات محدود رہتی ہیں۔)

ایمنسٹی کی اسی رپورٹ میں ایک اور جگہ پر ہے:

Despite the Bonded Labour System (Abolition) Act of 1992, bonded labour practices continued, particularly in the brick kiln and textile industries and among the scheduled castes (Dalits).[2]

(1992ء کے جبری مزدوری کے ایکٹ کے باوجود جبری مشقت جاری ہے، خاص طور پر اینٹوں کے بھٹوں اور ٹیکسٹائل انڈسٹری اور ذات پات کی وجہ سے کم تر سمجھے جانے والے مزدوروں میں۔)

2011ء میں گھروں میں رہ کر کام کرنے والی خواتین کے متعلق سروے کیا گیا جس میں ان سے سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی کے حوالے سے گفتگو کی گئی تو پتہ چلا کہ گھروں میں رہ کر کام کرنے والی خواتین کی اکثریت کپڑوں کی سلائی، جوتے سلائی، کڑھائی، کمپیوٹر کے پرزے الگ کرنا، چلغوزے چھیلنا، کھلونے بنانا وغیرہ کے کام کر رہی ہیں۔ ان ورکرز کو بہت سے مسائل درپیش ہیں جن میں کم اجرت، تعلیم کی کمی، مارکیٹ تک رسائی نہ ہونا، سوشل سکیورٹی اور دوسری مراعات کا نہ ملنا ہے۔ ان مزدوروں کو سب سے زیادہ درپیش مسئلہ صحت و حفاظت کے مسائل ہیں۔ صحت و حفاظت کا مقصد کام کرنے کی جگہ اور ماحول کو محفوظ بنانا ہے۔ مزدوروں کو مشینوں اور کام کے دوران استعمال ہونے والے اوزاروں کے بارے میں آگاہی دینا شامل ہے۔[3]

یہ حقیقت ہے کہ عورت ذات کو پاکستان سمیت ماڈرن اور ترقی یافتہ سمجھے جانے والے مغربی ممالک میں بھی غیر مساوی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان میں خواتین کے لئے گذشتہ کئی سالوں میں کافی قانون سازی کی گئی ہے لیکن وہ صرف کاغذی کاروائی تک محدود ہے۔ پاکستان میں خواتین مزدوروں کی سہولت کے لئے ڈے کیئر سنٹر، تعلیم، نوکری میں کوٹہ، سرکاری نوکری کے لئے عمر کی حد بڑھانا اور غیر رسمی اداروں میں موجود خواتین کے حوالے سے جو اقدامات کیے گئے اس کے ثمرات نا صرف عام عورت بلکہ پڑھی لکھی خواتین کو بھی میسر نہیں ہو سکے۔

---

(1) Amnesty International Report 2016/17 page:286
(2) Ibid page:287

(3) ماہنامہ لیبر ایجوکیشن، اشاعت نمبر 80، (لاہور، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اپریل 2012ء) ص:04

2012ء میں حکومت کی جانب سے دیا جانے والا ویمن ایمپاورمنٹ پیکیج تین سال گزر جانے کے باوجود بھی بحال نہ ہو سکا اور اس پر ابھی کام کیا جا رہا ہے۔ حکومتیں اپنی واہ واہ کرا لیتی ہیں لیکن درحقیقت وہ آج بھی خواتین کو تحفظ نہیں دے سکی ہیں۔ خواتین کی بڑی تعداد اس وقت دفتروں، سکول، کالج اور غیر رسمی شعبوں میں کام کر رہی ہے اور حکومت کی جانب سے کیے گئے اقدامات اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہیں۔ (1)

خواتین لیبرز کی صورتحال تو نہایت افسوسناک ہے۔ بھٹوں پر کئی سالوں سے بانڈڈ لیبر کا شکار خواتین اور ان کے بچے ایسے جال میں پھنسے ہوتے ہیں جس سے وہ باہر نہیں نکل پاتے۔ اور خوش قسمتی سے اگر کورٹ نوٹس لے لیتی ہے تو بعد ازاں وہ پھر کسی اور بھٹہ مالک کی قید میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خواتین بھٹہ مزدوروں کے ساتھ زیادتی کے بھی کئی واقعات ریکارڈ ہوئے ہیں۔ اس وقت خواتین کی بڑی تعداد سروسز انڈسٹری سے منسلک ہے، اس کے علاوہ خواتین نے ہر اس خلاء کو پر کر دیا ہے جو ہنرمند افراد کی کمی کی وجہ سے خالی تھا، خواتین ورکرز یا پھر اعلی عہدوں پر فائز خواتین کے حقوق کا استحصال کسی نہ کسی صورت میں جاری رہتا ہے۔ حکومت کی جانب سے ہر سال ویمن ڈے پر کوئی خصوصی پیکیج تو پیش کیا جاتا ہے لیکن اس کے ثمرات ہمیں نظر نہیں آتے۔

روزنامہ نوائے وقت نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کے حوالے سے رپورٹ جاری کی کہ پاکستان میں 35 فیصد گھریلو ملازم جن میں چھوٹے بچے بھی شامل ہیں انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پاکستان کی 19 کروڑ عوام (جو بڑھ کر اب 22 کروڑ ہو گئی ہے) میں سے 45 فیصد ایسا متوسط طبقہ ہے جو غربت بیروزگاری کے باعث اپنے بچوں کی کفالت نہیں کر سکتے، وہ اپنے بچوں کو بااثر افراد کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 35 فیصد ایسے بااثر افراد ہیں جن کا تعلق اعلی عدلیہ، وکلاء، وزراء اور سیاسی لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے گھریلو ملازمین پر انسانیت سوز تشدد کرتے ہیں۔ (2)

ایمنسٹی انٹرنیشنل رپورٹ کہتی ہے:

Despite the Bonded Labour System (Abolition) Act of 1992, bonded labour practices continued, particularly in the brick kiln and textile industries and among the scheduled castes (Details).(3)

جنسی تشدد اور ہراساں کیے جانے کی شکایات زیادہ تر ان خواتین سے آتی ہیں جو دوسروں کے گھروں میں کام کرتی ہیں اور ان خواتین کا تعلق انتہائی غریب گھرانوں سے ہوتا ہے ان کو عام طور پر "ماسی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وہ لڑکیاں اور خواتین جو کم عمر ہوں انہیں ہراسگی کا سامنا زیادہ رہتا ہے۔ کچھ لڑکیوں کو مالکِ مکان کی طرف سے

---

(1) سدرہ کوثری، **نوائے وقت لاہور**، یکم مئی 2015ء، ص: 16

(2) **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، جمعرات، 9 فروری، 2017ء

(3) Amnesty International Report 2016/17, page: 284

زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو کہیں اس سے بھی دردناک صورتحال منظر پر آئی کہ گھر میں کام کرنے والی لڑکی کا ریپ کیا گیا یا کسی کے ہاتھ میں بیچ دیا گیا۔ کیونکہ گھریلو ملازمین کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی واضح قانون سازی نہیں اس لئے ان معصوم لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ آشا[1] (Alliance Against Sexual Harassment) کی رپورٹ خواتین کو جنسی تشدد اور ہراسگی کے حوالے سے حیران کن اعداد پیش کرتی ہے، رپورٹ میں ہے:

Twenty domestic workers aged 14-30 were interviewed ninety one percent of them faced harassment. Nine percent shred no information on sexual harassment. Most domestic workers migrated from their village to cities in search of livelihood. They were usually found in the slum areas of cities, with no less than seven to eight children in each family, all living in harsh and unhygienic conditions. Life is difficult for those women, who earn their living as domestic servants in the so called "Shareef Gharanas". There were endless stories of these maids being sexually harassed, and even raped and impregnated by the master of the house, or a relative and even a friend of the family. Worst they are sometimes sold to strangers for a night.[2]

(گھر میں کام کرنے والی بیس خواتین کے انٹرویو کئے گئے جن کی عمریں 14 سے 30 درمیان تھیں ان میں سے 90 فیصد کو جسمانی طور پر ہراساں کیا گیا۔ نو فیصد نے جسمانی ہراسگی سے متعلق کسی قسم کی معلومات کا تبادلہ نہیں کیا۔ زیادہ تر گھروں میں کام کرنے والی خواتین دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقل ہوتی ہیں اپنی زندگی کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے۔ انہیں عام طور پر وہ شہری علاقے ملتے ہیں جہاں فیملی ارکان کی تعداد 7 سے 8 تک ہوتی ہے۔ وہ سخت اور مشکل حالات میں رہتے ہیں، ان خواتین کے لئے زندگی انتہائی مشکل ہوتی ہے جو گھریلو نوکرانیاں بن کر نام نہاد شریف گھرانوں میں جاتی ہیں۔ ان خواتین کی نا ختم ہونے والی کہانیاں ہیں جنسی ہراسگی کے متعلق، یہاں تک کہ انہیں اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے یا گھر کے سربراہ کی طرف سے انہیں زیادتیوں کا سامنا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایک رات کے لئے اجنبی کے ہاتھوں انہیں فروخت کر دیا جاتا ہے۔)

## مذکورہ مبحث کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

فقہ اسلامی کی روشنی میں مزدور کی صحت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور صحت کی حفاظت شریعت میں فرض قرار دی

---

([1]) آشا ایک نجی فورم ہے جس کا مقصد خواتین کو کام کرنے کی جگہ پر جنسی ہراسگی کے متعلق آگاہی فراہم کرنا ہے۔ اس تنظیم کا صدر دفتر اسلام آباد میں واقع ہے۔

([2]) Situational Analysis in Sexual Harassment at the work place. AASHA(Alliance against sexual Harassment at the workplace) F-8/3 Islamabad, Page:08

گئی ہے۔ فقہ اسلامی میں مزدور کو بھائی کا درجہ دیا گیا ہے۔ جس طرح بھائی کا خیال رکھا جاتا ہے اسی طرح مزدور کا بھی خیال رکھا جائے، کیونکہ فقہ اسلامی میں کوئی بھی انسانی ضرورت جو انسان کی زندگی کے لئے لازمی ہو اور انسان کی زندگی کا انحصار اسی پر ہو اور بقاء انسانی کے لئے ناگزیر ہو اور اس کے نہ ہونے سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو وہ ضرورت بھی انسان کی بنیادی ضروریات میں شمار کی جائے گی۔ مزدور چاہے مرد ہو یا عورت اس کے لئے صحتمند ہونا بنیادی ضروریات میں سے ہے اگر صحت نہیں ہو گی تو کام کرنا مشکل ہو گا، عورت جب شیر خوار بچہ رکھتی ہو تو کام کرنا اس کے لئے ویسے بھی مشکل ہوتا ہے اور اوپر سے اگر صحت خراب ہو تو کام کرنا مزید مشکل ہو گا۔

فقہ اسلامی کی روشنی میں یہ بات تفصیل سے ہو چکی ہے کہ مردوں کے ساتھ خواتین بھی شرعی دائرے میں رہ کر رزق حلال کے حصول کی خاطر محنت مزدوری کر سکتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پچھلے دور میں صحابیات گھر میں رہ کر اپنا کاروبار چلا لیتی تھیں اب مرورِ زمانہ کے ساتھ حالات مختلف ہیں، عورتوں کو دفاتر، کمپنیوں اور گھروں میں جا کر کام کرنا پڑتا ہے۔ عزت نفس کے مجروح ہونے کا شکار وہ خواتین اور کمسن لڑکیاں ہوتی ہیں جو گھروں میں کام کرتی ہیں، ان بچیوں اور خواتین کا پرسانِ حال کوئی نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے گھروں مین کام کرنے والی خواتین کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مؤثر قانون سازی ہے جس وجہ سے بعض اوقات بچیوں کو مالکِ مکان کی طرف سے جنسی ہراسگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور بعض اوقات تو بیچ دیا جاتا ہے۔ بچیاں اور خواتین زیادہ تر ان گھروں میں کام کرتی ہیں جو اپر کلاس کہلاتا ہے اس لئے کہیں ان کی شنوائی نہیں ہوتی اور نہ کوئی دادرسی کے لئے آگے آتا ہے۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں حکومتِ وقت اس چیز کی ذمہ دار ہے کہ لوگوں کو بہتر روزگار کے مواقع مہیا کرے کیونکہ روزگار کا میسر ہونا انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور بنیادی ضروریات کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ خواتین کو گھروں میں روزگار کی فراہمی کی کوشش کی جائے جیسے دور حاضر میں ای کامرس کی تربیت، انٹرنیٹ کے ذریعے کمانے کے بہت سے شرعی طریقے پائے جاتے ہیں، تھوڑی سی تربیت حاصل کر کے خواتین گھروں میں بیٹھ کر اچھے طریقے سے کما سکتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: والذي نفسي بيده لو هلك بشط الفرات جمل ضياعا لظننت أن الله سائلي عنه.[1]

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر فرات کے کنارے اونٹ بھی مر جائے تو مجھے گمان ہے اللہ تعالی اس کے متعلق مجھ سے پوچھے گا۔

---

([1]) قرطبی، ابو الولید محمد بن احمد بن اشد، البيان والتبيين والشرح والتوجيه والتعليل لمسائل المستخرجة، (بیروت، دار الغرب الاسلامی، طبع ثانی 1988ء) 1/55۔

## مبحث دوم: خواتین کی اجرت اور بچوں کی پرورش کا مسئلہ

یہ عالمی طور پر تسلیم شدہ قانون ہے کہ جنس میں تفریق کی بنیاد پر عورت کی اجرت کم نہیں کی جاسکتی، آئی ایل او کا قانون ہے کہ:

The competent national authorities shall promote Broader public understanding of the principle of equality of opportunity and treatment for men and women workers and of the problems of workers with family responsibilities Broader public understanding of the principle of equality of opportunity and treatment for men and women workers and of the problems of workers with family responsibilities.(1)

(اعلی قومی حکام کو یہ فروغ دیناہو گا کہ مرد وعورت کارکن کے لئے مساوات کے اصولوں کو استوار کریں اور مزدوروں کے وہ مسائل جو خاندان سے متعلقہ ہیں اس کی ذمہ داریوں کے لئے مزدوروں کے لئے مساوات قائم کریں۔)

اسی طرح پاکستان اکنامک سروے رپورٹ میں ہے:

Pakistan is the signatory to the Convention on the Elimination of Discrimination against Women, that have commitments on improving women's socio-economic conditions in the country and promote gender equality. The National Plan of Action and National Policy for Development and Women's Empowerment are consistent with international gender commitments. Legislation against gender-based violence has improved in Pakistan between 2000 and 2016(2)

(پاکستان نے خواتین سے متعلقہ امتیازی قوانین کے خاتمے کے لئے معاہدے پر دستخط کیے ہوئے ہیں۔ جس کا مقصد خواتین کی ملکی خدمت میں سماجی واقتصادی حالات کو بہتر بنانا ہے۔ نیشنل پلان آف ایکشن کا مقصد خواتین کو ترقی دینے اور بااختیار بنانے کے لئے بین الاقوامی طریقوں کے مطابق انہیں اختیارات تفویض کرنا ہے۔ پاکستان میں سن 2000ء سے 2016ء تک صنف پر مبنی پر تشدد کے خلاف قوانین بہتر بنائے ہیں۔)

پسماندہ اور بے پناہ مسائل کا شکار طبقہ مزدور خواتین پر مشتمل ہے۔ خواتین کی صورت میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو انتہائی سستی فرمانبردار اور خاموش لیبر مل گئی ہے۔ حالانکہ تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ محنت کش جنہیں نچلے درجے کا یا جن کے کام کو معمولی خیال کیا جاتا ہے مثلاً آیا، گھریلو ملازمین اور صفائی ستھرائی کرنے والے در حقیقت انتہائی قدر و قیمت کے حامل ہوتے ہیں، معاشرے میں جو وہ خدمات سرانجام دیتے ہیں وہ اس تنخواہ سے کئی گنا زیادہ ہیں جو انہیں ادا کی جاتی ہے۔ ان کے مقابلے میں اعلی اجرتیں اور مراعات پانے والے شعبے جو کام کرتے ہیں اس

(1) Guide to International Labour Standards,2014,I.L.O, Geneva,page:37
(2) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:203

کی افادیت ان اجرتوں کے مقابلے میں حد درجہ کم ہوتی ہے جو وہ حاصل کرتے ہیں۔ان حقیقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم پاکستان میں محنت کشوں کی حالت زار پر نظر ڈالیں تو زرعی ہوم بیسڈ اور گھریلو ملازمین پر قوانین محنت لاگو نہیں اور نہ ہی یہ ورکرز منظم ہیں۔ صنعتی مزدوروں میں صرف 3 فیصد مزدور منظم ہیں اور خواتین کی تعداد ایک فیصد سے بھی کم ہے۔[1]

غیر رسمی شعبہ میں سب سے زیادہ اور بدترین استحصال کا شکار وہ محنت کش عورتیں ہیں جو پیداواری عمل اپنے گھروں میں انجام دیتی ہیں۔ یہ گھر مزدور محنت کش عورتیں دیگر غیر رسمی شعبہ کے مزدوروں کی طرح قانونا ورکرز تسلیم نہیں کی جاتیں اور نہ ہی انہیں کوئی ریاستی سطح پر سماجی تحفظ حاصل ہے۔یہی صورتحال چوڑی کی صنعت سے وابستہ 6 لاکھ سے زائد گھر مزدور عورتوں کو بھی درپیش ہے وہ انتہائی کم معاوضہ لیکر بارہ سے چودہ گھنٹے کام کرنے پر مجبور ہیں۔دیہاتوں میں بھٹوں پر اینٹیں بنانے سے لیکر کھیتوں میں معمولی اجرت پر مشقت کرنے والی خواتین معاشی طور پر غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہیں۔ان کو معین اجرت نہیں دی جاتی بلکہ اپنی مرضی سے مزدوری لے کر معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔مالکان جب چاہیں ان کو فارغ کرسکتے ہیں۔دیہاتی علاقوں میں صورتحال عجیب تر ہے جہاں معاوضہ کی نوعیت رقم کے علاوہ جانوروں کے لئے چارہ، تین وقت کا کھانااور عیدین پر ایک ایک جوڑا کپڑوں کا ہوتا ہے، کھیتوں میں بوائی سے لیکر فصل کی تیاری تک عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ بلکہ ان سے زیادہ مشقت طلب کام کرتی نظر آتی ہیں مگر فصل کاٹنے کے وقت بھی انہیں صرف اتنی ہی ادائیگی کی جاتی ہے جس سے چند دن دو وقت کی دال روٹی چل سکے۔

ملک میں جاری جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی وجہ سے آج بھی دو کروڑ سے زیادہ عورتیں غیر نظم شعبہ میں نہایت مشکل صورتحال میں کام کررہی ہیں، ان کی اجرتیں نہ ہونے کے برابر ہیں اوراوقات کار نہایت طویل ہیں، عورتوں پر تشدد کی ایک ایسی قسم جس کو لوگ ماننے کو تیار نہیں ہیں وہ ہے معاشی تشدد۔عورتوں کو مختلف طریقوں سے معاشی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور معاشی طور پر استحصال کیا جاتا ہے۔ عورت کو جائداد میں حصہ لینے کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح جب عورت گھر سے باہر نکل کر مزدوری کرنے کے لئے جاتی ہے تو وہاں بھی اس کو معاشی استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم اجرت دی جاتی ہے اور حکومت کی طرف سے مزدور قوانین کا نفاذ بھی دور حاضر کا ایک اہم مسئلہ ہے۔[2]

جس طرح مساویانہ اجرت ہوتی ہے اسی طرح کام اورڈیوٹی بھی مساویانہ ہونی چاہئے۔عالمی سطح پر بھی اس

---

([1]) آئمہ محمود، نوائے وقت لاہور، یکم مئی،2015ء، ص:16

([2]) شائلہ وارث، **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، (لاہور، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، شمارہ اپریل2012ء) ص:03

بات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ مرد اور عورت میں جب صلاحیت میں فرق نہ ہو تو کام میں بھی فرق نہیں ہونا چاہیئے۔اور تنخواہ بھی مساوی ہونی چاہیئے، آئی ایل او میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے:

The Concept of "Work of equal value" includes but goes beyond "equal work". Equal pay for equal work means that similarly qualified women and men will be paid equally when they performed the same or virtually the same work in equivalent conditions. This limits the application of the equal pay principle to work undertaken by women and men in the same area of activity and in the same enterprise.(1)

(کام کی مساویانہ قدر سے مراد یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت جب دونوں ایک طرح کی حالت میں برابر کام کرتے ہیں تو اجرت بھی مساوی ہو کیونکہ دونوں برابر کا کام کر رہے ہیں۔اسی طرح جب مرد و عورت ایک ہی طرح کے کاروبار اور ایک ہی علاقے میں ملازمت کر رہے ہوں تو مساوی تنخواہ کے اصول کا اطلاق ہو گا۔)

اس قانون کے مطابق عورت کو اس کی صلاحیت کے مطابق کام اور اجرت دی جائے گی جب وہ اپنے مرد ساتھی کے برابر کام کر رہی ہو تو صرف اس کی نسوانیت کی وجہ سے صنفی سلوک نہیں برتا جائے گا۔اسی طرح ایک اور جگہ پر آئی ایل او نے قانون کی تشریح ان الفاظ میں کی:

Women and men have right to receive equal remuneration for work of equal value (commonly referred to as equal pay). Not only should men and women get equal pay for doing the same or a similar job, but also when they do work that is completely different but which , based on objective criteria, is of equal value. Equal pay is a recognized human right, to which all men and women are entitled.(2)

(مرد و عورت دونوں کو بقدر کام مساوی اجرت لینے کا حق حاصل ہے۔(عام طور پر اسے مساوی تنخواہ کہا جاتا ہے) مرد و عورت کو نہ صرف مساوی تنخواہ ملنی چاہیئے جب وہ ایک جگہ یا ایک جیسا کام کر رہے ہوں بلکہ اس وقت بھی برابر تنخواہ ہونی چاہیئے جب ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے کام کر رہے ہوں چاہے کام کی نوعیت مختلف ہی کیوں نہ ہو۔)

مساوی تنخ4واہ ایک تسلیم شدہ انسانی حق ہے جس کے لئے مرد و عورت میں کسی قسم کی تفریق نہیں پائی جاتی، جیسا کہ آئی ایل او قانون اس بات کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کرتا ہے:

No society is free from discrimination. Indeed, discrimination in employment and occupation is a universal and permanently evolving phenomenon. Millions of women and men around the world are denied access to jobs and training, receive low wages, or are restricted to certain

---

(1) Equal Pay, An introductory guide, Martin Oeiz, Shauna Olney, Manuela Tomei, International Labour Organization, Geneva,2013, page:31

(2) Equal Pay, An introductory guide, Martin Oeiz, Shauna Olney, Manuela Tomei, International Labour Organization, Geneva,2013, page:02

occupations simply on the basis of their sex, skin colour, ethnicity or beliefs, without regard to their capabilities and skills. In a number of developed countries, for example, women workers still earn up to 25% less than male colleagues performing equal work.20 Freedom from discrimination is a fundamental human right and is essential for workers to choose their employment freely, to develop their potential to the full and to reap economic rewards on the basis of merit.(1)

(کوئی بھی معاشرہ تفریق اور عدم مساوات سے خالی نہیں پایا جاتا۔ ملازمت اور پیشوں میں تفاوت عالمی اور مستقل طور پر پایا جانے والا رجحان ہے۔ دنیا میں لاکھوں مرد و خواتین کو ملازمت، ٹریننگ اور کم اجرت لینے پر مجبور اور ملازمت سے صرف جنس، رنگ اور مذہب کی بنیاد پر نکال دیا جاتا ہے اور ان کی صلاحیتوں اور مہارتوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کئی ترقی یافتہ ممالک میں خواتین کارکنوں کو مرد ساتھیوں کی نسبت اب بھی ۲۵٪ کم اجرت دی جاتی ہے۔ صنفی سلوک سے آزادی بنیادی انسانی حق ہے اور مزدوروں کے لئے ضروری حق ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو فروغ دے کر میرٹ کی بنیاد پر اقتصادی اہداف کو حاصل کر سکیں۔)

## عورتوں کے شعبہ زراعت میں مسائل

زراعت کے میدان میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ زرعی مزدور خواتین دو موسموں میں بہت زیادہ مصروف ہوتی ہیں ایک بوائی کے موسم میں اور دوسرا کٹائی کے موسم میں۔ بارانی علاقوں میں جہاں فصلیں اتنی اچھی نہیں ہوتیں جن سے انسانی بقا کی ضمانت ملے۔ مرد حضرات عام طور پر غیر زرعی سرگرمیوں کے لئے دیگر شعبوں میں کام کرنے چلے جاتے ہیں، نتیجتاً زرعی پیداوار سے متعلق تمام بوجھ خواتین کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں کپاس کی پیداوار نے خواتین مزدوروں کی طلب کو حیران کن حد تک بڑھا دیا ہے۔ لیکن مزدور عورتیں جو کھیتوں میں کام کرتی ہیں انہیں بھی بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ ایک رپورٹ میں ہے:

The largest number of women are employed in the agriculture sector. According to the agriculture census 1980, 42.5% of all owner-cultivators are women, and they constitute 25% of all full time and 76% of all part-time workers. While data on landless labor is not available , the census includes women from farm household with less than 7.5 acres of land, who work for wages for other household /agencies, doing agricultural and non-agricultural work.(2)

(عورتوں کی سب سے زیادہ تعداد بطور ملازمت پیشہ زراعت میں ہے۔1980ء میں زرعی شماریات کے مطابق 42٪ کاشتکار عورتیں ہیں جن میں سے 25 فیصد مکمل طور پر اور 76 فیصد جزوی طور پر کاشتکاری کرتی ہیں۔

(1) RULES OF THE GAME, A brief introduction to International Labour Standards, Revised Edition 2014, International Labour Organization, Geneva, Page:40

(2) Role of Women in Economic Development of Pakistan, Qmar Jehan,Page:54 (Thesis submitted to University of Balochishtan Quetta.2000 A.D)

تاہم ان خواتین کا ریکارڈ دستیاب نہیں جن کے پاس زمین نہیں ہے، اور اس مردم شماری میں ان خواتین کو بھی شامل کیا گیا جن کی زمین 5.7 ایکڑ سے بھی کم ہے اور وہ دوسروں کے لئے کام کرتی ہیں کبھی زراعت میں اور کبھی زراعت سے ہٹ کر۔)

پنجاب کے دو اضلاع بھکر اور لیہ میں کی جانے والی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ ان اضلاع کے دیہی نشیبی علاقوں میں زرعی مزدوری کرنے والے افراد میں پچاس فیصد مرد ہیں اور پچاس فیصد خواتین شامل ہیں۔ خواتین زیادہ تر کپاس کی فصل میں گوڈی و چنائی، گندم کی کٹائی اور سبزیوں میں بیجائی، پانی لگانا کھاد دینا اور سپرے کرنے کا کام کرتی ہیں۔ کماد کی فصل میں خواتین گوڈی، گندم کی فصل میں گوڈی اور کٹائی کا کام کرتی ہیں اسی طرح کپاس کی فصل میں گوڈی و چنائی کا کام خواتین ہی کرتی ہیں۔ تمام فصلوں میں پانی دینا، کھاد دینا اور سپرے کرنے کا کام صرف اور صرف مرد کرتے ہیں۔[1]

## بچوں کی پرورش کا مسئلہ

اچھی پرورش سب بچوں کا حق ہے، کھیلنا، سیکھنا اور معاشرے کا حصہ بننا بچوں کی مختلف ضروریات ہوتی ہیں ان کو پورا کرنا ان کا بنیادی حق ہے اور سب بچے منفرد ہوتے ہیں کچھ نابینا بھی ہوتے ہیں اور کچھ سماعت سے محروم، کچھ جسمانی معذوری کا شکار ہوتے ہیں جبکہ کچھ ذہنی طور پر معذور ہوتے ہیں۔ کچھ نے سماجی اور نفسیاتی چیلنجز کا سامنا کرنا ہوتا ہے جبکہ کچھ متواتر بیماری کے ساتھ زندہ رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک بچے کی تمام تر ضروریات کو جانچنا چاہئے کہ آیا بچہ یا بچی اور اس کے والدین مخصوص سہارے، معاونت اور مدد کے مستحق ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر عبد الستار المانی[2] لکھتے ہیں:

Working mothers in Pakistan usually put the needs of their family first, neglecting their own needs in the process. This puts a good deal of pressure on a woman. For many working women, the issue is more than one of economic concern. They want to know that they have placed their children in a safe, protected and nurturing environment while they work. Like their children, mothers also need a safe, supportive and encouraging environment in order to succeed at balancing their own personal needs with seeing to the needs of their child It is usually believed that employment of a mother has certain effect on the over all growth and development of children. The first five years are very crucial for the cognitive, affective and psychomotor development of children. The

---

([1]) اسد شاکر، پنجاب میں خواتین زرعی مزدور، ص:11

([2]) Dr. Abdul Sattar Almani Associate Professor Faculty of Education Elsa Kazi Campus (Old Campus) Hyderabad Pakistan

teenage period of children is better of those who get an early and proper attention of their mothers. They are free and feel easy to share every thing with their parents.The care and affection necessary for children at an early age is not replaceable. It influences the later life of children. The house hold mothers can perform a good job to train and educate their children.(1)

(پاکستان میں کام کرنے والی مائیں عام طور پر سب سے پہلے اپنے خاندان کی ضروریات کی تکمیل چاہتی ہیں اور یہ خواتین پر ایک بہت بڑا دباؤ بھی ہوتا ہے۔ کام کرنے والی خواتین کے لئے یہ ایک معاشی مسئلہ ہوتا ہے وہ جاننا چاہتی ہیں کہ انہوں نے کام کے دوران اپنے بچوں کو محفوظ اور صحت افزا ماحول میں رکھا ہے۔ بچوں کے ساتھ ساتھ ان ماؤں کو بھی محفوظ، معاون اور حوصلہ افزا ماحول کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان کی ذاتی ضروریات کے پورا ہونے سے بچوں کی ضروریات بھی پوری ہو جائیں۔عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ماں کا ملازمت کرنا بچوں کی نشوونما پر اثرانداز ہوتا ہے۔

بچوں کے پہلے پانچ سال ان کی نفسیاتی ترقی اور سنجیدگی کے لئے اہم ہوتے ہیں۔ بچے جب نوجوانی کی عمر میں پہنچتے ہیں تو وہ اپنی ماؤں کی مناسب توجہ حاصل کر پاتے ہیں اور ایسے بچے اپنے والدین کے ساتھ تبادلہ خیالات میں خود کو آزاد محسوس کرتے ہیں۔ ابتدائی عمر میں بچوں کے لئے لازمی دیکھ بھال کے لئے ماں کا کوئی متبادل نہیں ہو سکتا، ورنہ بچوں کی بعد کی زندگی متاثر ہو جاتی ہے۔ گھر میں رہنے والی ماں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بہتر اور اچھے طریقے سے کام سرانجام دے سکتی ہے۔)

آئی ایل او قوانین کے مطابق بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور پرورش کے لئے خواتین کو زچگی سے پہلے اور بعد میں چھٹیاں دینے کا قانون موجود ہے، آئی ایل او کا قانون ہے کہ:

With regard to the protection of maternity, the convention provides that on alternative to night work must be available:

1- Before and after childbirth for a period of at least 16 weeks, of which at least 8 weeks must be before the expected date of childbirth.

2- During pregnancy and during a specified time beyond the above period of 16 weeks upon production of a medical certificate.(2)

(دوران حمل زچگی کی حفاظت کے لئے آئی ایل او کنونشن اس چیز کی سفارش کرتا ہے کہ رات کی ایسی مزدور خاتون کا متبادل موجود ہونا چاہئے۔

1- بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں 16 ہفتوں کی چھٹی ہونی چاہئے جس میں سے 8 ہفتے کم از کم ممکنہ

(1) International Journal of Humanities and Social Science USA,Vol. 2 No. 11; June 2012,page:166

(2) Guide to International Labour Standards,2014,I.L.O, Geneva,page:103

ڈلیوری کی تاریخ سے پہلے دینے چاہئیں۔

2- دوران حمل اور خاص وقت کا دورانیہ جو کہ 16 ہفتوں کا ہو گا اس میں میڈیکل سرٹیفیکٹ بھی پیش کرنا ہو گا۔)

فقہ اسلامی میں بچوں کی اچھی پرورش کو والدین کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ بچوں کی اولین پرورش گاہ ماں کی گود ہوتی ہے اور ماں ہی بچوں کی تعلیم و تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ ایک خاتون ورکر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال تبھی رکھ سکتی ہے جب اسے ذاتی طور پر سکون میسر ہو اور ضروریاتِ زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے اور فقہ اسلامی میں یہ عمل جائز نہیں کہ آپ کسی پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالیں۔ حدیث شریف میں ہے: ان پر ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اگر تمہیں کبھی ایسا پڑے تو ان کی مدد کرو۔ ماں کا کردار بچوں کی تعلیم و تربیت میں اس وقت اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے جب ماں کا تعلق سمعی یا بصری طور پر بچوں کے ساتھ مضبوط ہو لیکن خاتون ورکر کا تعلق پہلے ہی گھر سے مضبوط نہیں ہوتا اس کے گھر سے کام کی وجہ سے دور ہونے کی وجہ سے۔ اگر بچے کی ولادت کے بعد کام اور ملازمت میں ریلیف نہیں دیا جائے گا تو فقہ اسلامی کی روشنی میں یہ عمل تکلیف مالا یطاق میں آئے گا جو شرعی طور پر ممنوع ہے۔ معروف مصری مفکر احمد شلبی کہتے ہیں: وہ ماں جو بغیر کسی مجبوری کے حکومتی ملازمت اختیار کرتی ہے کمائی زیادہ کرتی ہے اور گھریلو معاملات میں پورا نہیں اترتی، اگر وہ کسی دن بیٹھ کر نفع و نقصان کا جائزہ لے تو اپنے شوہر، بچوں اور گھر والوں کے ساتھ منسلک ہونے کو ترجیح دے۔ [1]

احمد شلبی کے قول سے معلوم ہوا کہ بچے کی تربیت اور نشو و نما میں خاتون کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے۔

## مذکورہ مبحث کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

فقہ اسلامی کی روشنی میں مزدور کو کام کی اجرت دینا لازم ہے چاہے وہ اجیر مرد ہو یا عورت۔ عمومی طور پر گھر کی ضروریات پورا کرنے کے لئے مرد ہی محنت و مشقت اٹھاتے ہیں لیکن بسا اوقات اپنے شوہر کی مدد کرنے کے لئے اور گھریلو ضروریات کو پورا کرنے کے لئے عورت بھی میدانِ عمل میں آنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور موجودہ دور کی بات کی جائے تو ہوشربا مہنگائی کی وجہ سے لباس و خوراک اور دوائیوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے عورت بھی کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے تاکہ گھر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے شوہر کا ہاتھ بٹا سکے۔ [2]

فقہ اسلامی کی روشنی میں عامل کو اس کے کام کی اجرت پوری پوری دی جائے بلکہ اہل و عیال کے زیادہ ہونے کی وجہ سے مقررہ اجرت کے علاوہ اس کی گھریلو ضروریات کا بھی خیال کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ شادی شدہ کو مال غنیمت

---

([1]) احمد شلبی، الحیاة الاجتماعیة في التفکیر الإسلامي (قاہرہ، دار الاتحاد العربی، ،1968ء، طبع اول) ص127

([2]) علیاء شکری، المرأة في الریف والحضر، دراسة لحیاتها في العمل والأسرة (اسکندریہ، دار المعرفة الجامعیة، 1988ء) ص:238

سے دو حصے جبکہ کنواروں کو ایک حصہ دیا کرتے تھے۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مزدور کی گھریلو ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اس کی اجرت اور دوسری مراعات مقرر کی جاسکتی ہیں۔[1]

وہ خواتین جو دیہات میں رہتی ہیں ان کے لئے مشکلات اور زیادہ پائی جاتی ہیں۔ محنت کش خواتین کے پاس نہ تو زمین ہوتی ہے نہ کوئی خاص ہنر، مجبوری کے طور پر زرعی شعبہ میں کم اجرتوں پر مزدوری کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کے پاس روزگار کے مواقع موجود نہیں ہوتے۔ پاکستان میں زرعی پیداوار کے تمام پہلوؤں میں خواتین اپنی روزمرہ زندگی میں بہت مشقت طلب کام کرتی ہیں۔ یہ کام گھریلو کام جیسے بچوں کی دیکھ بھال، صفائی ستھرائی، کھانا پکانے کے علاوہ ہوتی ہیں۔ ان کاموں کے بعد تفریح و آرام کا موقع میسر نہیں ہوتا۔ زرعی میدان میں محنت مشقت کرنے کے باوجود انہیں مکمل اجرت نہیں ملتی۔ ان کو مردوں کے مقابلے میں کم اجرت دی جاتی ہے خواتین ورکرز کو ایک طرف تو کم اجرت ملتی ہے اور دوسری طرف اکثر اوقات انہیں فارغ وقت گزارنا پڑتا ہے کیونکہ زرعی میدان میں مشکل سے 175 دن کام ملتا ہے اور سال کا تقریبا ایک تہائی وقت فارغ گزارتی ہیں، کیونکہ باقی دنوں میں ان کو فصلوں میں مزدوری نہیں ملتی۔ خواتین کو کم اجرت یا اجرت کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ آجر کی طرف سے بلیک میلنگ یا اپنے تابع کرنا ہوتا ہے جو نہ صرف اس پر بلکہ اس کے خاندان پر بھی ظلم ہے۔ اس کے بچوں اور اس کے شوہر پر نقصان مرتب ہوتا ہے۔ حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت واپس کرو اس کے پسینہ خشک ہونے پہلے۔[2]

---

([1]) بشیر ہدفی، الوجيز في شرح قانون العمل، ص:76

([2]) محمد بن يزيد قزويني، سنن ابن ماجه، (بیروت: مكتبة أبي المعاطي) رقم الحدیث: 2443، علامہ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ، 5/443۔

# فصل سوم: مزدور بچوں کے مسائل

## مبحث اول: مزدور بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

## مبحث دوم: مزدور بچوں کی صحت ونشوونما کا مسئلہ

## مبحث اول: مزدور بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

ورکرز چلڈرن ایجوکیشن آرڈیننس 1972 ایک خاص قانون بنایا گیا ان بچوں کو تعلیم مہیا کرنے کے لئے جن کے والدین ملازمت پیشہ ہیں۔ یہ قانون آجر پر ٹیکس عائد کرتا ہے تاکہ مزدوروں کے بچوں کو تعلیم مہیا کرنے کے لئے فنڈ اکٹھا کیا جائے۔ اسی طرح یہ جمع شدہ فنڈ بچوں کو تعلیمی سہولیات مہیا کرنے اور صنعتی اداروں سے ملحقہ آبادی کے سکولوں کو بہتر بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس آرڈیننس کا اطلاق ہر اس ادارے پر ہوتا ہے جس میں ایک سال کے دوران کسی بھی وقت دس یا اس سے زائد افراد ملازم ہوں۔

### بچوں کے لئے راہنما عالمی اصول

1- اذیت اور ظالمانہ سلوک کیے جانے، غیر قانونی حراست میں رکھے جانے کی ممانعت۔

2- بچوں کو آزادی سے محروم کرنے کا فیصلہ صرف آخری حربے کے طور پر کیا جانا چاہئے اور اس کی مدت جہاں تک ممکن ہو کم سے کم ہونی چاہئے۔

3- انہیں حق حاصل ہے کہ اپنے خاندان اور قانونی امداد فراہم کرنے والوں سے رابطہ رکھیں۔

4- انہیں بالغ ملزموں سے علیحدہ رکھے جانے اور علیحدہ مقدمے کی کاروائی کیے جانے کا حق ہے۔

5- رازداری کا حق۔

6- مقدمات کی کاروائی میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

7- بچوں کے لئے خصوصی قوانین وضع کیے جانے چاہئیں۔[1]

### آرٹیکل 25-اے: مفت اور لازمی تعلیم کا حق

18 ویں ترمیم کی منظوری کے بعد بہت سے محکمے صوبوں کے اختیارات میں چلے گئے ہیں، محکمہ تعلیم بھی صوبائی موضوع بن گیا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 25-اے پاکستان میں 5 سے 16 کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم کے حصول کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ تمام بچوں کو تعلیم کے بنیادی حق کی فراہمی حکومت پاکستان کی ذمہ داری کی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں وفاقی اور صوبائی حکومتیں اس کی ذمہ دار ہیں۔

یہ آرٹیکل ملک میں تعلیم کی صورتحال میں بہتری لانے کی غرض سے مداخلت کرنے اور پالیسیاں وضع کرنے کے حوالے سے صوبائی حکومتوں کے لئے راہ ہموار کرتا ہے اس حوالے سے خواتین اور لڑکیوں سمیت خصوصی طور پر معاشرے کے کمزور طبقات میں تعلیم کے فروغ کے لئے مؤثر قانون سازی کو سہولیاتی امداد کے ساتھ

---

([1]) نوعمروں کے لئے نظام انصاف کا آرڈیننس 2000ء، سوسائٹی برائے تحفظ حقوق اطفال، نومبر 2006ء، چوتھا ایڈیشن، ص: 02

ملایا جاسکتا ہے۔[1]

اس سلسلے میں پنجاب حکومت نے 2014ء میں ایک اچھا قدم اٹھایا جس سے لاکھوں بچے مستفید ہوئے، ان کا حوصلہ افزا قدم یہ تھا کہ انہوں نے ہر بچے کے لئے حصول تعلیم لازم کر دیا اور بچے کو اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے تو سرکاری سکولوں کی بجائے پرائیویٹ سکولوں میں بھی جاسکتا ہے اور اس کی فیس حکومت ادا کرے گی۔ جیسا کہ درج ذیل رپورٹ میں ہے:

The Punjab Free and Compulsory Education Bill 2014 was introduced in the Punjab Assembly on October 28th 2014 and has replaced The Punjab Compulsory Primary Education Act 1994 (IX 1994) and The Punjab Free and Compulsory Education Ordinance 2014 .Under the new legislation, every child has a right to free and compulsory education from class one to 10, non-formal education, vocational education or a combination of all considering the needs, capability and age so as to ensure completion of education. It states that a child or parent shall not be liable to pay any fee or charges or expenses for completing education in a school owned or controlled by the government or local authority.[2]

(پنجاب مفت اور لازمی تعلیمی بل 2014ء کو اسمبلی میں 28 اکتوبر 2014ء کو متعارف کرایا گیا، اور اس نے جگہ لے لی پنجاب لازمی پرائمری تعلیمی ایکٹ 1994ء کی اور پنجاب مفت اور لازمی تعلیمی آرڈیننس 2014ء کی۔ نئے قانون کے مطابق ہر وہ بچہ جو پہلی کلاس سے دسویں کلاس تک ہے وہ روایتی اور تربیتی تعلیم اپنی صلاحیت اور ضرورت کے مطابق کسی بھی گورنمنٹ اور پرائیویٹ اداروں سے مفت میں حاصل کرسکتے ہیں۔)

## مزدوروں کی اپنی اولاد کو تعلیم دلوانے کی مشکلات

مزدور آدمی کے لئے تو دو وقت کی روٹی کا حصول بھی آسمان سے تارے توڑ کر لانے کے مترادف ہوتا ہے اور جب اپنی اولاد پر اضافی اخراجات کی بات آئے تو اس کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے میں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس بات کا اندازہ ہم پینتیس سالہ محمد اسلم چناب نگر چنیوٹ کے رہائشی سے لگا سکتے ہیں جو پاور لوم میں مزدوری کرتے ہیں۔ وہ اپنے چار بچوں کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں، انہیں 350 روپے دیہاڑی ملتی ہے جس سے ان کی ماہانہ آمدن تقریباً 10 ہزار بنتی ہے جس میں سے چار ہزار روپے گھر کے کرائے میں چلے جاتے ہیں اور باقی پیسوں سے گھر کے اخراجات بڑی مشکل سے پورے

---

([1]) **پاکستان میں تعلیم نسواں**، سپارک (این جی او)، F-10 اسلام آباد، س ن، ص:5

([2]) Bashir, Itrat. PA passes ‘Punjab Free and Compulsory Education Bill 2014’. Business Recorder. Web. http://epaper.brecorder.com/m/2014/10/28/17page/463830-news.html.

کرنے پڑتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے بچوں کے مستقبل کے حوالے سے بہت پریشان رہتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی اچھا روزگار مل جائے تو یہ کام چھوڑ دیں لیکن انہیں ایسا ہوتا نظر نہیں آتا۔[1]

لوک سجاگ کی رپورٹ کے مطابق جھنگ کے علاقے بستی عطاوالی کے رہائشی اٹھارہ سالہ علی حسنین نے بتایا کہ وہ انٹر میڈیٹ کا امتحان پاس کر چکے ہیں اور اب اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے مزدوری کر کے پیسے اکٹھے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ گزشتہ روز کام کی تلاش میں فوارہ چوک گئے لیکن چھٹی ہونے کی وجہ سے کام نہیں ملا اور وہ خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ علی کے مطابق ان کے والد میڈیکل ٹیکنیشن کے طور پر کام کرتے ہیں لیکن معاوضہ اتنا ملتا ہے کہ گھر کے اخراجات پورے نہیں ہوتے کیونکہ ان کا خاندان پانچ بہن، بھائیوں پر مشتمل ہے اس لئے وہ اپنے داخلے کی رقم جمع کرنے کے لئے محنت و مزدوری سے کام لے رہا ہے۔[2]

سڑکوں پر کام کرنے والے (بھیک مانگنے والے) بچوں کی آبادی (وہ بچے جو سڑکوں پر کام کرتے ہیں اور سڑکوں پر ہی رہتے ہیں) ایک سروے کے مطابق 16 سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہے۔ ملتان اور پشاور میں سب سے زیادہ بچوں کی تعداد ہے جو سڑکوں پر رہتے ہیں اور ان کی عمریں 6 سال سے بھی کم ہیں۔ تاہم سروے کے مطابق اسلام آباد، کراچی، پشاور اور کوئٹہ میں بچوں کی زیادہ تعداد غیر آباد اور بے گھر کنبوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جب سروے میں بچوں کے والدین سے سوالات کیے گئے تو پتہ چلا کہ سڑکوں پر بھیک مانگنے والے بچوں کے والدین زیادہ تر ان پڑھ اور ماہانہ آمدنی 10 ہزار سے بھی کم رکھتے ہیں۔[3]

## بچوں پر جنسی تشدد

محنت مزدوری کرنے والے بچوں پر تشدد کا اضافہ خوفناک حد تک بڑھ گیا ہے۔ وہ بچے جو گھروں میں کام کرتے ہیں ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مزدوری کرنے والے بچوں کا تعلق چونکہ غریب گھرانوں سے ہوتا ہے اس لئے معصوم بچے چند پیسوں کی خاطر ظلم و ستم کی چکی میں پستے رہتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان پر تشدد کا کیس منظر عام پر آیا ہو اور کاروائی کی گئی ہو۔ ذیل میں ساحل[4] کی دو رپورٹس پیش کی جا رہی ہیں جس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بچوں پر کس قدر تشدد کیا جاتا ہے۔

---

([1]) **لوک سجاگ**، رپورٹ علی رضا غوری، 1 مئی 2017ء نشر کا وقت: 11:22 دوپہر

([2]) اکمل ملک رپورٹر ضلع جھنگ، سجاگ، 2 مئی 2017ء، اشاعت ٹائم: 5:15 شام

([3]) **نوعمروں کے لئے نظام انصاف کا آرڈیننس 2000ء**، سوسائٹی برائے تحفظ حقوق اطفال، نومبر 2006ء، چوتھا ایڈیشن، ص: 02

([4]) ساحل بچوں کے حقوق کے حوالے سے ایک نجی ادارہ ہے جس کا بنیادی مقصد بچوں پر جنسی تشدد کی روک تھام کے لئے کام کرنا اور بچوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ تنظیم کا صدر دفتر اسلام آباد میں واقع ہے اور 1996ء سے ملک میں یہ تنظیم کام کر رہی ہے۔

## ساحل کی رپورٹ2010ء

Total of 2012 cases of child sexual abuse were recorded from all over Pakistan during 2009. This number reflected 9.4 percent increase as compared to last year. Approximately 3.3 children were sexually abused per day. The findings shows that 67% girls and 32% boys were victims of sexual abuse.[1]

(پاکستان میں 2009ء میں بچوں سے جنسی زیادتی کے واقعات کی تعداد 2012 تک تھے گذشتہ سال کی نسبت اس سال میں جرائم کے واقعات میں 9.4 فیصد اضافہ دیکھنے کو ملا۔ تقریبا 3.3 بچوں کو روزانہ کی بنیاد پر جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ نتائج سے پتہ چلتاہے کہ 67٪ لڑکیاں اور 32 فیصد لڑکے جنسی زیادتی کا نشانہ بنائے گئے۔)

## بچوں سے متعلق ساحل کی رپورٹ 2011ء

There are 78 million children in Pakistan today and among those at least 25 million belong to poor household. Children are reported to be growing victims of violence, occurring in many forms. Violence is often encouraged by some of the traditional practices due to set customs and were legal and judicial system.[2]

(پاکستان میں 78 ملین بچے پائے جاتے ہیں جن میں سے 25 ملین بچے غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، تشدد سے متاثرہ بچوں میں اضافہ ملنے کی اطلاعات ہیں۔ روایتی اور غیر روایتی انداز سے مختلف قسم کے بچوں پر تشدد کرنے کے مختلف طریقوں کو اپنایا جاتاہے جن میں سے کچھ طریقے ثقافتی طور پر اور عدل وانصاف کے کمزور نظام کی وجہ سے معیوب نہیں سمجھے جاتے۔)

درج بالا رپورٹس سے دو چیزیں واضح ہوئیں، ایک یہ کہ تشدد کے شکار بچوں کی اکثریت غریب گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ بچوں پر جنسی تشدد میں کمی کی بجائے اضافہ دیکھنے کو مل رہاہے اس کی بنیادی وجہ اس رپورٹ میں عدل وانصاف کا کمزور سسٹم ہونا بتایا گیاہے۔

بچوں کو تعلیم دینے کے لئے آرٹیکل 25-A کو سختی سے نافذ کیا جائے اور وفاقی حکومت صوبائی حکومتوں کو اس آرٹیکل کو مکمل نافذ کرنے کا حکم دے اور ساتھ ایسے وسائل بھی مہیا کرے کہ حکومت ان بچوں کو سکول میں داخل کرائے جو کسی گھریلو مجبوری کی بنا پر سکول چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وفاقی حکومت کی طرف سے صوبائی حکومتوں کے لئے وسائل مہیا کرنے کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

1- صوبائی حکومتوں کے تعلیمی بجٹ کے لئے وفاقی حکومت خصوصی گرانٹ مہیا کرے تاکہ صوبائی

---

(1) SAHIL Annual Report 2010, F-8 Markaz Islamabad 29, September, 2010, page:15
(2) SAHIL Annual Report 2011, F-8 Markaz Islamabad 13, September, 2011, page:01

حکومتیں اپنے چیلنجز کو سامنے رکھ کر اپنی تعلیمی پالیسی نافذ کر سکیں۔

2- اسی طرح خصوصی تعلیمی گرانٹ صوبوں کو مہیا کی جاسکتی ہے یا خاص ان علاقوں کے لئے خصوصی گرانٹ وفاقی حکومت کی طرف سے مہیا کی جاسکتی ہے جہاں بچے سکول میں داخل نہیں ہیں یا وہ علاقہ جات جو ترقی یافتہ ہیں یا تعلیمی لیول بہت کم پایا جاتا ہے۔

3- وفاقی حکومت کے نمائندوں یا صوبائی حکومت کے نمائندوں کی طرف سے ایجوکیشن ایمر جنسی ان علاقوں میں نافذ کی جاسکتی ہے جہاں بچے سکول میں داخل نہیں ہیں وہاں اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر تعلیمی پالیسی نافذ کی جائے کہ کوئی بھی بچہ سکول سے باہر نہ ہو۔

4- گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے "فری ایجوکیشن فنڈ" قائم کیا جائے جہاں مقامی مخیر افراد بھی اپنا حصہ ڈال سکتے ہوں اور اس فنڈ کو مقامی نگرانی میں ان بچوں پر خرچ کیا جائے جو سکول سے باہر ہوں، ان کے لئے کتابوں کے علاوہ ٹرانسپورٹ اور میڈیکل سہولیات کا انتخاب بھی کیا جاسکتا ہے۔

5- اس مسئلہ میں میڈیا اپنا اہم کردار ادا کر سکتا ہے کہ آئین کے آرٹیکل A-25 کو کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے اور لوگ اپنی ذمہ داری نبھا کر کس طرح اپنے بچوں کو سکول بھیج سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا کی افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، حکومت سوشل میڈیا پر مختصر دورانیے کی تعلیمی ویڈیوز اپلوڈ کرنے کے علاوہ بچوں کو سکول نہ بھیجنے کی سزا بھی بیان کرے تاکہ لوگ بلا وجہ اپنے بچوں کو سکول سے دور نہ رکھیں۔

## مبحث دوم: بچوں کی صحت ونشوونما کا مسئلہ

پاکستانی آئین وقوانین محنت کے تحت ایسی مائیں اوروالدین جو ملازمت پیشہ ہیں یا محنت مزدوری کرتے ہیں ان کے بچوں کی دیکھ بھال مفت میں ہونی چاہئے۔ کیونکہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 25 میں واضح کیا گیا ہے کہ جنس کی بنیاد پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیاجائے گا، اسی طرح آئین کا آرٹیکل 18 ہر آدمی کو کوئی بھی جائز پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے اور تجارت کرنے کا حق دیتا ہے۔ اورآئین کے آرٹیکل 27 میں ہے کہ کوئی بھی شہری جو حکومت پاکستان میں ملازمت کے تقرر کا اہل ہو اس کو اس سلسلہ میں نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت، پیدائش یا مقام کی بناء پر کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کیاجائے گا۔ اس آرٹیکل میں غیر امتیازی سلوک کے لئے شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ہونے کا ذکر نہیں ہے اور صاف ظاہر ہے اس عورت سے شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کے ماں ہونے کی وجہ سے بھی کوئی تفریق نہیں کی جائیگی۔

اسی طرح فیکٹریز ایکٹ کے سیکشن 33 کے مطابق صوبائی حکومت کسی بھی فیکٹری جس میں پچاس یا اس سے زیادہ خواتین ملازم ہوں ان کے بچوں کے لئے جن کی عمر چھ سال سے کم ہو ایک کمرہ مختص کرسکتے ہیں اور پنجاب فیکٹریز رولز 1978 کے تحت یہ کمرے صرف بچوں، دیکھ بھال کرنے والے ملازمین اور بچوں کی ماؤں کے لئے خاص ہونگے، اور کوئی بھی کمرے میں نہیں جاسکتا۔

سپارک [1] رپورٹ میں کام کرنے والے بچوں کی جسمانی حالت پر تشویش کرتے ہوئے کہا گیا کہ ان کے لئے کسی طرح کے بھی انتظامات نہیں ہوتے۔ رپورٹ میں ہے:

Children labor is a complex problem requiring multi pronged responses. Various government in Pakistan have taken legislative initiatives and ratified international conventions to address the growing prevalence of child labor in the country.[2]

(چائلڈ لیبر انتہائی پیچیدہ مسئلہ ہے جس کے حل کے لئے کثیر الجھتی رد عمل کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں مختلف حکومتوں نے قانون سازی کے اقدامات کیے ہیں اور ملک میں چائلڈ لیبر کے بڑھتے ہوئے گراف کو متوازن کرنے کے لئے بین الاقوامی کنونشنز کو منظور کیا ہے۔)

بچوں کی صحت ونشوونما پر تب بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں جب وقت کی تحدید کیے بغیر کام پر لگا دیا جاتا ہے۔ سپارک کی رپورٹ میں ہے:

---

([1]) سپارک (Society for the Protection of the Rights of the Child (SPARC)) ایک پاکستانی تنظیم ہے جس کی بنیاد دسمبر 1992ء میں رکھی گئی۔ تنظیم کا مقصد بچوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کا مرکزی دفتر اسلام آباد میں واقع ہے۔

([2]) The sate of Pakistan's children 2011, SPARC Islamabad, 20 Julay 2012, Page:42.

Most bonded laborers including children work under hazardous conditions often without basic facilities like clean drinking water, health, transport and electricity. Entire families are engaged in work without any time schedule or separate compensation for the women or children. In the brick kiln as well as the agriculture sector, workers are deprived of safety gear and tools, exposing them to various health risks which often result in respiratory and skin disease, hepatitis, weakness and stress.(1)

(بندھے ہوئے مزدور جس میں بچے بھی شامل ہوتے ہیں زیادہ ترخطرناک حالت میں کام کرتے ہیں اورانہیں صاف پانی، بجلی اورٹرانسپورٹ جیسی بنیادی ضروریات دستیاب نہیں ہوتیں۔ خاندان کے خاندان کام میں مصروف ہوتے ہیں جس میں نہ توخاص ٹائم مقرر ہوتاہے نہ ہی بچوں یاعورتوں کے لئے علیحدہ سے کوئی معاوضہ۔ اینٹوں کے بھٹے اورزراعت میں کام کرنے والے مزدوروں کے لئے کسی قسم کے حفاظتی آلات نہیں ہوتے جس کی وجہ سے زیادہ ترسانس اور جلد کی بیماریوں کے علاوہ ہیپاٹائٹس، کمزوری اور چیچڑہ پن کی بیماریاں بھی لگ جاتی ہیں۔)

## کام کرنے والی ماؤں کے بچوں کی صحت پر اثرات

جب کوئی ماں اپنے بچے سے صرف نظر کرتے ہوئے کام کے لئے وقت نکالتی ہے تواس کے منفی اثرات بچوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں، ڈاکٹر عبدالستارالمانی(2) لکھتے ہیں:

As a working mother, it is important to feel comfortable with her decision. Too many times, however, working mothers feel that they need to defend their choice. It is usually believed that employment of a mother has certain effect on the over all growth and development of children. The first five years are very crucial for the cognitive, affective and psychomotor development of children. The teenage period of children is better of those who get an early and proper attention of their mothers. They are free and feel easy to share every thing with their parents . Working mothers mostly have threatened the early years of their children in the different countries. The care and affection necessary for children at an early age is not replaceable. It influences the later life of children. The house hold mothers can perform a good job to train and educate their children.(3)

(یہ بہت اہم ہے کہ ایک کام کرنے والی ماں اپنے فیصلے پر کس قدر خود کو آرام دہ محسوس کرتی ہے۔ تاہم کئی دفعہ کام کرنے والی مائیں محسوس کرتی ہیں کہ انہیں اپنی پسند کا دفاع کرنا ہوگا۔ عام طور پر یہ خیال کیاجاتاہے کہ کام کرنے والی مائیں بچوں کی تربیت وترقی پر اثرانداز ہوتی ہیں کیونکہ بچوں کے سنجیدہ پن، متاثرکن اور نفسیاتی ترقی کے لئے

---

([1]) The sate of Pakistan's children 2011, SPARC Islamabad, 20 Julay 2012, Page:38-39.

([2])ڈاکٹر عبدالستارالمانی صاحب حیدرآباد یونیورسٹی ایلسا قاضی کیمپس میں فیکلٹی آف ایجوکیشن میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔

([3]) International Journal of Humanities and Social Science, Vol.2,No.11, June 2012, Dr Abdul Sattar Almani, page: 166

پہلے پانچ سال انتہائی اہم ہوتے ہیں اور وہ بچے نوجوانی کی عمر میں زیادہ صحتمند ہوتے ہیں جو بچپن میں اپنی والدہ کی مناسب توجہ حاصل کر پاتے ہیں وہ آزاد ہیں اور ہر چیز کو اپنے والدین کے ساتھ بانٹنا آسان محسوس کرتے ہیں۔ کام کرنے والی ماؤں نے مختلف ممالک میں اپنے بچوں کے لئے ابتدا میں ڈر محسوس کیا۔ کم عمری میں بچوں کے لیے ضروری دیکھ بھال اور پیار تبدیل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ بچوں کی بعد کی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ گھر میں رہنے والی مائیں اپنے بچوں کی تربیت اور تعلیم کے لیے اچھا کام کر سکتی ہیں۔)

وہ بچے بڑے ہو کر اپنے والدین کے ساتھ گھل مل کر ہر چیز بیان کر سکتے ہیں۔ کام کرنے والی مائیں مختلف ممالک میں اپنے بچوں کی پیدائش کے ابتدائی سالوں میں دھمکیوں کا سامنا کرتی ہیں۔ بچوں کی ابتدا میں دیکھ بھال ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا ورنہ اس چیز کا اثر بچوں کے اوپر بعد میں آنے والی زندگی پر پڑتا ہے اور وہ خواتین جو گھروں میں رہتی ہیں وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اچھے طریقے سے کر سکتی ہیں۔

## مزدور بچوں کی صحت پر جسمانی سزا کے نقصانات

ساحل کی رپورٹ ہے:

Corporal punishment in homes, school and places of work is one of the most pervasive forms of violence against children. A common definition of corporal punishment is the use of physical force with the intention of causing a child to experience pain,but not injury, for the purpose of corporation or control of childs behaviour. This distinguishes corporal punishment from more extreme forms of violence which cause injury to the child.[1]

(گھروں، سکولوں اور کام کی جگہوں پر جسمانی سزا بچوں کے خلاف تشدد کی سب سے بڑی قسم ہے۔ جسمانی سزا صرف یہ نہیں کہ اسے زخم پہنچے بلکہ کسی چوٹ کا پہنچنا یا درد کا سامنا کرنا یا بچے کی طاقت سے زیادہ ایسا کام لینا جس سے اسے جسمانی تکلیف پہنچے وہ جسمانی سزا میں داخل ہے چاہے اس سے مقصد بچے کے سلوک کو ٹھیک کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ جب جسمانی سزا سے بچے کو زخم پہنچے تو وہ اور زیادہ تشدد کی قسم میں داخل ہو جاتا ہے۔)

مزدور بچے زیادہ تر گاڑیوں کی ورکشاپوں، فرنیچر، کارخانوں، ہوٹلوں اور دکانوں پر کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک بھی میں ان بچوں سے نہ صرف مزدوری بلکہ جبری مشقت بھی لی جاتی ہے۔ بچوں کے لئے سب سے خطرناک کام چمڑے کی صنعت ہے جہاں بڑی تعداد میں کیمیکل استعمال ہوتے ہیں۔ جو ان ننھی جانوں کے پھیپھڑوں پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ جبکہ قالین بانی میں بنچوں پر بیٹھنے کی وجہ سے اکثر اوقات ان بچوں کے پاؤں مڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح ہسپتال سے کوڑا کرکٹ، ٹیکے، گندی پٹیاں بھی اٹھاتے ہیں جن کے بارے میں وہ نہیں

([1]) SAHIL Annual Report 2012, F-8 Markaz Islamabad,May,2013,page:158

جانتے کہ وہ کتنی خطرناک بیماریوں میں مبتلاء ہوسکتے ہیں۔ آئی ایل او کے مطابق بچوں کی ایک بڑی تعداد چوڑی سازی، چمڑے سازی، سرجیکل آلات کی صنعت، کوئلے کی کانوں اور گہرے سمندر میں مچھلیاں پکڑنے کے کاروبار میں ہیں۔ اسی طرح پورے ملک میں ایک لاکھ دس ہزار بچے صرف کوڑا کرکٹ اکٹھا کرنے اور ہسپتالوں کا فضلہ جمع کرنے کے کاروبار سے منسلک ہیں۔[1]

## عالمی قوانین کے تناظر میں بچوں کا مزدوری کرنا

آئی ایل او میں بچوں کے مزدوری کرنے کی حوصلہ شکنی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

The emphasis placed by international labor standards on the abolition of child labor reflects the conviction of the ILO's constituents that childhood is a period of life which should not be devoted to work, but to the physical and mental development of children, their education, learning their social roles and to games and recreational activities.[2]

(بچوں کی مزدوری سے متعلق حقوق پر عالمی سطح پر ان کے لئے معیارات پر زور دیا گیا ہے جیسا کہ آئی ایل او کے قانون میں واضح کیا گیا ہے کہ بچپن کا زمانہ ایسا ہے جس میں بچے کو کام کے لئے وقف نہیں ہونا چاہیئے بلکہ بچوں کو جسمانی اور ذہنی سکون کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم وتربیت، تفریحی اور سماجی سرگرمیوں پر زور دینا چاہیئے۔)

دیہاتی علاقوں کے غریب لوگ اپنے حالات سے تنگ آکر شہروں میں اپنے چھوٹے بچے بڑی کوٹھیوں پر گھریلو کام کاج کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے وہاں کام کریں گے کھانا ٹھیک ملے گا اور مہینے کے آخر میں کچھ پیسے بھی مل جائیں گے لیکن ورثاء نتائج سے آگاہ نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کام کرنے والے بچوں کے ساتھ من چاہا سلوک کیا جاتا ہے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے ایک ایسے ہی کیس کو رپورٹ کیا، تفصیلات کے مطابق رمیزہ نامی بچی جس کے والدین فوت ہوگئے تھے وہ اپنی خالہ کے پاس رہ رہی تھی جس نے اسے علی نامی ایک لڑکے کے ہاتھوں چندروپوں کے عوض فروخت کردیا اور علی نے بیس ہزار کے عوض رمیزہ کو آگے ایک شادی شدہ جوڑے کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ رمیزہ ایک سال سے ان کے ساتھ رہ رہی تھی اور گھر کے تمام کام بھی کرتی اور مالکان کے ظلم بھی سہہ رہی تھی۔ جب بچی پر ظلم کے پہاڑ توڑنے کی خبر پولیس تک پہنچی تو اس نے بازیاب کرایا اور اس بچی نے اپنے بیان میں کہا کہ مالکن مجھ سے گھر کے سارے کام کرواتی، سونے بھی نہیں دیتی تھی اور ہر روز پلاسٹک کے پائپ سے مارتی بھی تھی اور گھر سے باہر نکلنے نہیں دیتی تھی ایک دفعہ نکلی تو الیکٹرک راڈ سے مجھے تشدد کا نشانہ

---

(1) ربیعہ شاہد، **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، 29 اپریل 2015ء، ص: 13

(2) Fundamental Rights at work and international Labour Standards International Labour Office Geneva, First published 2003,Page:91

بنایا۔[1]

## بچوں کی مزدوری کرنے کی وجہ

بچوں کو جبری مشقت پر اس لئے بھی مجبور کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے والدین پیسے لے چکے ہوتے ہیں، سپارک رپورٹ میں لکھا ہے:

Bonded child labor in Pakistan operates on the Peshgi system whereby the parents or guardions of the child sell him/her to employers in return for an advance payment. The child then works in a condition of bondage to pay off the debt incurred on his/her parents or guardians. Many children, especially girls are spled as bonded labourers in households where they work as domestic helpers.[2]

(پاکستان میں پابند مزدور بچوں کا نظام پیشگی کی وجہ سے چل رہا ہے جہاں والدین یا سرپرست بچہ یا بچی کو اس رقم کے بدلے آجروں کے حوالے کر دیتے ہیں جو رقم وہ ایڈوانس لے چکے ہوتے ہیں۔ لہذا بچہ پھر اپنے والدین یا سرپرستوں کا قرضہ چکانے کی خاطر مزدوری میں پابند ہو جاتا ہے۔ بہت سے بچے خاص طور پر بچیاں گھریلو کام کاج کرنے کی خاطر پابند کر دی جاتی ہیں۔)

## مزدور بچوں کی صحت کے حوالے سے مختلف رپورٹس

10-18 سال تک کے بچوں سے 7 گھنٹے سے زیادہ کام لینا بھی چائلڈ لیبر ایکٹ 2016ء کے مطابق جرم ہے۔ اس دورانیے میں وقفہ ایک گھنٹہ لازمی ہے۔ 18 سال تک کے بچوں کو کام پر رکھنے کے لئے آجر پر لازم ہے کہ محکمہ لیبر کو اس کے کوائف فراہم کرے۔ چائلڈ لیبر کی کم از کم سزا تین ماہ اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال تک ہو سکتی ہے اس لئے آجر بچوں کو ملازم رکھتے وقت "ب" فارم ضرور چیک کرے۔

ایک سروے کے مطابق 30 ہزار بچے موٹر ورکشاپ، ہوٹلز، چھوٹی دکانوں اور مختلف صنعتوں سے وابستہ ہیں۔[3]

## جسمانی تشدد کی وجہ سے اموات

بچوں پر بعض اوقات اتنا تشدد کیا جاتا ہے کہ وہ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ سپارک کی رپورٹ میں ہے:

There is no end to the plight of Child Domestic Workers (CDWs). They are in millions. They are continuously sold, exploited, abused,

---

([1]) عنبرین فاطمہ، روزنامہ نوائے وقت لاہور، 5 مئی، 2015ء، ص:16

([2]) The sate of Pakistan's children 2011, SPARC Islamabad, 20 Julay 2012,Page: 38.

([3]) روزنامہ خبریں ملتان، 27 جون 2018ء، ص:05

rapped, sodomized, tortured and killed. It is unfortunate that no other occupation in Pakistan has resulted deaths of children than Child Domestic Labour (CDL). Since January 2010 to June 2013, about 41 cases of CDWs are reported in the media and by civil society organizations. Of these children, 19 died due to severe torture inflicted on them were poisoned to death by their employer.(1)

(چائلڈ گھریلو مزدوروں (CDWS) کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اگرچہ وہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ مسلسل استحصال کا شکار ہیں اور فروخت کیے جاتے ہیں۔ مارنا، گالی، جسمانی تشدد اور جنسی زیادتی کا شکار بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ پاکستان میں کسی پیشے میں اتنی اموات واقع نہیں ہوتیں جتنی اموات گھریلو ملازمین میں ہوتی ہیں۔ جنوری 2010ء سے جون 2013ء تک ذرائع ابلاغ اور سول سوسائٹی تنظیموں کی طرف سے 41 کیسز درج کئے گئے، ان میں سے 19 بچے آجروں کے تشدد کی وجہ سے مرگئے۔)

اور جب بچوں پر تشدد کیا جاتا ہے تو یقیناً اس کے اثرات جسمانی اور ذہنی طور پر ٹھیک طرح سے مرتب نہیں ہوتے اور بچوں کی نشوونما ٹھیک طرح سے نہیں ہو پاتی، روزنامہ دنیا نیوز ملتان میں خبر آئی تھی کہ آٹھ سالہ محسن کو پل براراں پر شوارمے کی ریڑھی لگانے والے مالک نے تنخواہ مانگنے پر تشدد کا نشانہ بنایا تھا پھر اسے چائلڈ پروٹیکشن کورٹ میں پیش کیا گیا اور عدالت نے وارننگ جاری کرتے ہوئے بچہ والد کے حوالے کر دیا۔ بچے کا والد مقبول احمد کے مطابق وہ چک نمبر 64 تحصیل چیچہ وطنی کا رہائشی اور تشدد کرنے والا مالک کوئی اور نہیں بلکہ رشتہ دار ہے۔(2)

## مزدور بچوں کے حوالے سے ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ

Recruitment of children by armed groups, trafficking of children, domestic violence against children, in particular girls, continued. According to the NGO Sahil,992 children,304 boys and 688 girls, were subjected to sexual abuse between January and June.(3)

(مسلح گروپوں کی طرف سے بچوں کی بھرتی، بچوں کی اسمگلنگ، گھروں میں کام کرنے والے بچے اور بچیاں خاص طور پر تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ ایک غیر سرکاری تنظیم Sahil کی رپورٹ کے مطابق جنوری 2009ء سے جون 2009ء کے درمیان 304 بچے، اور 992 بچیوں کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔)

## مزدور بچوں کی غذائی قلت کی وجہ سے اموات کی سروے رپورٹ

سروے رپورٹ کے مطابق بچوں کو غذائی قلت کی وجہ سے مختلف امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ اموات بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ رپورٹ میں مزید ہے:

---

(1) The unending plight of child domestic workers in Pakistan,SPARC, Page:3

(2) **روزنامہ دنیا ملتان،** 21 جنوری، 2017ء، ص:09

(3) Amnesty International Report 2009,Page:254

The health profile of Pakistan is still not much encouraging. The overall mortality reduction of infants and children has been slow in the country. Awareness regarding nutritional needs, Pre and Post-natal care of mothers is also weak. The poor people of the country have very less knowledge about the diseases and illnesses and on the other hand they face extreme difficulty to have high cost private treatment as they have very few assets. As per the World Health Organization (WHO) definition the health in its broader sense "a state of complete physical, mental, and social well-being and not merely the absence of disease or infirmity." Therefore government and private sector needs to pay much attention to improve the overall quality of health facilities to all masses.(1)

(پاکستان میں صحت کی پروفائل حوصلہ افزا نہیں ہے، مجموعی طور پر ملک میں بچوں کی اموات کی کمی میں سستی پائی جاتی ہے۔ غذائیت کی ضروریات کے بارے میں بیداری کی ضرورت کے ساتھ ساتھ ماؤں کی دیکھ بھال میں کمزوری دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ملک کی غریب عوام بیماریوں اوران کے متعلق کم علم رکھتے ہیں اور دوسری جانب نجی علاج کرانے کے لئے مہنگا علاج کرانے کی فرصت نہیں ہوتی۔ عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق مکمل جسمانی طور پر صحت یاب ہونے سے مراد جسمانی، ذہنی اور سماجی طور پر صحت مند ہونا ہے لہذا مجموعی طور پر حکومتی اور نجی طور پر عوام کو صحت کی سہولیات بہتر بنانے کے لئے زیادہ توجہ دینا ضروری ہے۔)

## محققین کے نزدیک بچوں پر تشدد کے نقصانات

بچوں پر تشدد کرنا ان کی جسمانی اذیت کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر بھی مفلوج کر دیتا ہے اور بچے تشدد کی وجہ سے نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ ساحل کی 2012ء کی رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ بچوں پر تشدد کی وجہ سے اس کی جسمانی اور ذہنی ساخت پر خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، رپورٹ میں ہے:

Recent researches reveal that corporal punishment is harmful for a child’s psychological and emotional well being. For instance, corporal punishment is known to lower a child’s self esteem’ interface with his/her learning process promotes a negative views of other people, it causes children to run away from home or school and it teaches that violence is an acceptable way of solving problems. Moreover, corporal punishment can result in children suffering from accidental physical injuries which in extreme cases cause death.(2)

(حالیہ تحقیقات ظاہر کرتی ہیں کہ جسمانی سزا بچوں کو نفسیاتی اور جذباتی حس کو نقصان پہنچاتی ہے۔ مثال کے طور پر جسمانی سزا بچے میں خوداعتمادی کو نقصان پہنچاتی ہے ان کے سیکھنے کے عمل میں مداخلت کرکے دوسروں

---

(1) Pakistan Social and Living Standards Measurement Survey, (2014-15), Page: 120
(2) SAHIL Annual Report 2012, F-8 Markaz Islamabad,May,2013,page:158

کے بارے میں بچوں کے اند منفی خیالات کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ اورر دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بچے سکول یا گھر سے بھاگ جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ شاید تشدد ہی مسئلے کا حل ہے اور وہ بچے جو پہلے ہی جسمانی طور پر ٹھیک نہیں شاید تشدد کرنے کی وجہ سے ان کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔)

## پاکستان میں بچوں کو جسمانی سزا دینے کی صورتحال

بچوں کو گھروں، سکولوں اور کام کرنے کی جگہوں اور کارپوریشنوں میں جسمانی سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ساحل کی رپورٹ میں ایک لڑکی کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جسے تشدد کا سامنا کرنا پڑا، رپورٹ میں ہے کہ:

In May 2012, 13 year old Aneeta Shaheen( resident of Islamabad) was punished severely by teacher for allegedly talking during class. She was beaten repeatedly with a stick which caused a fracture in her shoulder. People tried to register a case against the teacher but the police did not cooperate.[1]

(مئی 2012ء میں 13 سالہ انیتہ شاہین(اسلام آباد کی رہائشی) مبینہ طور پر کلاس میں بات کرنے کی وجہ سے استانی کی طرف سے سخت تشدد کا سامنا کیا۔ استانی نے باربار چھڑی سے اتنا مارا کہ اس کے کندھوں میں فریکچر ہو گیا، لوگوں نے استانی کے خلاف پرچہ کٹوانے کی کوشش کی لیکن پولیس نے تعاون نہیں کیا۔)

## مزدور بچوں کو ہراساں کرنے کے مقدمات

صرف ایک سال 2012ء میں 3861 مقدمات قائم کیے گئے، SPARC کی رپورٹ میں ہے:

A total of 3.861 cases of CSA(Child Sexual Abuse) were reported from different parts of the country in 2012. These included 2,788 cases reported in newspapers.[2]

(ملک کے مختلف حصوں سے 2012ء میں 3861 وہ مقدمات جو بچوں سے جنسی بدعنوانی کے تھے درج کئے گئے ان میں وہ مقدمات بھی درج کئے گئے ہیں جو اخبارات میں رپورٹ کئے گئے تھے۔)

## بچوں پر تشدد کے مقدمات

وہ بچے جو گھروں میں کام کرتے ہیں زیادہ تر تشدد کا سامنا وہی کرتے ہیں اور ان کا تعلق چونکہ غریب گھرانوں سے ہوتا ہے اس لئے اتنی جرات نہیں ہوتی کہ مالکِ مکان یا صاحب کے خلاف کوئی مقدمہ قائم کر دیں، کیونکہ بچے کے اہلِ خانہ جانتے ہیں کہ وہ اگر مقدمہ قائم کر بھی دیں تب بھی کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ صرف چند لوگ یا تو ہمت کر کے مقدمہ قائم کرتے ہیں یا اس وجہ سے مقدمہ درج کر دیا جاتا ہے کہ وہ کیس میڈیا کی نظروں میں آ جاتا ہے یا آج کل کے دور میں کوئی سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دیتا ہے اور قانون کا حرکت میں آنا مجبوری بن جاتا ہے۔ اس سب کے

---

([1]) Ibid,page:159

([2]) SAHIL Annual Report 2012, F-8 Markaz Islamabad,May,2013,page:166

باوجود بھی سینکڑوں مقدمات قائم کیے گئے۔ساحل کی رپورٹ میں ہے:

According to Madadgar National Helpline, around 5,659 cases of violence against children were reported from across Pakistan from January to October 2012.[1]

(مددگار نیشنل ہیلپ لائن کے مطابق بچوں کے خلاف تشدد کے ۵،۶۵۹ مقدمات پورے پاکستان میں جنوری تا اکتوبر 2012ء میں درج کئے گئے۔)

بچوں کا مشقت طلب کام کرنا اور محنت مزدوری کرنا ایسا مسئلہ ہے جو پوری دنیا میں گھمبیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ ہر قوم کا مستقبل نئی نسل سے وابستہ ہے۔ایک پرجوش اور مضبوط نسل کسی قوم کو کامیابی اور استحکام کی طرف لے جاتی ہے لہذا بچوں کو نظرانداز کرنے کا مطلب معاشرے کی تباہی وبربادی ہے۔ملک عزیز پاکستان میں دوسرا مسئلہ یہ بھی ہے کہ بچوں کی مزدوری اوران کی صحت کے حوالے سے کوئی اعدادوشمار دستیاب نہیں ہیں،چائلڈ لیبر اور بچوں کے مسائل کے حوالے سے جتنے بھی اعدادوشمار پائے جاتے ہیں سارے قیاس پر مبنی ہیں۔مزید یہ کہ اٹھارویں ترمیم کے بعد مزدوروں کے لئے قانون سازی اور پالیسی کا اختیار وفاقی حکومت نہیں بلکہ صوبائی حکومتوں کا کام ہے۔صوبوں کی طرف سے علیحدہ سے اعدادوشمار کی عدم فراہمی بھی پریشانی کا باعث ہے۔لہذا درج ذیل اقدامات اٹھانے چاہئیں جو بھی حکومت اقدامات کرے چاہے وفاقی ہو یا صوبائی حکومت۔

1- حکومت سالانہ سروے کرکے درست ریکارڈ مرتب کرے،محنت کش بچوں کی صحیح تعداد اور معاشی واقتصادی مسئلے کی اصل وجہ معلوم کرنے کے لئے پوری آبادی کا سروے کرانا ضروری ہے۔

2- صوبائی حکومتوں کو آئین کا آرٹیکل 25-A مکمل نافذ کرکے اپنے صوبے میں چائلڈ لیبر پر مکمل پابندی ہونی چاہئے اور قوانین کو نافذ کرنے کے لئے ایک جامع حکمت عملی اپنانی چاہئے،چائلڈ لیبر پر مکمل پابندی ہو اور آجروں اور گھریلو سربراہان کو سخت سزادی جانی چاہئے۔اگر کسی جگہ معاشی تنگدستی کی بناء پر بچہ مزدوری کررہا ہے تو اسے سکول میں داخل کرانے کے بعد "احساس پروگرام" یا بیت المال جیسے اداروں کے ذریعے گھریلو وظیفہ مقرر ہونا چاہئے،اس سلسلے میں خیراتی تنظیموں اور مخیر حضرات سے تعاون طلب کرکے اس سلسلے میں کوئی خیراتی ادارہ قائم کرکے ایسے بچوں کی گھریلو ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

بچوں کی صحت ونشوونما کے لازمی ہے کہ بچوں پر تشدد نہ کیا جائے کیونکہ ان پر تشدد کرنے کی وجہ سے مختلف مسائل جنم لیتے ہیں جیسے بچوں میں غصہ،مایوسی،احساس کمتری اور عدم اعتماد کا پیدا ہو جانا۔جن بچوں کو سزا ملے وہ بچے دوسروں کی تضحیک کا سامان بن جاتے ہیں۔جس وجہ سے ان میں منفی اثرات جنم لیتے ہیں اور بچوں میں تعلیمی

---

([1])IBIT,page:154.

کارکردگی اور سماجی تعلقات پر منفی اثر پڑتا ہے اور دوسرے بچوں سے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بچوں میں سزا کے استعمال سے غصہ اور تشدد سے مسائل حل کرنا سیکھتے ہیں اور سزا کی وجہ سے بچے باغی بن کر تعلیمی سرگرمی چھوڑ دیتے ہیں اور بچہ مزدوری کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر بچوں کی صحت و نشوونما پر توجہ دینی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بچوں میں خود اعتمادی پیدا کی جائے اور خود اعتمادی تب پیدا کی جاسکتی ہے جب بچوں کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنی غلطیوں سے خود سیکھیں اور انہیں بتایا جائے کہ ان کے کسی عمل سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔ بچوں کی بات سننے اور صاف گوئی سے جواب دینے سے ان میں خود اعتمادی پیدا ہو سکتی ہے۔ بچوں کی عزت نفس کو مجروح نہ ہونے دیا جائے اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے تاکہ وہ اپنے آپ کو عزت دار سمجھیں ۔ بچوں کی بات سننے، ان کی کوششوں کو سراہنے اور غلط ریوں کی نشان دہی سے وہ خود کو اہم سمجھتے ہیں۔ بچوں کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ بچوں کے تحفظ کے لئے ملکی قوانین کو نافذ کیا جائے اور پالیسیوں پر عمل کیا جائے۔

# نتائج بحث(Canclusion)

مقالہ ہذامیں تحقیق کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1) کسبِ معاش کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہم لگاسکتے ہیں کہ قرآن حکیم میں 110 مقامات پر اور احادیثِ مبارکہ میں 200 سے زائد مقامات پر کسب ومحنت کی تلقین کی گئی ہے۔

2) دین اسلام نے آجر واجیر کے درمیان برادرانہ رشتہ قائم کرنے کے لئے ایسی ہدایات دی ہیں جن پر عمل کرکے دونوں کے درمیان خشک رسمی اور خود غرضانہ تعلق کو ختم کرکے مساویانہ اور برابری کا رشتہ اخوت بن کر عبادت جیسا تقدس حاصل کرلیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسالت مآب ﷺ اور قرون اولی میں آجر واجیر کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کم اور شاذونادر ہی نظر آتے ہیں جبکہ آج حالات یکسر مختلف نظر آتے ہیں۔

3) پاکستان میں تقریباً6 کروڑ26 لاکھ سے زائد لیبر فورس پائی جاتی ہے، جن میں سے Skilled لیبر فورس صرف 30٪ ہے جبکہ 70٪ ورکرز غیر تربیت یافتہ (Unskilled) پائے جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حکومت مناسب تربیت کا اہتمام کرکے بیرون ملک افرادی قوت مہیا کرے اور زرمبادلہ کمائے۔

4) صرف صنعتی شعبے میں Skilled اور Unskilled ورکرز کی تعداد دیکھیں تو 2011ء میں تربیت یافتہ ورکرز کی تعداد 171672 تھی جبکہ 2015ء میں تربیت یافتہ ورکرز کی تعداد 397371 ہوگئی اور غیر تربیت یافتہ ورکرز کی تعداد 2011ء میں 201982 تھی جو بڑھ کر 2015ء میں 372281 ہوگئی، غیر تربیت یافتہ مزدوروں کا بڑھنا حوصلہ افزا بات نہیں ہے۔

5) خواتین ورکرز میں سے 1 کروڑ 80 لاکھ خواتین گھروں میں کام کرتی ہیں، اور قوانین نہ ہونے کی وجہ سے اپنے قانونی حقوق سے محروم ہیں۔

6) ملکی پیداوار میں ٹیکسٹائل کی صنعت کا اہم کردار ہے صرف اس شعبہ میں کام کرنے والی عورتوں کی کل تعداد 30 لاکھ سے زائد ہے لہذا شرعی پردہ میں رہ کر عورت بھی معاشی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لے سکتی ہے، صحابیات کی معاشی سرگرمیاں اس کی واضح دلیل ہیں لیکن اس صورت میں روزگار کمانے کے لئے عورت باہر جاسکتی ہے جب اس کے گھر کے دیگر معاملات کی ادائیگی میں فرق نہ پڑتا ہو۔

7) زرعی شعبہ وطن عزیز پاکستان میں لیبر فورس کا سب سے اہم شعبہ ہے جس میں کل لیبر فورس کا 44٪ پایا جاتا ہے اور مزدوروں کی تعداد سب سے زیادہ اسی شعبے سے وابستہ ہے لیکن ان کی تعداد پانی کی تیزی سے کمی اور جدید مشینری کے بڑھتے ہوئے استعمال کی وجہ سے زراعت سے منسلک افراد میں کمی واقع ہوئی ہے۔

8) پاکستان میں 78 ملین بچے پائے جاتے ہیں جن میں سے 25 ملین بچے غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے

ہیں اور سکول سے باہر ہیں اوران میں سے زیادہ تر محنت ومشقت کرنے پہ مجبور ہیں۔ اگر باپ خود کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے یاخود کمار ہاہے تو اپنی نابالغ اولاد کو کسب معاش اور ملازمت پر مجبور کرنے اور تعلیم چھڑوادینے کو شریعت اچھا نہیں سمجھتی، کیونکہ اولاد کی تعلیم وتربیت کرناوالدین کا شرعی اخلاقی اور قانونی فرض ہے۔

9) سپارک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان دنیامیں تیسرے نمبر پر آتا ہے جہاں جبری مشقت لی جاتی ہے اور 20 لاکھ لوگ جبری مشقت کا شکار ہیں۔

10) مزدوروں کو طبی سہولیات میسر نہیں ہیں، پاکستان میں ہر 1212 افراد کے لئے ایک ڈاکٹر موجود ہے 18010 افراد کے لئے دانتوں کا ایک ڈاکٹر، 1575 لوگوں کے لئے ہسپتال میں ایک بیڈ موجود ہے جو کہ کسی طرح بھی قابلِ اطمینان نہیں۔

11) ایمنسٹی انٹر نیشنل رپورٹ کے مطابق 35 فیصد گھریلو ملازم جن میں چھوٹے بچے بھی شامل ہیں۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں چھوٹے بچوں سے مزدوری لینا منع ہے سوائے اس صورت کے کہ گھر میں نان نفقے کی کوئی اور صورت موجود نہ ہو۔

12) گھروں میں کام کرنے والی خواتین میں سے 90 فیصد جنسی ہراسگی کا سامنا کرتی ہیں۔ فقہ اسلامی میں ایسے کسی عمل کی کسی صورت اجازت نہیں ہے ورنہ اسلامی حدود کے عمل سے گزرنا پڑے گا۔

13) نوے لاکھ سے زائد بچے محنت ومشقت کررہے ہیں۔

14) مزدور کے لئے بنائے گئے قوانین میں بعض اوقات پیچیدگیاں پیدا ہوجاتی ہیں ایک ایکٹ مقررہ مدت کے لئے نافذ کیاجاتا ہے مقررہ مدت ختم ہونے کے بعد واضح نہیں کیاجاتا کہ کیسز کی سماعت کون سی عدالت میں ہوگی، جس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ سسٹم میں خرابی ہونے کی وجہ سے مقدمات غیر ضروری التوا کا شکار ہوجاتے ہیں اور مزدور پریشانی کا شکار ہوجاتا ہے۔ فقہ اسلامی کے مطابق زیادہ سے زیادہ 15 دن کے اندر فیصلہ ہوجانا چاہئے۔

15) آئین پاکستان کی دفعہ 25-A کے مطابق 16 سال تک عمر کے بچوں کے لئے سکول کی تعلیم لازمی ہے اور آئین پاکستان کی دفعہ 3-11 کے مطابق 14 سال سے کم عمر کسی بچے کو کسی کارخانے یاکان یاکسی پرخطر ملازمت میں نہیں رکھاجائے گا۔ ان دونوں میں تضاد پایاجاتا ہے۔ کیونکہ دفعہ 3-11 کی موجودگی میں چائلڈ لیبر کیسے رک سکتی ہے۔ اس تضاد کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

16) مزدوروں کے حوالے سے جاری کردہ لیبر پالیسیوں میں سے پہلی لیبر پالیسی 1955ء کمزور پالیسی تھی اور مزدوروں کو حقوق دینے کے حوالے سے کافی حد تک 1972ء کی لیبر پالیسی میں قوانین وضع کیے گئے۔

# تجاویزوسفارشات(Recommendations& Suggesions)

1) علماء اور سکالرز کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ کسب ومحنت کی اس ترغیب کو جو قرآن وحدیث میں متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے،عوام کو اس سے آگاہ کریں اور کسب ومعاش کے حوالے سے اسلامی تعلیمات سامنے لے کر آئیں تاکہ عوام میں محنت کا جذبہ پیدا ہو اور کسب ومعاش کے حوالے سے ان لوگوں کا غلط تصور ختم ہو جو کسب ومحنت کو اہمیت نہیں دیتے۔

2) قدیم فقہاء نے مزدور اور اس سے متعلقہ احکامات اپنے دور کے مطابق بیان کیے تھے جو اس وقت کی ضروریات کو پورا کرتے تھے لیکن آج کے دور میں ٹریڈ یونین اور ہڑتال جیسے مسائل پائے جاتے ہیں جن پر شرعی نقطہ نظر بیان کرنے کے لئے مزید کام کی ضرورت ہے۔

3) حکومت پرائیویٹ فیکٹریوں اور کارخانہ جات کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اہتمام کرے کہ سرکاری سطح پر فیکٹریاں اور کارخانے قائم کیے جائیں تاکہ مزدوروں کی فلاح وبہبود کے لئے خاطر خواہ اقدامات کیے جاسکیں۔

4) محنت کشوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ایسی سکیمیں حکومتی سطح پر شروع کی جائیں جن سے محنت کشوں کو حوصلہ ملے۔

5) ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس میں آجر واجیر کا برادرانہ رشتہ استوار ہو اور آئے روز ہڑتالوں کا سامنانہ کرنا پڑے۔اس سلسلے میں میڈیا اپنا مثبت کردار ادا کرسکتا ہے،الیکٹرونک میڈیا آجر واجیر کے رشتے کے متعلق پروگرامز پیش کرے اور مثبت کردار کو اجاگر کرے،پرنٹ میڈیا میں اس کے متعلق مضامین وقتاً فوقتاً شائع کیے جائیں۔

6) محتسب کا تقرر رسمی طور پر نہ ہو بلکہ وہ بذات خود چھاپہ مار ٹیموں کے ساتھ مزدوروں کے مسائل جاننے کی کوشش کرے۔

7) حکومت ایسے اداروں کو مزید مؤثر بنائے جو مزدوروں کو پیشہ ورانہ تربیت فراہم کرسکیں۔

8) گھروں میں کام کرنے والی خواتین( Domestic workers) کے لئے سوشل سکیورٹی کے حوالے سے خصوصی اقدامات کیے جائیں تاکہ انہیں تحفظ عزت نفس حاصل ہو۔

9) خواتین کے لئے علیحدہ اکنامک زون بنائے جائیں جہاں وہ شرعی پردے میں رہ کر کسب ومحنت کر سکیں۔

10) دیہی خواتین کے لئے ایسے اسباب مہیا کیے جائیں جہاں سے انہیں آمدنی حاصل ہو۔

11) بغیر کسی عذر کے بچوں سے محنت ومشقت لینے پر سخت پابندی ہو اوران اسباب کا تدارک کیا جائے جس بناء پر کم عمر بچے محنت ومشقت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

12) مزدوروں کے لئے طبی سہولیات کے علاوہ حفاظتی انتظامات کی فراہمی یقینی سطح پر ہونی چاہئے۔

13) بڑی عمر کے مزدوروں کے لئے خصوصی قانونی رعائت ہونی چاہئے کہ انہیں زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے کام سے نہیں نکالا جائے گا اور وہ نوجوان مزدور کی نسبت کم محنت ومشقت کرے گا لیکن معاوضہ پورا ملے گا۔

14) مزدور کا منافع میں بھی حصہ مقرر ہو، تاکہ وہ مزید محنت ومشقت کرکے قومی زرمبادلہ میں اور بہتر کردار ادا کرسکیں۔

15) مزدوروں کے لئے پنشن کی سہولت ہو۔ پاکستان میں چونکہ مزدوروں کا ایک بڑا طبقہ نوجوان نسل پر مشتمل ہے جس بنا پر بڑی عمر کے مزدوروں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے اور انہیں اپنے گھر کا چولہا جلانے کے لئے سخت اذیتوں سے گزرنا پڑتا ہے لہذا حکومت ایسے اقدامات اٹھائے کہ وہ بہتر زندگی گزار سکیں۔

16) مزدوروں کی اکثریت ان پڑھ یا کم تعلیم یافتہ طبقہ پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے تمام قوانین کو اردو زبان اور علاقائی زبانوں میں تبدیل کیا جائے۔

17) مزدوروں کے متعلق قوانین کو پیچیدگی سے آسانی میں تبدیل کیا جائے۔ قوانین سادہ الفاظ میں قابل فہم اور قابل عمل بنائے جائیں اور مزدوروں کو حکومت کی طرف سے وکیل مہیا کیے جائیں تاکہ وہ ان کی بات کو کورٹ میں رکھ سکے اور اخراجات سے بچ سکیں کیونکہ بسا اوقات اخراجات کے ڈر سے مزدور اپنا کیس کورٹ میں دائر نہیں کرتا۔

18) ایسی جامع لیبر پالیسی کی ضرورت ہے جس میں آجر وآجیر کے حقوق وفرائض کو واضح کیا گیا ہو۔

# فہرست آیات


| نمبر شمار | آیات | سورۃ | آیت نمبر | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| 1 | ﴿وَلَكُمْ فِي ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ١٧٩﴾ | البقرۃ | 179 | 62 |
| 2 | ﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ﴾ | البقرۃ | 185 | 125 |
| 3 | ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ...﴾ | البقرۃ | 186 | 61 |
| 4 | ﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ﴾ | البقرۃ | 188 | 90 |
| 5 | ﴿فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلْحَجَّ﴾ | البقرۃ | 197 | 56 |
| 6 | ﴿وَٱلْوَٰلِدَٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ...﴾ | البقرۃ | 233 | 6 |
| 7 | ﴿وَلَيْسَ ٱلذَّكَرُ كَٱلْأُنثَىٰ ۖ﴾ | آل عمران | 36 | 119 |
| 8 | ﴿أَلَّا تَرْتَابُوٓا۟ ۖ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ﴾ | النساء | 29 | 115 |
| 9 | ﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ...﴾ | النساء | 34 | 125 |
| 10 | ﴿وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ...﴾ | النساء | 36 | 70 |
| 11 | ﴿مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ﴾ | المائدۃ | 6 | 125 |
| 12 | ﴿مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلْأَرْضِ ...﴾ | المائدۃ | 32 | 62 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 13 | ﴿ثُمَّ رُدُّوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ مَوۡلَىٰهُمُ ٱلۡحَقِّۚ﴾ | الانعام | 55 | 51 |
| 14 | ﴿فَذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمُ ٱلۡحَقُّۖ﴾ | یونس | 32 | 51 |
| 15 | ﴿وَٱصۡنَعِ ٱلۡفُلۡكَ بِأَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَلَا تُخَٰطِبۡنِي فِي ٱلَّذِينَ ...﴾ | ھود | 37 | 20 |
| 16 | ﴿قَالَ ٱجۡعَلۡنِي عَلَىٰ خَزَآئِنِ ٱلۡأَرۡضِۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٞ ٥٥﴾ | یوسف | 55 | 100 |
| 17 | ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمۡۗ﴾ | الرعد | 11 | 60 |
| 18 | ﴿وَٱلۡأَرۡضَ مَدَدۡنَٰهَا وَأَلۡقَيۡنَا فِيهَا رَوَٰسِيَ وَأَنۢبَتۡنَا فِيهَا...﴾ | الحجر | 19 | 120 |
| 19 | ﴿وَجَعَلۡنَآ ءَايَةَ ٱلنَّهَارِ مُبۡصِرَةٗ لِّتَبۡتَغُواْ فَضۡلٗا...﴾ | الاسراء | 12 | 3 |
| 20 | ﴿وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ﴾ | الاسراء | 70 | 64 |
| 21 | ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجۡرَ مَنۡ ...﴾ | الكهف | 30 | 101 |
| 22 | ﴿وَعَلَّمۡنَٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوسٖ لَّكُمۡ لِتُحۡصِنَكُم مِّنۢ بَأۡسِكُمۡۖ...﴾ | الانبیاء | 80 | 20 |
| 23 | ﴿فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ ٱلۡمَلِكُ ٱلۡحَقُّۖ﴾ | المؤمنون | 116 | 52 |
| 24 | ﴿سُورَةٌ أَنزَلۡنَٰهَا وَفَرَضۡنَٰهَا﴾ | النور | 1 | 55 |
| 25 | ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ بُيُوتِكُمۡ...﴾ | النور | 27 | 67 |
| 26 | ﴿وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَاۖ﴾ | النور | 31 | 147 |
| 27 | ﴿قَالَتۡ إِنَّ أَبِي يَدۡعُوكَ لِيَجۡزِيَكَ أَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَاۚ﴾ | القصص | 25 | 5 |
| 28 | ﴿قَالَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا يَٰٓأَبَتِ ٱسۡتَـٔۡجِرۡهُۖ إِنَّ خَيۡرَ مَنِ ٱسۡتَـٔۡجَرۡتَ﴾ | القصص | 26 | 103 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 29 | ﴿إِنَّ ٱلَّذِى فَرَضَ عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لَرَآدُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍۚ قُل ...﴾ | القصص | 27 | 57 |
| 30 | ﴿ وَمِن رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ ...﴾ | القصص | 73 | 4 |
| 31 | ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍۚ﴾ | الاحزاب | 53 | 130 |
| 32 | ﴿وَقَرْنَ فِى بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ ۖ﴾ | الاحزاب | 55 | 129 |
| 33 | ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا ...﴾ | الاحزاب | 59 | 127 |
| 34 | ﴿ قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ﴾ | سبا | 47 | 74 |
| 35 | ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ ﴿٦٠﴾﴾ | غافر | 60 | 60 |
| 36 | ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ﴾ | الزخرف | 32 | 100 |
| 37 | ﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا۟ ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَٰلَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾﴾ | الاحقاف | 19 | 74 |
| 38 | ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾﴾ | محمد | 7 | 60 |
| 39 | ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نُودِىَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ ...﴾ | الجمعة | 10 | 2 |
| 40 | ﴿ هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ ذَلُولًا فَٱمْشُوا۟ فِى مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا۟ مِن ...﴾ | الملك | 15 | 4 |
| 41 | ﴿ وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِى ٱلْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ...﴾ | المزمل | 20 | 1 |
| 42 | ﴿ وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَجَعَلْنَا ٱلنَّهَارَ876 مَعَاشًا ﴿١١﴾﴾ | النباء | 10,11 | 3 |
| 43 | ﴿ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٦﴾﴾ | التين | 6 | 74 |
| 44 | ﴿ ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِى خَلَقَ ﴿١﴾﴾ | العلق | 1 | 66 |

# فہرست احادیث


| نمبر شمار | احادیث | کتاب | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| 1 | إِذَا صَنَعَ لأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامًا ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ... | الأدب المفرد | 93 |
| 2 | إِذَااسْتَأْجَرْتَ أَجِيرًا فَأَعْلِمْهُ أَجْرَه...... | سنن نسائی | 75 |
| 3 | اسْتَوْصُوا بِالنِّساءِ خيْراً..... | صحیح مسلم | 78 |
| 4 | أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ.... | سنن ابن ماجہ | 12 |
| 5 | اكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ... | سنن نسائی | 85 |
| 6 | أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ... | صحیح بخاری | 102 |
| 7 | اللَّهُمَّ بَارِكْ لأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا... | سنن ترمذی | 89 |
| 8 | اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ استَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ... | سنن ترمذی | 130 |
| 9 | إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ... | صحیح بخاری | 85 |
| 10 | إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ... | صحیح مسلم | 102 |
| 11 | إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيلَ لَهُ.... | صحیح بخاری | 64 |
| 12 | أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ اسْتِئْجَارِ الْأَجِيرِ..... | مسند احمد بن حنبل | 75 |
| 13 | إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ... | صحیح بخاری | 11 |
| 14 | إِنَّ لِى مَالاً وَوَلَدًا وَإِنَّ وَالِدى يَحْتَاجُ مَالِى..... | سنن ابی داوٗد | 16 |
| 15 | أَنَّ رَجُلا مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.... | المعجم الاوسط | 12 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 64 | سنن ابی داؤد | أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ.... | 16 |
| 91 | سنن نسائی | إِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ.... | 17 |
| 10 | مسند احمد بن حنبل | أنَّه سُئِلَ أيُّ كَسْبِ الرَّجُلِ أَطْيَبُ.... | 18 |
| 132 | سنن ابی داؤد | إِنِي امرأة ذَاتُ صَنعَةٍ أبِيعُ مِنهَا وَلَيسَ لِي وَلَا لِوَلَدِي وَلَا لِزَوجِي نَفَقَةُ.... | 19 |
| 102 | صحیح بخاری | آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ.... | 20 |
| 126 | سنن ابن ماجہ | أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُها عَنْهارَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ... | 21 |
| 14 | صحیح بخاری | ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كُنْتُ خَصْمَهُ خَصَمْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَة .... | 22 |
| 106 | سنن ابی داؤد | جاء رجل إلى النبي ﷺ وقال: يارسول الله كم نعفوا عن الخدم؟ فسكت... | 23 |
| 34 | سنن ترمذی | جَاءَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفِ دِينَارٍ.... | 24 |
| 128 | صحیح بخاری | جاءت امرأة من الأنصار إلى النبيﷺ فقال: والله إنكم لأحب الناس إليَّ.... | 25 |
| 10 | صحیح بخاری | خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الْعَامِلِ إِذَا نَصَحَ.... | 26 |
| 85 | مصنف ابن ابی شیبہ | رَوِّحُوا الْقُلُوبَ سَاعَةً فَسَاعَةً.... | 27 |
| 33 | سنن ترمذی | شَهِدْتُ النَّبِيﷺ وَهُوَ يَحُثُّ عَلَى جَيْشٍ.... | 28 |
| 10 | شعب الایمان (بیہقی) | طَلَبُ كَسْبِ الحَلالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ.... | 29 |
| 118 | صحیح مسلم | فَاتَّقُوااللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ،بِأَمَانَةِ اللَّهِ... | 30 |
| 94 | صحیح بخاری | فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ.... | 31 |
| 73 | صحیح بخاری | قال لاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ: أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ ،اسْقِ رَبَّكَ. وَلْيَقُلْ... | 32 |
| 22 | صحیح بخاری | قال مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلاَّ رَعَى الْغَنَمَ.... | 33 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 75 | سنن الکبری بیہقی | قَالَ:مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُعْلِمْهُ أَجْرَهُ... | 34 |
| 64 | صحیح بخاری | قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم... | 35 |
| 19 | ابن ماجہ | كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا.... | 36 |
| 126 | صحیح بخاری | لا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلا بِإِذْنِهِ... | 37 |
| 105 | سنن ترمذی | لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ.... | 38 |
| 86 | صحیح بخاری | لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ.... | 39 |
| 66 | مسند احمد بن حنبل | لا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى... | 40 |
| 107 | ابن ماجہ | لَاضَرَرَولَاضِرَارَ.... | 41 |
| 15 | صحیح بخاری | لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ، فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ... | 42 |
| 100 | صحیح بخاری | لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ .... | 43 |
| 72 | صحیح بخاری | لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ.... | 44 |
| 105 | صحیح مسلم | لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا... | 45 |
| 9 | صحیح بخاری | مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ.... | 46 |
| 15 | صحیح بخاری | مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ.... | 47 |
| 89 | شعب الایمان | مَرَّ بِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ مُتَصَبِّحَةٌ.... | 48 |
| 14 | المعجم الاوسط | مَنْ أَمسَى كَالًّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ أَمْسَى مَغْفُورًا لَهُ.... | 49 |
| 156 | صحیح مسلم | مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ... | 50 |
| 101 | صحیح مسلم | مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا... | 51 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 52 | مَنِ اسْتأجرَ أَجِيرا فترَكَ أجْرَهُ فعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتأجِرُ فَزادَ... | صحیح بخاری | 86 |
| 53 | هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ.... | صحیح بخاری | 78 |
| 54 | وَإِنَّ لنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقّاً، ولأهلِك عَلَيْكَ حَقًّا... | صحیح بخاری | 84 |
| 55 | وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ... | صحیح بخاری | 82 |
| 56 | يَا عَبْدَ اللهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ.... | صحیح بخاری | 63 |


# فہرست اعلام


| نمبر شمار | اعلام | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 1 | رضا علی خان | 47 |
| 2 | شریف جرجانی | 52 |
| 3 | عبد الستار الہانی | 252 |
| 4 | مجیب اللہ ندوی | 87 |
| 5 | محمد بن احمد قرطبی | 22 |
| 6 | محمد کاظم یزدی | 126 |
| 7 | محمود بن عبد اللہ آلوسی | 2 |

# فہرست اماکن

| صفحہ نمبر | تعارف | اعلام | نمبر شمار |
|---|---|---|---|
| 21 | فلسطین کے جنوب میں واقع ایک شہر کا نام ہے جسے مدین یعقوب بھی کہا جاتا ہے۔ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا جن سے منسوب یہ شہر آباد ہوا اور وہاں کے باسی اہل مدین کہلائے۔ | مدین | 1 |
| 174 | افغانستان کا ایک شہر ہے۔ | ہرات | 2 |

# فہرست اصطلاحات

| صفحہ نمبر | معنی | اصطلاح |
|---|---|---|
| 5 | کسی چیز کو اجرت پر لینا۔ | اجارہ |
| 1 | کسی کو اس کے عمل کی جزا دینا۔ | اجرت |
| 95 | وہ آدمی جو صرف مخصوص آدمی کے کام کرنے کا پابند نہ ہو۔ | اجیر مشترک |
| 95 | کوئی شخص کسی ایک شخص کے لئے کام کرے۔ | اجیر خاص |
| 113 | حکومت کی طرف سے اجرت یا قیمت مقرر کرنا۔ | تسعیر |
| 145 | بنیادی اور اصلی قانون۔ | دستور |

| | | |
|---|---|---|
| ضمان | زر تلافی ادا کرنا۔ | 95 |
| قانون | اس سے مراد کسی خاص حکم کا ایک طریقے پر ہونا جو نظام کو پختہ کرنے کے لئے بنایا گیا ہو۔ | 145 |
| قیراط | ایک پیمانہ جس کا وزن 5 جو کے برابر ہوتا ہے۔ | 23 |
| کسوۃ | اس سے مرا بیویوں کو کپڑے پہنا اور کھانا کھلانا ہے۔ | 6 |

# فہرست مصادر و مراجع

## القرآن الکریم

## عربی کتب


- ابراہیم بن علی، **المهذب في فقه الإمام الشافعی**،(بیروت، دارالمعرفہ، طبع اول، 1999ء)
- ابراہیم بن محمد بن عبداللہ، **المبدع في شرح المقنع**،(بیروت، دار الكتب العلمية، طبع اول، 1997ء)
- ابراہیم مصطفی، وغیرہ، **المعجم الوسیط**،(قاہرہ، دارالنشر، 2004ء)
- ابن جوزی، عبدالرحمن بن علی، **تلبيس إبليس**،(بیروت، دار الفكر للطباعة والنشر، 2001ء)
- ابن حجر، احمد بن علی، **الإصابة في تمييز الصحابة**،(بیروت، دارالجیل، 1992ء)
- ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم، **وفيات الأعيان**،(بیروت، دار صادر، 1971ء)
- ابن قریہ، **ملامح سيرة ومسيرة**(قاہرہ، دارالشروق، طبع اول، 2002ء)
- ابن قیم جوزی، محمد بن ابی بکر، **زاد المعاد في هدي خير العباد** (بیروت، مؤسسة الرسالة، 1994ء)
- ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، **السيرة النبوية**،(بیروت، دار المعرفة للطباعة والنشر، 1396ھ، 1971ء)
- ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، **البداية والنهاية**،(بیروت، دارالریان للتراث، ، 1988ء)
- ابن مازہ، برہان الدین، **المحيط البرهاني**،(کراچی، ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، 2004ء)
- ابن نجیم، زین الدین، **البحرالرائق شرح كنزالدقائق**،(بیروت، دارالكتب العلمية، 1997ء)
- احمد بن محمد بن حنبل(امام)، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، (بیروت، دارالكتب العلمية، 1413ھ)
- احمد شوقی، عبدالرحمن، **شرح قانون العمل الجديدوالتأمينات الاجتماعية في الفقه والقضاء المصرى والفرنسی**،(مصر، مكتبة المعارف، 2008ء)
- ازدی، ابو بکر محمد بن الحسن بن درید،(بیروت، **جمهرة اللغة**، دارالعلم للملایین، 1987ء)
- اصفہانی، راغب، **المفردات**،(مصر، مصطفی البابی الحلبی، 1961ء)
- افریقی، محمد بن مکرم بن منظور، **لسان العرب**،(بیروت، دار صادر، 1300ھ)
- آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ، **روح المعانی**،(بیروت، احیاء التراث العربی، 2002ء)
- اندلسی، سلیمان بن موسیٰ کلاعی، **الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله والثلاثة الخلفاء**، (بیروت، عالم الكتب، 1999ء)
- الباجی، سلیمان بن خلف، **المنتقى شرح المؤطاء**(بیروت، دار الكتب العلمية، 2005ء)
- البانی، محمد ناصر الدین، **سلسلة الأحاديث الصحيحة**،(سعودی عرب، مكتبة المعارف، 1995ء)

- بخاری، محمد بن اسماعیل،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه،(بیروت، دار طوق النجاۃ،1422ھ)
- بُستی، محمد بن حبان بن احمد ،الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، مؤسسة الرسالة،( بیروت، طبع اول، 1408ھ،1988ء)
- بغدادی،عبدالوہاب( قاضي) المعونة علي مذاهب عالم المدينة(امام مالک بن انس) (سعودی عرب،مکتبہ نزار مصطفی الباز)
- بلاذری، احمد بن یحیی بن جابر، فتوح البلدان،(بیروت، مکتبہ ہلال،1988ء)
- بہوتی، منصور بن یونس، كشاف القناع عن متن الإقناع،(بیروت، دارالفکر،1982ء)
- بیہقی، احمد بن الحسین بن علی،شعب الإيمان،(ریاض،مكتبة الرشد للنشروالتوزيع،1423ھ،2003ء)
- تل،شادیہ احمد،علم النفس التربوی فی الاسلام،(اردن، دارالنفائس، طبع اول،2005ء)
- جرجانی، شریف علی بن محمد، التعريفات،(بیروت، دارالکتب العلمیہ،1403ھ)
- جزری، ابن الاثیر ابی السعادات المبارک ،النهاية في غريب الحديث والأثر،( بیروت،كلمة حقوق نشرالمكتب الإسلامی)
- جزیری، عبد الرحمن بن محمد عوض،الفقه على المذاهب الاربعة،(بیروت، طبع ثانی،1997ء)
- حسین بن محمد(ڈاکٹر) فقه النظام المالي، دارابن حزم،(بیروت، طبع اول،2012ء)
- حلبی، احمد بن محمد،لسان الحكام في معرفة الأحكام،( قاہرہ، البابی حلبی،1973ء)
- خفاجی، شہاب الدین احمد بن محمد،حاشية الشهاب على تفسير البيضاوي،(بیروت، دار صادر)
- رازی، محمد بن ابی بکر بن عبد القادر،مختارالصحاح،( بیرت،مكتبة لبنان)
- رازی، محمد بن عمر(فخر الدین)،مفاتيح الغيب،(قاہرہ،دارالكتاب الإسلامی،1327ھ)
- رافعی، عبدالکریم بن محمد،الشرح الكبير،(بیروت،دارالكتب العلمية ، طبع اول،1997ء)
- سباعی، مصطفی، ڈاکٹر،التكافل الإجتماعی في الإسلام،(بیروت، دارابن حزم، طبع اول،2010ء)
- سجستانی، ابوداود سلیمان بن الاشعث،سنن أبي داود،(بیروت،دار الرسالة العالمية، طبع اول،1430ھ،2009ء)
- سرخسی، شمس الدین، كتاب المبسوط،(بیروت،دارالمعرفة،1414ھ،1993ء)
- شوکانی، محمد بن علی،نيل الاوطار شرح منتقى الاخبار،(لبنان، بیت الافکار الدولیہ،1997ء)
- شیخ علی،حاشية الخرشي علي مختصرخليل الخرشي العدوي،(بیروت،دارالنهضة العلمية)
- شیخ، خلیل بن اسحاق،التوضيح شرح مختصرابن الحاجب في فقه الإمام مالك، (شام، مرکز نجیبویہ للمخطوطات، طبع اول، 1429ھ/2008ء)
- طبرانی، سلیمان بن احمد،المعجم الأوسط،( قاہرہ، دارالحرمین،1415ھ)

- طبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوك، (بیروت، دارالکتب العلمیة، 1407ھ)
- عبدالعزیز بن احمد بن محمد، کشف الأسرار عن أصول فخرالإسلام البزدوي، (قاہرہ، دارالکتاب الإسلامی)
- عصام انور سلیم، قانون العمل، (اسکندریہ، منشأة المعارف، طبع ثانی، 2002ء)
- علی بن سلیمان المرادوی، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف علي مذهب الإمام أحمدبن حنبل، (بیروت، داراحیاء التراث العربی)
- عمری، الولاية علي البلدان في عصر الخلفاءِ الراشدين، (ریاض، داراشبیلیا للنشر والتوزیع، سعودی عرب، طبع اول، 2001ء)
- فہد حمود عصیمی، خطة الاسلام في ضمان الحاجات الأساسية لكل فرد، (ریاض، دارالنشرالدولي للنشر والتوزیع، 1994ء)
- فیروزآبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحيط، (بیروت، مؤسسة الرسالة، 2005ء)
- قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لأحكام القرآن، (ریاض، دارعالم الکتب، 1423ھ، 2003ء)
- کاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، (مصر، دارالکتب العلمیة، طبع ثانی، 1986ء)
- مالک بن انس، الموطأ، (ابوظہبی، مؤسسہ زاید بن سلطان آل نہیان، 2004ء)
- محمد شفیع، معارف القرآن، (کراچی، ادارۃ المعارف، 1392ھ)
- محمد قطب شہید، النظوروالثبات في حياة البشرية، (قاہرہ، دارالشروق، 2011ء)
- محمد ماجد عز، المفصل في الفقه الحنفي الأموال والمعاملات المالية، (حلب، مکتبہ دارالمستقبل، طبع اول، 2005ء)
- محمد محمد طویل، العمال فی رعاية الإسلام، (مصر، مکتبة الغد، الجیزہ، طبع اول، 1998ء)
- مسلم بن حجاج، الصحيح المسلم، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1994ء)
- مصطفی زرقاء، المدخل إلى نظرية الالتزام في الفقه الإسلامي، (دمشق، دارالقلم، 1999ء)
- مصطفی سباعی، المرأة بين الفقه والقانون، (سعودی عرب، دارالسلام، طبع رابع، 2010ء)
- مقدسی، موفق الدین عبداللہ بن قدامہ، المغنی لابن قدامه، (مصر، مکتبہ قاہرہ، 1388ھ، 1968ء)
- ناصر بن علی، عقيدة أهل السنة والجماعة في الصحابة الكرام رضي الله عنهم، (ریاض، مکتبة الرشد، 2000ء)
- نواب الدین، عبدالرب، عمل المرأة وموقف الاسلام منه، (منصورہ، مصر، دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع، 1986ء)
- نووی، یحیی بن شرف، روضة الطالبين وعمدة المفتين، (بیروت، دارالمعرفہ، طبع اول، 2006ء)
- نویری، شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب، نهاية الأرب في فنون الأدب، (بیروت، دار الکتب العلمیة، لبنان، 2004ء)

- نیشاپوری، عبداللہ بن علی،المنتقى من السنن المسندة،(بیروت،مؤسسة الكتاب الثقافية، 1988ء)
- یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، (قاہرہ، دارالشروق، 1987ء )
- یزدی، محمد کاظم ،العروة الوثقي، (طہران، مکتبہ الداوری، 1388ھ)

## اردو کتب

- اسد شاکر، **پنجاب میں خواتین زرعی مزدوروں کی اجرتوں کا جائزہ**، ساؤتھ ایشیاپارٹنر شپ، پاکستان، (لاہور، رائیونڈ روڈ، اپریل 2010ء)
- چوہدری، محمد شریف، (ایڈووکیٹ) **کتاب الحقوق**، (لاہور، برہان ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، 2013ء)
- خالد محمود، **والدین کا مقام و مرتبہ**، (لاہور، دارالقلم،، 2007ء)
- **دائرہ معارف اسلامیہ**، (اردو) لاہور، پنجاب یونیورسٹی،، 1973ء)
- رحمانی، خالد سیف اللہ، قاموس الفقه، (کراچی، زمزم پبلشرز، اردو بازار، 2007ء)
- زاہد الراشدی، **روزنامہ اسلام**، (لاہور، 23 فروری 2014ء)
- سپارک (این جی او)، **پاکستان میں تعلیم نسواں**، (اسلام آباد، F-10، س ن)
- سوسائٹی برائے تحفظ حقوق اطفال، **نوعمروں کے لئے نظام انصاف کا آرڈیننس 2000ء**، چوتھا ایڈیشن، نومبر 2006ء
- سی اے قادر، **صنعتی معاشریات**، (لاہور، ادارہ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی، 1977ء)
- سید حسن محمود، **میرا سیاسی سفر**، (لاہور، یادداشتیں، 1986ء)
- شیخ، اسد سلیم، **ہماری دستوری تاریخ**، (لاہور، اظہار سنز، اردو بازار، 2011ء)
- **صنعتی کارکنوں کے لئے لیبر قوانین وفلاحی سکیموں کا ایک مختصر تعارف**، انڈسٹریل ریلیشنز انسٹی ٹیوٹ محکمہ محنت وانسانی وسائل، حکومت پنجاب لاہور
- عثمانی، محمد رفیع، **اسلامی معیشت اور صنعتی تعلقات**، (کراچی، ادارۃ المعارف، 2010ء)
- عثمانی، محمد تقی، **اصلاحی خطبات**، (کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، 1999ء)
- عثمانی، محمد تقی، **تقریر ترمذی**، (کراچی، میمن اسلامک بکس لیاقت آباد، ط1، 1999ء)
- عثمانی، محمد تقی، **حقوق العباد اور معاملات**، (ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1426ھ)
- عثمانی، محمد فہیم، **اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو**، (لاہو، اسلامک پبلی کیشنز، 1975ء)
- **علی رضا غوری**، سہاگ رپورٹر، 1 مئی 2017ء
- قادری، محمد طاہر، **اقتصادیات اسلام**، (لاہور، منہاج القرآن پبلیکیشنز،، 2007ء)
- قاسم محمود، **شاہکار اسلامی، اسلامی انسائیکلوپیڈیا**، (ملتان، شاہکار بک فاؤنڈیشن، حاجی بلڈنگ من علی آفندی روڈ)
- **قوانین محنت، آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر**، راولپنڈی، س، ن
- **لیبر پالیسی 2002ء**، (اردو ترجمہ) (راولپنڈی، APFOL، 2003ء)

- محمد صلاح الدین، **بنیادی حقوق**، ( لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، طبع دوم، 1978ء)
- ندوی، مجیب اللہ، **اسلامی قانون محنت واجرت**، (لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ)
- نیاز علی نیاز، **محنت کشوں کے حقوق**، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، جمعرات، 2 مئی 2003ء
- ہما حمید، مریم رحمان، **آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء**، (لاہور، ایسٹرن لاء بک ہاؤس، مزنگ روڈ)


## اخبارات


- عمر دراز، **بی بی سی اردو ڈاٹ کام، سیالکوٹ**، 10 اپریل 2017ء
- زبیر رحمن، **روزنامہ ایکسپریس لاہور**، 8 فروری، 2018ء
- **روزنامہ ایکسپریس لاہور**، رپورٹر: مشتاق علی خان، یکم مئی 2018ء
- **روزنامہ خبریں ملتان**، 27 جون 2018ء
- **روزنامہ دنیا ملتان**، 21 جنوری، 2017ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، تحریر: راشدہ قریشی، 29 نومبر 2015
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، تحریر: مظہر حسین شیخ، 29 اپریل 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، شاذیہ سعید، 1 مئی، 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت اسلام آباد**، 10 جنوری 2017ء
- **روزنامہ نوائے وقت کراچی**، 26 جنوری 2017ء،
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، 29 اپریل 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، 7 جنوری 2017ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، تحریر: سدرہ کوثری، 1 مئی 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، تحریر: محمود فریدی، 30 اپریل 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، جمعرات، 9 فروری، 2017ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، رپورٹ: ربیعہ شاہد، 29 اپریل 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، رپورٹ: عنبرین فاطمہ، 5 مئی، 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، تحریر: بیدار سرمدی، 3 مئی 2015ء
- **روزنامہ نوائے وقت لاہور**، ص: 13، ربیعہ شاہد، 29 اپریل 2015
- **روزنامہ نوائے وقت**، آئمہ محمود، 1 مئی 2015ء


## رسائل


- ہاشمی، سید متین، **سہ ماہی منہاج**، لاہو ، عظمت محنت نمبر، 1989ء
- امینہ ملازم، **لوک سجاگ**، 7 ستمبر 2016ء

- علی رضا غوری،**لوک سجاگ**، رپورٹ، 1 مئی 2017ء
- وقاص ارشد، **لوک سجاگ**، 1 مئی 2018ء
- عبدالصبور،**لوک سجاگ**، مورخہ 1 مئی 2017ء
- اکمل ملک،**لوک سجاگ**، ضلع جھنگ، 2 مئی 2017ء
- آزاد، محمد حسین،**ماہنامہ دختران اسلام**، شمارہ جون 2013ء، ماڈل ٹاؤن لاہور
- **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، اشاعت نمبر ۱۰۹، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، اکتوبر 2014ء
- **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، اشاعت نمبر 67، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، مارچ 2011ء
- **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، اشاعت نمبر 71، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، جولائی 2011ء
- **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، اشاعت نمبر 80، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، اپریل 2012ء
- **ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، اشاعت نمبر 85، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، اکتوبر 2012ء
- شمائلہ وارث،**ماہنامہ لیبر ایجوکیشن**، رپورٹر: لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، شمارہ اپریل 2012ء


## English References


- AASHA(Alliance against sexual Harassment at the workplace)**Situational Analysis in Sexual Harassment at the work place**. F-8/3 Islamabad, (http://www.aasha.org.pk)
- Abdul Sattar Almani ext, **Study of the Effects of Working Mothers on the Development of Children in Pakistan**,International Journal of Humanities and Social Science USA,Vol. 2, June 2012 A.D
- **Amnesty International Report 2015/16** , London,UK, 2017 A.D
- **Amnesty International Report 2016/17** , London,UK, 2018 A.D
- **Amnesty InternationalReport2009**,London,UK, 2010 A.D
- **Amnesty International Report** 2009,
- **Annual Labour Report 2010**, Labour Education Foundation, 2011 A.D.
- **Annual Labour Report 2011**, Labour Education Foundation, Lahore, 2012 A.D
- **Annual Labour Report 2013**, Labour Education Foundation, Lahore, 2014 A.D
- **Annual Report of CIWCE & IRI**, Lahore, Pakistan-2003 A.D.
- **Annual Report of CIWCE & IRI,** Lahore, Pakistan-2010 A.D
- **Annual Report of Labour & Human Resources Department**, Government of Punjab, Pakistan, 2002 A.D.
- **Child Rights Movement (CRM) Pakistan (2012).** Universal Periodic Review (UPR) Pakistan, March 30, 2017 A.D
- **Employment and Labour Market Issues in Punjab**: Current Situation and Way Forward,PILDAT Islamabad,June 2014 A.D.
- European Journal of **Contemporary Economics and Management** ,Edition Vol.1,May 2014

- Findings, Joseph, **Rowntree Foundation**, March 2001,(www.jrf.org.uk)
- **Fundamental Rights at work and international Labour,**Standards International Labour Office Geneva, First published 2003 A.D.
- Gastil, Raymond D, **Freedom in the world**, Freedom House,New Yark,1980 A.D.
- Global Wage Report 2016 / 17 **Wage inequality in the workplace**, ILO, Geneva, 2017 A.D
- Government of Pakistan, Ministory of Finance**, Economic Affairs Report** ,28 Feb,2009 A.D. Islamabad
- **Guide to International Labour Standards**,2014,I.L.O, Geneva 2014 A.D
- Halladay Sudhir ext, **Equipment leasing shawn**, Salt take city U.S.A, 1995 A.D
- Ishrat Hussain,**Pakistan The Economic of An Elitist State**, Oxford Pakistan paper beaks 2000 A.D
- Levine,Andrew, '**Human rights and Freedom**"The philosophy of human rights ed,s. Rosemaum Aldwych press, London,1984 A.D.
- Marryam jamila, **Islam the theory and practise**, Lahore 1967
- Martin Oeiz, Shauna Olney, Manuela Tomei, **Equal Pay, An introductory guide**, International Labour Organization, Geneva,2013 A.D.
- Muhammad Ajmair, **IMPACT OF INDUSTRIAL SECTOR ON GDP (PAKISTAN CASE**) European Journal of Contemporary Economics and Management, Vol.1, May 2014 A.D.
- Nikki R. Keddie , **Labor problems of Pakistan**, The Association for Asian Studies,USA, vol. 16, 4$^{th}$ Ed ,August,1957 A.D.
- **PAKISTAN ANNUAL REPORTP:2007**, United Nations Children's Fund (UNICEF) Pakistan,Islamabad, 2008 A.D
- **PAKISTAN ANNUAL REPORTP:2012**, United Nations Children's Fund (UNICEF) Pakistan,Islamabad, 2013 A.D
- **PAKISTAN ANNUAL REPORTP:2013**, United Nations Children's Fund (UNICEF) Pakistan,Islamabad, 2014 A.D
- **Pakistan Constitution Assembly of Pak**,Debates Vol V,March 1949 A.D.
- **Pakistan Economic Survey 2015-16**, Islamabad
- **Pakistan Social and Living Standards Measurement Survey**, Pakistan Bureau of Statistics, Islamabad 2014-15 A.D
- Qmar Jehan,**Role of Women in Economic Development of Pakistan**, Page:54 (Thesis submitted to University of Balochishtan Quetta.2000 A.D
- Raza Ali Khan ,First International Conference on Construction In Developing Countries (ICCIDC–I) "**Advancing and Integrating Construction Education, Research & Practice**" August 4-5, 2008 A.D. Karachi,, Pakistan
- **Report of the Constitutional Commission**, Islamabad,1960 A.D.
- **RULES OF THE GAME**, A brief introduction to International Labour Standards, Revised Edition 2014, International Labour Organization,Geneva, 2014 A.D.

- **SAHIL Annual Report 2010**, F-8 Markaz Islamabad 29,September,2010 A.D
- **SAHIL Annual Report 2011**, F-8 Markaz Islamabad 13,September,2011 A.D
- **SAHIL Annual Report 2012**, F-8 Markaz Islamabad,May,2013 A.D
- **The sate of Pakistan's children 2011**, SPARC Islamabad, 20 Julay,2012 A.D
- **The State of Pakistan's Children 2013**,SPARC,April 2014 A.D.
- **The State of Pakistan's Children 2013**,SPARC,April 2014 A.D.
- **The unending plight of child domestic workers in Pakistan**,SPARC, Islamabad 2014 A.D.
- Wesley Newcomb Hohfeld, Wesley Newcomb, **Fundamental legal Conception** OUP, Lahore, 1934 A.D.


## Websites


- Bashir, Itrat. PA passes '**Punjab Free and Compulsory Education Bill 2014'**. Business Recorder. Web. http://epaper.brecorder.com/m/2014/10/28/17-page/463830-news.html.
- www.punjablabour.gov.pk
- http://muftitaqiusmani.com
- http://www.minhajbooks.com